اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے اِرشادات کا مجموعہ

مُسمّٰی بنامِ تاریخی

الملفوظ ۱۳۳۸ھ

معروف بہ

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

(مع تخریج وتسہیل)

(حصہ اوّل)



مؤلف: شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدارِ اہلسنّت مفتیٔ اعظم ہند حضرت علّامہ مولانا

محمد مصطفٰے رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن



پیشکش: مجلس المدینۃ العلمیہ (دعوتِ اسلامی) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ

مکتبۃ المدینہ

فیضانِ مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی، بابُ المدینہ کراچی، پاکستان

فون: 4921389-93/4126999 فیکس: 4125858

SC1286

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

کتاب پڑھنے کی دعا

شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرتِ علّامہ مولانا ابو بلال
محمد الیاس عطّار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ

دینی کتاب یا اسلامی سبق پڑھنے سے قبل ذیل میں دی ہوئی دعا پڑھ لیجئے اِنْ شَآءَ اللّٰہ عزّوجلّ جو کچھ پڑھیں گے یاد رہے گا۔ دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ عَلَیْنَا حِکْمَتَکَ وَانْشُرْ عَلَیْنَا
رَحْمَتَکَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَام (روحانی حکایات ص 68)

نوٹ: اوّل آخر ایک ایک بار درود شریف پڑھ لیجئے۔

والسّلام مع الاکرام

طالب غمِ
مدینہ
بقیع
و
مغفرت

۱۳ شوال المکرم ۱٤۲۸ھ

اعلیٰ حضرت مجدّدِ دین وملّت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے اِرشادات کا مجموعہ

مُسمّٰی بنام تاریخی

﴿مع تخریج وتسہیل﴾

اَلْمَلْفُوظ

۱۳۳۸ھ

معروف بہ

(حصہ اوّل)

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مؤلف

شہزادۂ اعلیحضرت تاجدارِ اہلسنّت مفتیٔ اعظم ہند

حضرت علامہ مولانا محمد مصطفٰے رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

پیش کش

مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

(شعبہ کُتُب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

ناشر

مکتبۃُ المدینہ بابُ المدینہ کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ط

نام کتاب: **اَلْمَلْفُوظ**

پیش کش: شعبۂ کُتُبِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ (اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیَّۃ)

سنِ طباعت: ٤ جمادی الاُخریٰ ١٤٢٩ھ، 9 جون 2008ء

قیمت:

ناشر: **مَکْتَبَۃُ الْمَدِیْنَہ** باب المدینہ (کراچی)

مکتبۃ المدینہ کی مختلف شاخیں

مکتبۃ المدینہ شہید مسجد کھارادر باب المدینہ کراچی

مکتبۃ المدینہ دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ مرکز الاولیاء لاہور

مکتبۃ المدینہ اصغر مال روڈ نزد عیدگاہ، راولپنڈی

مکتبۃ المدینہ امین پور بازار، سردار آباد (فیصل آباد)

مکتبۃ المدینہ نزد پیپل والی مسجد اندرون بوہڑ گیٹ مدینۃ الاولیاء ملتان

مکتبۃ المدینہ فیضانِ مدینہ آفندی ٹاؤن حیدرآباد

مکتبۃ المدینہ چوک شہیداں میرپور کشمیر

E.mail:ilmia26@yahoo.com

E.mail.maktaba@dawateislami.net

www.dawateislami.net

Ph:4921389-90-91 Ext:1268

فہرست

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

''اعلیٰ حضرت کے عرس کی تاریخ 25 صفر المظفر'' کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی ''25 نیّتیں''

(از: شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت حضرت علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری دامت برکاتہم العالیہ)

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم: **نِیَّۃُ الْمُؤْمِنِ خَیْرٌ مِّنْ عَمَلِہٖ** ۝ مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، الحدیث: ٥٩٤٢، ج٦، ص١٨٥)

دو مَدَنی پھول: ﴿١﴾ بغیر اچھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
﴿٢﴾ جتنی اچھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

﴿١﴾ ہر بار حَمد و ﴿٢﴾ صلوٰۃ اور ﴿٣﴾ تعوُّذ و ﴿٤﴾ تَسمِیہ سے آغاز کروں گا (اسی صفحہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیّتوں پر عمل ہو جائے گا) ﴿٥﴾ رِضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخِر مطالَعہ کروں گا ﴿٦﴾ حتَّی الْوَسْع اِس کا باوُضو اور ﴿٧﴾ قبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا ﴿٨﴾ قرآنی آیات اور ﴿٩﴾ اَحادیثِ مبارَکہ کی زیارت کروں گا ﴿١٠﴾ جہاں جہاں ''اللّٰہ'' کا نام پاک آئے گا وہاں عَزَّوَجَلَّ اور ﴿١١﴾ جہاں جہاں ''سرکار'' کا اِسمِ مبارَک آئے گا وہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پڑھوں گا ﴿١٢﴾ شَرعی مسائل سیکھوں گا۔ ﴿١٣﴾ اگر کوئی بات سمجھ نہ آئی تو عُلَماء سے پوچھ لوں گا ﴿١٤﴾ حضرتِ سفیان بن عُیَینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اِس قول ''عِنْدَ ذِکْرِ الصّٰلِحِیْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَۃُ'' یعنی نیک لوگوں کے ذِکر کے وقت رَحمت نازل ہوتی ہے۔'' (حلیۃ الاولیاء، رقم ١٠٧٥٠، ج٧، ص٣٣٥) پر عمل کرتے ہوئے ذکرِ

صالحین کی بَرَکتیں لُوٹوں گا ﴿۱۵﴾ (اپنے ذاتی نسخے پر) عِندَ الضَّرورت خاص خاص مقامات پر انڈر لائن کروں گا ﴿۱۶﴾ (اپنے ذاتی نسخے پر) ''یادداشت'' والے صفحہ پر ضَروری نِکات لکھوں گا ﴿۱۷﴾ کتاب مکمَّل پڑھنے کیلئے بہ نیت حصولِ علمِ دین روزانہ چند صفحات پڑھ کر علمِ دین حاصل کرنے کے ثواب کا حقدار بنوں گا ﴿۱۸﴾ دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا ﴿۱۹﴾ اس حدیثِ پاک ''تَهَادَوْا تَحَابُّوْا یعنی ایک دوسرے کوتحفہ دو آپس میں محبت بڑھے گی۔'' ﴿موطا امام مالک، ج۲ص۴۰۷، رقم:۱۷۳۱﴾ پر عمل کی نیت سے (ایک یا حسبِ توفیق تعداد میں) یہ کتابیں خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا ﴿۲۰﴾ جن کو دُوں گا حتَّی الامکان انہیں یہ ہدف بھی دوں گا کہ آپ اتنے دن (مثلاً 25) دن کے اندر اندر مکمل پڑھ لیجئے ﴿۲۱﴾ اس کتاب کے مطالَعَہ کا ثواب ساری اُمت کو ایصال کروں گا۔ ﴿۲۲﴾ کتابت وغیرہ میں شَرعی غَلَطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطَّلع کروں گا (ناشرین ومصنف وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا) ﴿۲۳﴾ ہر سال ایک بار یہ کتاب پوری پڑھا کروں گا ﴿۲۴﴾ جو نہیں جانتے انہیں سِکھاؤں گا ﴿۲۵﴾ مشائخِ کرام رحمہم اللہ السلام کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کروں گا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہ عزوجل

اچھی اچھی نیّتوں سے متعلق رَہنمائی کیلئے، **امیرِ اہلسنّت** دامت برکاتہم العالیہ کا سنّتوں بھرا بیان ''**نیّت کا پھل**'' اور نیتوں سے متعلق آپ کے مُرتّب کردہ **کارڈ** اور **پمفلٹ مکتبۃ المدینہ** کی کسی بھی شاخ سے ھدیۃً طلب فرمائیے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

المدينة العلمية

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، عاشقِ اعلیٰ حضرت، بانیِ دعوتِ اسلامی
حضرت علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

الحمد لله علٰی اِحْسَانِهٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِهٖ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
تبلیغِ قرآن و سنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک ''**دعوتِ اسلامی**''نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحُسنِ خوبی سرانجام دینے کے لئے متعدِّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس ''**المدينة العلمية**''بھی ہے جو دعوتِ اسلامی کے عُلَماء و مُفتیانِ کرام كَثَّرَهُمُ اللّٰهُ تعالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اِس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کُتُبِ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (۲) شعبۂ درسی کُتُب
(۳) شعبۂ اِصلاحی کُتُب (۴) شعبۂ تفتیشِ کُتُب
(۵) شعبۂ تراجم کُتُب (۶) شعبۂ تخریج

''**المدينة العلمية**'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰحضرت اِمامِ

اَہلسنّت، عظیم البَرَکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجَدِّدِ دین و مِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیر و بَرَکت، حضرتِ علّامہ مولیٰنا الحاج الحافِظ القاری الشاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوُسع سَہل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔

تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس عِلمی ،تحقیقی اوراشاعتی مدنی کام میں ہرممکن تعاون فرمائیں اورمجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خودبھی مطالعہ فرمائیں اوردوسروں کوبھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عَزَّوَجَلَّ ''دعوتِ اسلامی'' کی تمام مجالس بَشُمُول''**المدینۃ العلمیۃ**''کو دن گیارہویں اوررات بارہویں ترقّی عطافرمائے اور ہمارے ہرعملِ خیرکوزیورِاخلاص سے آراستہ فرماکر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ہمیں زیرِ گنبدِ خضراء شہادت،جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم



رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

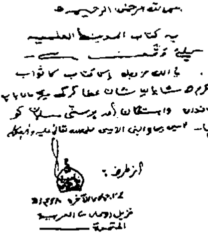
پہلے اسے پڑھ لیجئے

الحمدللّٰہ عَزَّوَجَلَّ تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **دعوتِ اسلامی** کے ادارے **"اَلْمَدِیْنَةُ الْعِلْمِیَة"** کی تا دمِ تحریر 117 سے زائد کتب (بشمول مختصر رسائل) **مکتبۃ المدینہ** سے شائع ہو کر علماء وعوام سے دادِ تحسین پا چکی ہیں۔ ان میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت مجدِّدِ دین وملت حضرت علّامہ مولٰینا الحاج الحافظ القاری الشاہ **امام اَحمد رَضا خان** علیہ رحمۃ الرحمٰن کی 8 عربی کتب اور 12 اُردو کُتُب (مع حاشیہ، تسہیل اور تخریج) بھی شامل ہیں۔

اب اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت کے اِرشادات پر مشتمل تالیف **"الملفوظ"** معروف بہ **"ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت** علیہ رحمۃ رب العزت" تسہیل وتخریج اور حواشی کے ساتھ پیش کی جارہی ہے۔ اس کتاب پر کام شروع کرنے کا سبب **شیخِ طریقت** امیرِ اہلسنّت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطّار** قادری دامت برکاتہم العالیہ کا (بذریعہ ای میل (E.mail) بھیجا گیا) ایک مکتوب بنا جس میں آپ دامت برکاتہم العالیہ نے **عقیدتِ اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میں ڈوبی ہوئی خواہش کا اظہار اس طرح فرمایا: **"دل میں ایک خواہش یہ بھی چٹکیاں لے رہی ہے کہ کاش ملفوظاتِ (اعلیٰ حضرت** علیہ رحمۃ رب العزت**) کے اس خزانہ لاجواب کی تخریج وتسہیل کی بھی ترکیب ہو جائے۔"**

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

اِس کتاب سے امیرِ اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ کی قلبی وابستگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے بیرونِ ملک سے خصوصی طور پر "ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت" کا نسخہ المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی) کی لائبریری کے لئے اس تحریر کے ساتھ **وقف** فرمایا:



اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنّت، مجدِّدِ دین وملت الشّاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے عطا کردہ اِن **مَدَنی پھولوں** کو اپنے دل کے **مَدَنی گلدستے** میں سجایئے اور دیگر اسلامی بھائیوں کو مطالعہ کی ترغیب دے کر اپنے اَطراف کو بھی مہکایئے۔ **اللہ** تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں "**اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اِصلاح کی کوشش**" کرنے کے لئے **مَدَنی انعامات** پر عمل اور **مَدَنی قافلوں** کا مسافر بنتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور دعوتِ اسلامی کی تمام مجالس بشمول **مجلس المدینۃ العلمیۃ** کو دن پچیسویں رات چھبیسویں ترقی عطا فرمائے۔

اٰمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم

شعبہ کُتُبِ **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (**مجلس المدینۃ العلمیۃ**)

٤ جُمادی الأخریٰ ١٤٢٩ھ، مطابق 9 جون 2008ء

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

تذکرۂ امام احمد رضا علیہ رحمۃُ ربِّ الورٰی

(از: شیخ طریقت امیر اہلسنّت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ)

شفاعت کی بشارت

رَحمتِ عالم، نورِ مُجَسَّم، شاہِ بنی آدم، شفیعِ اُمَم، رَسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا فرمانِ شفاعت نشان ہے: ”جو مجھ پر دُرُودِ پاک پڑھے گا میں اُس کی شفاعت فرماؤں گا۔“

(القولُ البدیع، ص ۱۱۷، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلٰی محمَّد

وِلادت باسعادت

میرے آقا اعلیٰحضرت، اِمامِ اَہلسنّت، ولیِٔ نِعمت، عظیمُ البَرَکت، عَظِیمُ المَرْتَبت، پروانۂِ شمعِ رِسالت، مُجَدِّدِ دِین و مِلَّت، حامیِٔ سُنّت، ماحِیِٔ بِدعت، عَالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعِثِ خَیْر و بَرَکت، حضرتِ علّامہ مولٰینا الحاج الحافظ القاری الشّاہ امام احمد رَضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی وِلادت باسعادت بریلی شریف کے مَحَلّہ جَسولی میں ۱۰ شَوّالُ الْمُکَرَّم ۱۲۷۲ھ بروز ہفتہ بوقتِ ظہر مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو ہوئی۔ سِنِ پیدائش کے اِعتبار سے آپ کا تاریخی نام اَلْمُختار (۱۲۷۲ھ) ہے۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج۱، ص ۵۸، مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)

آپ کا نامِ مبارَک محمد ہے، اور آپ کے دادا نے احمد رضا کہہ کر پکارا اور اسی نام سے

مشہور ہوئے۔ (الملفوظ، حصہ اول، ص۳، مشتاق بک کارنر مرکز الاولیاء لاہور)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلٰی محمَّد

بچپن کی ایک حکایت

حضرت جناب سیِّد ایوب علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ بچپن میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو گھر پر ایک مولوی صاحب قرانِ مجید پڑھانے آیا کرتے تھے۔ ایک روز کا ذِکر ہے کہ مولوی صاحِب کسی آیتِ کریمہ میں بار بار ایک لفظ آپ کو بتاتے تھے۔ مگر آپ کی زبان مبارک سے نہیں نکلتا تھا۔ وہ ''زَبر'' بتاتے تھے آپ ''زیر'' پڑھتے تھے یہ کیفیت آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دادا جان حضرت مولانا رضا علی خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دیکھی حضور کو اپنے پاس بلایا اور کلام پاک منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب نے غلطی سے زَیر کی جگہ زَبر لکھ دیا تھا، یعنی جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان سے نکلتا تھا وہ صحیح تھا۔ آپ کے دادا نے پوچھا کہ بیٹے جس طرح مولوی صاحب پڑھاتے تھے تم اُسی طرح کیوں نہیں پڑھتے تھے۔ عرض کی میں ارادہ کرتا تھا مگر زبان پر قابو نہ پاتا تھا۔ اِس قسم کے واقعات مولوی صاحب کو بارہا پیش آئے تو ایک مرتبہ تنہائی میں مولوی صاحب نے پوچھا، صاحبزادے! سچ سچ بتادو میں کسی سے کہوں گا نہیں، تم انسان ہو یا جن؟ آپ نے فرمایا کہ **اللہ** کا شکر ہے میں انسان ہی ہوں، ہاں **اللہ** کا فضل وکرم شامل حال ہے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۶۸، مکتبۃ المدینہ، بابُ المدینہ کراچی) بچپن ہی سے نہایت نیک طبیعت واقع ہوئے تھے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلٰی محمَّد

پہلا فتویٰ

میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف تیرہ سال دس ماہ چار دن کی عمر میں تمام مُروَّجہ عُلُوم کی تکمیل اپنے والدِ ماجد رَئِیسُ الْمُتَکَلِّمِین مولانا نقی علی خان علیہ رحمۃ المنّان سے کر کے سَنَدِ فراغت حاصل کرلی۔ اُسی دن آپ نے ایک سُوال کے جواب میں پہلا فتویٰ تحریر فرمایا تھا۔ فتویٰ صحیح پا کر آپ کے والدِ ماجد نے مَسنَدِ اِفتاء آپ کے سپرد کردی اور آخروقت تک فتاویٰ تحریر فرماتے رہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج۱،ص۲۷۹،مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

اعلیٰ حضرت کی رِیاضی دانی

اللہ تعالیٰ نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بے اندازہ عُلُومِ جَلِیلہ سے نوازا تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کم وبیش پچاس عُلُوم میں قلم اُٹھایا اور قابلِ قدر کُتُب تصنیف فرمائیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہرفن میں کافی دسترس حاصل تھی۔ علمِ توقیت، (عِلمِ۔تَو۔قی۔ت) میں اِس قدر کمال حاصل تھا کہ دن کو سورج اور رات کو ستارے دیکھ کر گھڑی مِلا لیتے۔ وَقْت بِالکل صحیح ہوتا اور کبھی ایک مِنَٹ کا بھی فرق نہ ہوا۔ علمِ رِیاضی میں آپ یگانۂ رُوزگار تھے۔ چُنانچِہ علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ضِیاءالدین جو کہ رِیاضی میں غیر ملکی ڈگریاں اور تمغہ جات حاصل کیے ہوئے تھے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں رِیاضی کا ایک مسئلہ پوچھنے آئے۔ ارشاد ہوا، فرمایئے! اُنہوں نے کہا، وہ ایسا مسئلہ نہیں جسے اتنی آسانی سے عَرض کروں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، کچھ تو فرمایئے۔ وائس چانسلر صاحب نے سوال پیش کیا تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُسی

وقت اس کا تشفی بخش جواب دے دیا۔ اُنہوں نے انتہائی حیرت سے کہا کہ میں اس مسئلہ کے لیے جرمن جانا چاہتا تھا اِتفاقاً ہمارے دینیات کے پروفیسر مولانا سیِّد سُلیمان اشرف صاحِب نے میری راہنمائی فرمائی اور میں یہاں حاضر ہوگیا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ آپ اِسی مسئلہ کو کتاب میں دیکھ رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحِب بصد فرحت ومُسرَّت واپس تشریف لے گئے اور آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی شخصیت سے اِس قدر مُتأثِر ہوئے کہ داڑھی رکھ لی اور صوم وصلوٰۃ کے پابند ہوگئے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج۱، ص۲۲۳، ۲۲۸، مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)

عِلاوہ ازیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ عِلمِ تکسیر، عِلمِ ہَیئَت، عِلمِ جَفر وغیرہ میں بھی کافی مَہارت رکھتے تھے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

حیرت انگیز قُوتِ حافظہ

حضرت ابوحامِد سیِّد محمد مُحدِّث کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ تکمیلِ جواب کے لیے جُزئیاتِ فِقہ کی تلاش میں جولوگ تھک جاتے وہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی خدمت میں عَرض کرتے اور حوالہ جات طلب کرتے تو اُسی وقت آپ فرمادیتے کہ ''رَدُّالْمُحتَار'' جلد فُلاں کے فُلاں صَفحہ پرفُلاں سَطر میں اِن الفاظ کے ساتھ جُزئِیّہ موجود ہے۔ ''دُرِّ مُختَار'' کے فُلاں صَفحے پرفُلاں سَطر میں عبارت یہ ہے۔ ''عالمگیری'' میں بقید جلد وصَفحہ وَسَطر یہ الفاظ موجود ہیں۔ ''ہندیہ'' میں ''خیریہ'' میں ''مَبسُوط'' میں ایک ایک کتاب فِقہ کی اصل عبارت مع صَفحہ وسَطر بتادیتے اور جب کتابوں میں دیکھا جاتا تو وُہی صَفحہ وسَطر وعبارت پاتے جو زَبانِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ نے فرمایا تھا۔ اِس کو ہم زیادہ سے زِیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ خُداداد قوّتِ حافِظہ سے چودہ سو سال کی کتابیں حِفظ تھیں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ا،ص ۲۱۰،مکتبۃ المدینہ، بابُ المدینہ کراچی)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تَعالٰی عَلٰی محمَّد

صرف ایک ماہ میں حِفظِ قراٰن

حضرتِ جناب سیِّد ایوب علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بیان ہے کہ ایک روز اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ بعض ناواقِف حضرات میرے نام کے آگے حافِظ لکھ دیا کرتے ہیں، حالانکہ میں اِس لقب کا اَہل نہیں ہوں۔ سیِّد ایّوب علی صاحِب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی روز سے دَور شُروع کر دیا جس کا وَقْت غالِباً عشاء کا وُضو فرمانے کے بعد سے جماعت قائم ہونے تک مخصوص تھا۔ روزانہ ایک پارہ یاد فرمالیا کرتے تھے، یہاں تک کہ تیسویں روز تیسواں پارہ یاد فرمالیا۔

ایک موقعہ پر فرمایا کہ میں نے کلامِ پاک بالتَّرتیب بکوشِش یاد کرلیا اور یہ اِس لیے کہ ان بندگانِ خُدا کا (جو میرے نام کے آگے حافِظ لکھ دیا کرتے ہیں) کہنا غلط ثابت نہ ہو۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ا،ص ۲۰۸،مکتبۃ المدینہ بابُ المدینہ کراچی)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تَعالٰی عَلٰی محمَّد

عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سراپا عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا نُمونہ تھے، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نعتیہ کلام (حدائقِ بخشش شریف) اِس اَمر کا شاہد ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی نوکِ قلم بلکہ گہرائی قلب سے نکلا ہوا ہر مصرَعہ آپ کی سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم سے بے پایاں عقیدت و مَحبَّت کی شہادت دیتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کبھی کسی دُنیوی تاجدار کی خوشامد کے لیے قصیدہ نہیں لکھا، اس لیے کہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے حضور تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کی اِطاعت وغلامی کو دل وجان سے قبول کرلیا تھا۔ اس کا اظہار آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنے ایک شعر میں اس طرح فرمایا۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام

لِلّٰہِ الْحَمْد میں دنیا سے مسلمان گیا

حُکّام کی خوشامد سے اِجتناب

ایک مرتبہ رِیاست نانپارہ (ضلع بہرائچ یوپی) کے نواب کی مَدح میں شعراء نے قصائد لکھے۔ کچھ لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے بھی گزارش کی کہ حضرت آپ بھی نواب صاحِب کی مَدح میں کوئی قصیدہ لکھ دیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کے جواب میں ایک نعت شریف لکھی جس کا مَطْلَع (غزل یا قصیدہ کے شروع کا شعر جس کے دونوں مصرعوں میں قافیے ہوں وہ **مَطْلَع** کہلاتا ہے۔) یہ ہے۔

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص، جہاں نہیں

یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

اور مَقْطَع (غزل یا قصیدہ کا آخری شعر جس میں شاعر کا تخلّص ہو وہ **مَقْطَع** کہلاتا ہے۔) میں ''نانپارہ'' کی بندِش کتنے لطیف اشارہ میں ادا کرتے ہیں۔

کروں مدح اہلِ دُوَل رضا پڑے اس بلا میں مری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین ''پارۂ ناں'' نہیں

فرماتے ہیں کہ میں اہلِ ثروت کی مَدح سرائی کیوں کروں۔ میں تو اپنے کریم اور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کے در کا فقیر ہوں۔ مرا دین "پارۂ نان" نہیں۔ "نان" کا معنیٰ روٹی اور "پارہ" یعنی ٹکڑا۔ مطلب یہ کہ میرا دین روٹی کا ٹکڑا نہیں ہے جس کے لیے مالداروں کی خوشامدیں کرتا پھروں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ میں دنیا کے تاجداروں کے ہاتھ بکنے والا نہیں ہوں۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

بیداری میں دیدارِ مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم

جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دوسری بار حج کے لیے تشریف لے گئے تو زیارتِ نبیِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی آرزو لیے روضۂ اَطہر کے سامنے دیر تک صلوٰۃ وسلام پڑھتے رہے، مگر پہلی رات قسمت میں یہ سعادت نہ تھی۔ اس موقع پر وہ معروف نعتیہ غزل لکھی جس کے مَطلَع میں دامنِ رحمت سے وابستگی کی اُمّید دکھائی ہے۔

وہ سُوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

لیکن مَقطَع میں مذکورہ واقِعہ کی یاس انگیز کیفیت کے پیشِ نظر اپنی بے مائیگی کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ
تجھ سے شَیدا ہزار پھرتے ہیں

(اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مِصرعِ ثانی میں بطورِ عاجزی اپنے لیے "کُتّے" کا لفظ اِستعمال فرمایا ہے مگر سگِ مدینہ عُفِیَ عَنْہُ نے اَدَباً یہاں "شیدا" لکھ دیا ہے)

یہ غزل عرض کر کے دیدار کے اِنتظار میں مُؤدَّب بیٹھے ہوئے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی اور چشمانِ سر سے بیداری میں زیارتِ حُضُورِ اَقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم سے مشرّف ہوئے۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج۱، ص۹۲، مکتبۃ المدینہ، بابُ المدینہ کراچی)

سبحٰنَ اللّٰه عزوجل! قربان جایئے ان آنکھوں پر کہ جنہوں نے عالمِ بیداری میں محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کا دیدار کیا۔ کیوں نہ ہو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اندر عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ '' فَنا فِی الرَّسول '' کے اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نعتیہ کلام اِس اَمر کا شاہد ہے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صَلَّی اللّٰہُ تَعالٰی عَلٰی محمَّد

سِیرت کی جھلکیاں

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے، اگر کوئی میرے دل کے دو ٹکڑے کر دے تو ایک پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم لکھا ہوا پائے گا۔ (سوانح امام احمد رضا، ص۹۶، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

تاجدارِ اہلسنّت، شہزادۂ اعلیٰحضرت حُضور مفتیٔ اعظم ھند مولینا مصطفٰے رضا خان علیہ رحمۃ الحنّان '' سامانِ بخشش '' میں فرماتے ہیں۔

خدا ایک پر ہو تو اِک پر محمد
اگر قلب اپنا دو پارہ کروں میں

مَشائخ زمانہ کی نظروں میں آپ واقعی فَنافِی الرَّسول تھے۔ اکثر فراقِ مصطفٰے صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم میں غمگین رہتے اور سرد آہیں بھرتے رہتے۔ جب پیشہ ور

گستاخوں کی گستاخانہ عبارات کو دیکھتے تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی اور پیارے مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کی حمایت میں گستاخوں کا سختی سے رَدّ کرتے تاکہ وہ جھنجھلا کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو بُرا کہنا اور لکھنا شروع کر دیں۔ آپ اکثر اس پر فخر کیا کرتے کہ باری تعالٰی نے اس دور میں مجھے ناموسِ رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کے لیے ڈھال بنایا ہے۔ طریقِ استعمال یہ ہے کہ بدگویوں کا سختی اور تیز کلامی سے ردّ کرتا ہوں۔ کہ اس طرح وہ مجھے برا بھلا کہنے میں مصروف ہو جائیں۔ اس وقت تک کے لیے آقائے دو جہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلّم کی شان میں گستاخی کرنے سے بچے رہیں گے۔ حدائقِ بخشش شریف میں فرماتے ہیں۔

کروں تیرے نام پہ جاں فِدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

غُرَباء کو کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے تھے، ہمیشہ غریبوں کی اِمداد کرتے رہتے۔ بلکہ آخری وَقت بھی عزیز و اقارِب کو وصیّت کی کہ غُرَباء کا خاص خیال رکھنا۔ ان کو خاطر داری سے اچھے اچھے اور لذیذ کھانے اپنے گھر سے کھلایا کرنا اور کسی غریب کو مطلق نہ جھڑکنا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اکثر تصنیف و تالیف میں لگے رہتے۔ نماز ساری عمر باجماعت ادا کی، آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی خوراک بہت کم تھی، اور روزانہ ڈیڑھ دو گھنٹہ سے زیادہ نہ سوتے۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج۱، ص۹۶، مکتبۃ المدینہ کراچی)

سونے کا مُنفَرِد انداز

سوتے وَقت ہاتھ کے اَنگوٹھے کو شہادت کی اُنگلی پر رکھ لیتے تاکہ اُنگلیوں سے لفظ "اللّٰہ" بن جائے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پیر پھیلا کر کبھی نہ سوتے، بلکہ داہنی

کروٹ لیٹ کر دونوں ہاتھوں کو ملا کر سر کے نیچے رکھ لیتے اور پاؤں مبارک سمیٹ لیتے ۔اس طرح جسم سے لفظ ''**محمّد**'' بن جاتا۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج۱،ص۹۹، مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی)

یہ ہیں **اللہ** کے چاہنے والوں اور رسولِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے سچے عاشقوں کی ادائیں۔ ؎

نامِ خدا ہے ہاتھ میں نامِ نبی ہے ذات میں
مُہرِ غلامی ہے پڑی، لکھے ہوئے ہیں نام دو

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلٰی محمَّد

ٹرین رُکی رہی!

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک بار پیلی بھیت سے بریلی شریف بذریعہ رَیل جارہے تھے۔راستے میں نواب گنج کے اسٹیشن پر ایک دومنٹ کے لیے ریل رُکی، مغرِب کا وَقت ہو چکا تھا۔آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ نَماز کے لیے پلیٹ فارم پر اُترے۔ساتھی پریشان تھے کہ رَیل چلی جائے گی تو کیا ہوگا لیکن آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اطمینان سے اذان دِلوا کر جماعت سے نَماز شُروع کردی۔ اُدھر ڈرائیور انجن چلاتا ہے لیکن رَیل نہیں چلتی، اِنجن اُچھلتا اور پھر پٹری پر گرتا ہے۔ ٹی ٹی، اسٹیشن ماسٹر وغیرہ سب لوگ جمع ہو گئے، ڈرائیور نے بتایا کہ انجن میں کوئی خرابی نہیں ہے۔اچانک ایک پنڈت چیخ اُٹھا کہ وہ دیکھو کوئی دَرویش نماز پڑھ رہا ہے، شاید رَیل اسی وجہ سے نہیں چلتی؟ پھر کیا تھا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے گرد لوگوں کا ہُجُوم ہوگیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اطمینان سے نَماز سے فارِغ ہو کر جیسے ہی رُفَقا کے ساتھ ریل میں

سُوار ہوئے تو ریل چل پڑی۔ سچ ہے جو اللّٰہ کا ہو جاتا ہے کائنات اسی کی ہو جاتی ہے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلٰی محمَّد

تصانیف

آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مختلف عُنوانات پر کم وبیش ایک ہزار کتابیں لکھی ہیں۔ یوں تو آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ۱۲۸۶ھ سے ۱۳۴۰ھ تک لاکھوں فتوے لکھے، لیکن افسوس! کہ سب کو نَقل نہ کیا جاسکا، جو نَقل کر لیے گئے تھے ان کا نام "العطایا النبّویہ فی الفتاوی الرضویہ" رکھا گیا۔ فتاویٰ رضویہ (جدید) کی 30 جلدیں ہیں جن کے کُل صفحات: 21656، کُل سُوالات وجوابات: 6847 اور کُل رسائل: 206 ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۳۰، ص ۱۰، رضا فاؤنڈیشن مرکز الاولیاء لاہور)

ہر فتوے میں دلائل کا سمندر موجزن ہے۔ قرآن وحدیث، فِقْہ، مَنطِق اور کلام وغیرہ میں آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی وُسعتِ نظری کا اندازہ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے فتاوٰی کے مُطالَعے سے ہی ہوسکتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی چند دیگر کُتُب کے نام درج ذیل ہیں:۔

"سبحٰنُ السُّبُّوح عَن عیبِ کِذب مَقبُوح" سچے خدا پر جھوٹ کا بہتان باندھنے والوں کے رد میں یہ رسالہ تحریر فرمایا، جس نے مخالفین کے دم توڑ دیئے اور قلم نچوڑ دیئے۔ "نُزُولِ آیاتِ فُرقان بَسُکونِ زمین و آسمان" اس کتاب میں آپ نے قرآنی آیات سے زمین کو ساکن ثابت کیا ہے۔ سائنسدانوں کے اس نظریے کا کہ زمین گردِش کرتی ہے رَدّ فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں یہ کتابیں تحریر فرمائیں: المُعتَمَدُ المُستَنَد، تَجَلِّیُ الیقین، اَلکَوکَبَۃُ الشِّھابِیۃ، سِلّ السُّیُوف الھِندیہ، حیاۃُ الموات وغیرہ۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلٰی محمَّد

ترجمۂ قرآن شریف

آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے قرانِ مجید کا ترجَمہ کیا جو اُردو کے موجودہ تراجم میں سب پر فائق ہے۔آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے ترجَمہ کا نام "کنزُالایمان" ہے۔جس پرآپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے خلیفہ صدرالافاضل مولانا سیِّد نعیم الدین مُرادآبادی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے حاشیہ لکھا ہے۔

وفات حسرت آیات

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی وفات سے چار ماہ بائیس دن پہلے خود اپنے وِصال کی خبر دے کرایک آیتِ قرآنی سے سالِ وفات کا اِستخراج فرمایا تھا۔وہ آیتِ مبارکہ یہ ہے:۔

وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ (پ ۲۹، الدھر:۱۵) ترجمۂ کنزالایمان: اوران پر چاندی کے برتنوں اورکُوزوں کا دَور ہوگا۔

(سوانح امام احمد رضا، ص۳۸۴، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

۲۵ صفر المُظَفَّر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ءکو جُمُعَةُ الْمبارَك کے دن ہندوستان کے وقت کے مطابق 2 بج کر 38 منٹ پر، عین اذان کے وقت اِدھر مُؤَذِّن نے حَيَّ عَلَى الفَلاح کہا اوراُدھر اِمامِ اَہلسُنَّت ولیِ نِعمت ، عظیمُ البَرَکت، عظیمُ الْمَرْتَبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجَدِّدِ دین ومِلّت، حامیِ سُنّت، ماحیِ بدعت، عالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیروبَرَکت، حضرتِ عَلّامہ مولٰینا الحاج الحافِظ القاری الشاہ امام اَحمد رَضا خان علیہِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن نے داعیِٔ اَجل کو لبیک کہا۔اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْن۔

آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مزارِ پُر انوار بریلی شریف میں آج بھی زیارت گاہِ خاص و عام بنا ہوا ہے۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب !　　　صلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

دربارِ رسالت میں انتظار

۲۵ صفر المُظفَّر کو بیت المقدّس میں ایک شامی بُزرگ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے خواب میں اپنے آپ کو دربارِ رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم میں پایا۔ تمام صحابۂ کرام علیہم الرضوان اوراولیائے عِظام رَحِمَہُمُ اللّٰہ تعالٰی دربار میں حاضر تھے، لیکن مجلس میں سکوت طاری تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی آنے والے کا اِنتظار ہے۔ شامی بُزرگ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم میں عرض کی، حُضور! (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کس کا انتظار ہے؟ سیِّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا، ہمیں احمد رضا کا اِنتظار ہے۔ شامی بزرگ نے عرض کی، حُضور! احمد رضا کون ہیں؟ ارشاد ہوا، ہندوستان میں بریلی کے باشِندے ہیں۔ بیداری کے بعد وہ شامی بُزرگ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تلاش میں ہندوستان کی طرف چل پڑے اور جب وہ بریلی شریف آئے تو انہیں معلوم ہوا کہ اس عاشقِ رسول کا اسی روز (یعنی ۲۵ صفرالمُظفَّر ۱۳۴۰ھ) کو وصال ہو چکا ہے جس روز انہوں نے خواب میں سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کو یہ کہتے سنا تھا کہ "ہمیں احمد رضا کا انتظار ہے۔"

(سوانح امام احمد رضا ص ۳۹۱، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

یاالٰہی جب رضاؔ خوابِ گراں سے سر اٹھائے
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفٰے کا ساتھ ہو

(ماخوذ از رسالہ "تذکرۂ امام احمد رضا" مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

منقبت بر اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربِّ العزت

(از: شیخ طریقت امیر اہلسنّت حضرت علّامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطّار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ)

تُو نے باطل کو مٹایا اے امام احمد رضا
دین کا ڈنکا بجایا اے امام احمد رضا

دَورِ باطل اور ضَلالت ہند میں تھا جس گھڑی
تُو مجدِّد بن کے آیا اے امام احمد رضا

تھرتھرائے کانپ اُٹھے باغیانِ مصطفٰے
قہر بن کے اُن پہ چھایا اے امام احمد رضا

علم کا دریا ہوا ہے موجزن تحریر میں
جب قلم تُو نے اُٹھایا اے امام احمد رضا

خَلْق کو وہ فیض بخشا علم سے بس کیا کہوں
علم کا دریا بہایا اے امام احمد رضا

اے امامِ اہلسنّت! نائبِ شاہ ہُدیٰ!
کیجئے ہم پر بھی سایہ اے امام احمد رضا

فیض جاری ہی رہے گا حشر تک تیرا شہا
کام ہے وہ کر دکھایا اے امام احمد رضا

قبر پر ہو بارشِ انوارِ حق تیری سدا
ہو نبی کا تجھ پہ سایہ اے امام احمد رضا

ہے بدرگاہِ خدا عطّار عاجز کی دُعا
تجھ پہ ہو رحمت کا سایہ اے امام احمد رضا

تعارُف مُؤلِّف

﴿شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حُضور مفتیٔ اعظم ہند، علّامہ مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان علیہ رحمۃ المنّان﴾

وِلادت: شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتیٔ اعظم ھند علّامہ مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان نوری علیہ رحمۃ اللہ الباری اپنے والدِ محترم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کی دعاؤں کا مظہر بن کر ۲۲ ذوالحجہ ۱۳۱۰ھ 7 جولائی 1893ء بروز جمعۃ المبارک اس دُنیا میں تشریف لائے۔

مُرشِد کی مُبارک باد: جب آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی وِلادت ہوئی تو اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رسالت، مجدِدِ دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اُس وقت اپنے مُرشِد خانے میں تھے۔ حضرت اُبوالحسین نُوری علیہ رحمۃ اللہ الباری نے آپ کو پیدائشِ فرزند کی مبارک باد دی اور فرمایا: ''آپ بریلی تشریف لے جائیں۔'' کچھ دن بعد حضرت نُوری علیہ رحمۃ اللہ الباری بریلی تشریف لائے تو شہزادۂ اعلیٰ حضرت کو آغوشِ نُوری میں ڈال دیا گیا۔ حضرت نوری علیہ رحمۃ اللہ الباری نے فرمایا: ''یہ بچہ بڑا ہو کر دین وملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوقِ خدا کو اس کی ذات سے بڑا فیض پہنچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے، یہ فیض کا دریا ہے، اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دینِ حق پر قائم ہوں گے۔'' پھر آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اپنی انگشتِ مبارک (یعنی اُنگلی) مصطفیٰ رضا خان علیہ رحمۃ المنّان کے منہ میں رکھ کر قادِری و برکاتی برکات سے ایسا مالا مال کر دیا کہ یہی شہزادے بڑے ہو کر مفتیٔ اعظم ہند بنے۔

نام وعقیقہ اور تعلیم وتربیت: حضرت مخدوم سید شاہ ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ''ابوالبرکات محی الدین جیلانی'' نام تجویز فرمایا۔ ''محمد'' نام پر عقیقہ ہوا اور ''مصطفیٰ رضا'' عرفِ عام قرار پایا۔ مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا بچپن کا زمانہ اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے زیرِ سایہ عِلمی ماحول میں گزرا اور انہی کی سر پرستی میں تمام مروّجہ علوم و فنون میں مہارت حاصل کی۔

پہلا فتویٰ حضور مفتیٔ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے بھی اپنے والد ماجد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی

طرح پہلا فتویٰ رضاعت کے مسئلہ پر لکھا۔ اصلاح کیلئے جب یہ فتویٰ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے پیش کیا گیا تو صحیح جواب لکھنے پر آپ کے والدِ ماجد بہت خوش ہوئے اور ''صَحَّ الْجَوَابُ بِعَوْنِ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْوَھَّاب'' لکھ کر دستخط ثبت فرمادیئے اور ''ابوالبرکات محی الدین جیلانی محمد مصطفیٰ رضا خان'' لکھ کر مہر بنوا کر عطا فرمائی اور باقاعدہ فتوے کی اجازت دے دی۔ دنیائے اسلام میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتووں کو قدر و احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ حق گوئی میں کوئی آپ کا ثانی نہ تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے چند فتاویٰ کا مجموعہ **''فتاویٰ مصطفویہ''** کے نام سے پاک و ہند میں شائع ہو چکا ہے۔

خدمتِ دین: حضور مفتی اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے اپنے والد ماجد کے نقشِ قدم پر چل کر تحریری و تقریری طور پر عظیم علمی و دینی خدمات سرانجام دیں۔ اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ درس و تدریس، رُشد و ہدایت اور راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں سفر میں گزارا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہندوستان کے گوشے گوشے میں دینِ متین کی تبلیغ کیلئے تشریف لے گئے۔

نعتیہ دیوان: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد ماجد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شہرۂ آفاق نعتیہ کلام ''حدائقِ بخشش'' کی طرح آپ کا نعتیہ دیوان ''سامانِ بخشش'' بھی پڑھنے، سننے اور سمجھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

وصال شریف: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نہایت مقدس پاکیزہ اور بھرپور مصروف زندگی مبارک گزار کر 14 محرم الحرام 1402ھ بمطابق 12 نومبر 1981ء داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ آپ کی نمازِ جنازہ اسلامیہ انٹر کالج بریلی شریف میں ہوئی جس میں لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کی۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزارِ پُرانوار خانقاہِ رضویہ محلہ سوداگران بریلی شریف میں اپنے والد ماجد امامِ اہلسنت **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بائیں پہلو میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

امیرِ اہلسنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں؛

مفتیٔ اعظم سے ہم کو پیار ہے ان شاء اللّٰہ اپنا بیڑا پار ہے

(تفصیلی حالات و خدمات جاننے کے لئے جہانِ مفتیٔ اعظم مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ملاحظہ کیجئے۔)

مَلفُوظات کی اَہَمِّیَّت

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بِلا شبہ بُزُرگانِ دین علیہم رحمۃُ اللہِ المُبین کی کتابِ حیات کے ہر صفحہ میں ہمارے لئے رہنمائی کے نِکات ہوتے ہیں۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جن کے شام وسحرا اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی رضا پانے کی کوشش میں گزرتے ہیں۔ جنت کی نعمتیں، عقبیٰ کی مسرتیں اور بالخصوص خالقِ حقیقی عَزَّوَجَلَّ کے دیدار کی لذتیں ان کے پیشِ نظر ہوتی ہیں۔ لہٰذا یہ دنیا میں ایک مُسافر کی سی زندگی بسر کرتے ہوئے جہانِ آخرت کو اپنی مَنزِل سمجھتے ہیں اور اُس کی آبادکاری وشادمانی کے لئے اِس طرح کوشاں دکھائی دیتے ہیں جیسے کوئی دُنیادار اپنی دُنیا بنانے کے لئے ہر لمحہ بے قرار دکھائی دیتا ہے۔ اِن نفوسِ قدسیہ کو یہ خوف لاحق ہوتا ہے کہ اگر وہ دُنیاوی لذّات اور آسائشوں میں کھو گئے تو اُخروی زندگی ویران ہوسکتی ہے۔ چنانچہ فکرِ آخرت اِن کے دل میں ایسا گھر کرلیتی ہے کہ انہیں نہ تو یہاں کے عالیشان محلّات بھاتے ہیں اور نہ دُنیاداروں کی دولت کی چمک اُن کی آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے۔ دراصل ان کی نگاہیں تو اپنے خالق ومالک عَزَّوَجَلَّ کی رضا پر جمی ہوتی ہیں۔ یہی وہ پاکیزہ ہستیاں ہیں کہ جن پر اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے اِنعام واکرام کی بارشیں نازِل فرماتے ہوئے انہیں قرانِ پاک میں اپنے **"انعام یافتہ بندے"** قرار دیا۔ چنانچہ سورۃ النساء میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا○ (پ ۵، سورۃ النساء: ٦٩)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔

یہی وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جن کے ذکر سے دِلوں کو **فرحت**، رُوحوں کو **مُسرت** اور فکر ونظر کو **جَودَت** (یعنی تیزی) ملتی ہے اور ذکر کرنے والے پر رحمت نازِل ہوتی ہے۔ حضرت سُفیان بن عُیَیْنَہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ''عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَنَزِلُ الرَّحْمَۃُ یعنی نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت نازِل ہوتی ہے۔''

(حلیۃ الاولیاء، رقم ۱۰۷۵۰، ج۷، ص ۳۳۵، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ان ولیوں کے نقشِ قدم پر چل کر ہم بھی دُنیا وآخرت کی ڈھیروں **بھلائیاں** پاسکتے ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ہم جیسے گنہگاروں کے لئے کامل طور پر اِن کے نقشِ قدم پر چلنا ناممکن نہیں تو بے حد دُشوار ضرور ہے لیکن اِس دُشواری کو آڑ بنا کر اپنی اِصلاح کی کوشش **ترک** کر دینا بہت بڑی **نادانی** ہے۔ **میٹھے میٹھے** اسلامی بھائیو! اگر چہ ہم اِن پاکیزہ ہستیوں جیسا نہیں بن سکتے مگر ان کے حالات وملفوظات کی روشنی میں اپنی نیّتوں اور معاملات کی دنیا تو **سنوار** سکتے ہیں، اپنے نفس کی خوشنودی کے سودوں سے تو **باز** رہ سکتے ہیں، حلال وحرام کی **تمیز**، آخرت کے **نفع ونقصان** اور اپنے **ربّ قدیر** عَزَّوَجَلَّ کے **غضب ورضا** کا خیال تو رکھ سکتے ہیں۔

غالباً اسی مقدس جذبے کے تحت جہاں مؤلفین ومؤرخین نے ان بُزرگوں کے حالاتِ زندگی قلمبند کیے وہیں ہر دور میں کسی نہ کسی برگزیدہ ہستی کے **اِرشادات وملفوظات** کو ان کے مُعتَقِدِین نے آئندہ نسلوں کے لئے **محفوظ** رکھنے کی کوشش کی۔ **میٹھے میٹھے مَدَنی آقا** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے **فرامین** کو ہم اِس سلسلے کی **بنیاد** کہہ سکتے ہیں لیکن دونوں میں **بنیادی فرق** یہ ہے کہ فرامینِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم شریعت کی دلیل اور بُزرگانِ دین علیہم رحمۃ اللہ المبین کے **ملفوظات** **عموماً** اِن فرامین کی (گویا) تشریح ہوتے ہیں۔

زبانِ ولی سے اَدا ہونے والے اَلفاظ **تاثیر کا تیر** بن کر سننے والے کے دل میں پیوست ہوجاتے ہیں اور **اِصلاحِ اَحوال** کا سبب بنتے ہیں، اس ضمن میں ایک **اِیمان اَفروز حکایت** ملاحظہ کیجئے۔

زبانِ ولی کی تاثیر

حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم بن ادھم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کی خدمت میں ایک **نوجوان** حاضر ہوا اور کہنے لگا: ''میں نے اپنی جان پر بہت **ظُلم** کیا ہے، مجھے کچھ نصیحت ارشاد فرمائیں جو مجھے **گناہوں** کو چھوڑنے میں مُعاوِن ہو۔'' آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر تم **پانچ خصلتوں** کو اپنا لو تو گناہ تمہیں کوئی نقصان نہ دیں گے اور ان کی لذّت ختم ہوجائے گی۔'' اس نے آمادگی کا اِظہار کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''**پہلی بات** یہ ہے کہ جب تم **گناہ کا اِرادہ** کرو تو **اللہ** تعالیٰ کا رِزق **مت کھاؤ**۔'' وہ نوجوان بولا، ''پھر میں کھاؤں گا کہاں سے؟ کیونکہ دنیا میں تو ہر شے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی عطا کردہ ہے۔'' آپ نے فرمایا، ''کیا یہ **اچھا** لگے گا کہ تم ربّ تعالیٰ کا رِزق بھی کھاؤ اور اس کی **نافرمانی** بھی کرو؟'' اس نوجوان نے کہا، ''نہیں!'' اور کہا: ''دوسری بات بیان فرمایئے۔'' آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''**دوسری بات** یہ ہے کہ جب تم کوئی **گناہ** کرنے لگو تو **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے **ملک** سے باہر نکل جاؤ۔'' وہ کہنے لگا: ''یہ تو پہلی بات سے بھی مشکل ہے کہ مشرق سے مغرب تک **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہی کی مملکت ہے۔'' آپ نے اِرشاد فرمایا: ''تو کیا یہ مناسب ہے کہ جس کا رزق کھاؤ یا جس کے ملک میں رہو، اس کی **نافرمانی** بھی کرو؟'' نوجوان نے نفی میں سر ہلایا اور کہا، ''تیسری بات بیان فرمائیں۔''

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: "**تیسری بات** یہ ہے کہ جب تم کوئی گناہ کرو تو ایسی جگہ کرو جہاں تمہیں کوئی نہ **دیکھ** رہا ہو۔" اس نے کہا: "حضور! یہ کیسے ہوسکتا ہے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تو ہر بات کا جاننے والا ہے کوئی اس سے کیسے چھپ سکتا ہے؟" تو آپ نے فرمایا: "تو کیا یہ **اچھا لگے گا** کہ تم اس کا رزق بھی کھاؤ، اس کی مملکت میں بھی رہو اور پھر اسی کے سامنے اس کی **نافرمانی** بھی کرو؟" نوجوان نے کہا: "نہیں، چوتھی بات بیان فرمائیں۔" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "**چوتھی بات** یہ ہے کہ جب ملک الموت علیہ السلام تمہاری رُوح قبض کرنے تشریف لائیں تو ان سے کہنا: "کچھ دیر کے لئے ٹھہر جائیں تاکہ میں **توبہ** کر کے چند **اچھے اعمال** کرلوں۔" اس نے کہا: "یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اس مطالبے کو مان لیں۔" تو آپ نے ارشاد فرمایا: "جب تم جانتے ہو کہ موت **یقینی** ہے اور اس سے بچنا ممکن نہیں تو چھٹکارے کی توقّع کیسے کرسکتے ہو؟" اس نے عرض کی: "پانچویں بات ارشاد فرمائیں۔" آپ نے فرمایا: "**پانچویں بات** یہ ہے کہ جب زَبانِیَہ آئے (یعنی عذاب کے فرشتے آئیں) اور تجھے جہنّم کی طرف لے جایا جائے تو **مت جانا**۔" اس نے عرض کی: "وہ نہیں مانیں گے اور نہ مجھے چھوڑیں گے۔" تو آپ نے ارشاد فرمایا: "تو پھر تم **نجات کی اُمید** کیسے رکھ سکتے ہو؟"

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادھم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم کے حکمت بھرے **ملفوظات** سن کر وہ نوجوان پکار اٹھا: "مجھے یہ **نصیحت** کافی ہے، اب میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے معافی مانگتا ہوں اور **توبہ** کرتا ہوں۔" اس کے بعد وہ نوجوان مرتے دم تک **عبادت** میں مشغول رہا۔ (کتاب التوابین، توبۃ شاب مسرف علی نفسہ، ص ۲۸۵)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علٰی محمَّد

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! بُزرگانِ دین علیہم رحمۃ اللہ المبین کے **ملفوظات** ان کی مَدَنی سوچ کے ترجمان ہوتے ہیں جن سے سُننے والوں کو شریعت وطریقت کے آداب معلوم ہوتے ہیں، نیکیوں کی **رغبت** بڑھتی اور گناہوں سے **نفرت** پیدا ہوتی ہے۔ **ملفوظات** کی ترتیب وتدوین کا سلسلہ بہت **قدیم** ہے، عربی زبان میں اس کا ذخیرہ **اَمالی** [1] کے نام سے موجود ہے، چند مشہور اَمالی یہ ہیں:

(1) اَمَالِی ابْنِ حَجَرْ (احمد بن علی بن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ)

(2) اَمَالِیُ ابْنِ عَسَاکِرْ فِیْ حَدِیْث (ابو القاسم علی بن الحسن الدمشقی متوفی ۵۷۱ھ)

(3) اَمَالِیُ الْمُطْلَقَۃ (امام عبدالرحمن جلال الدین السیوطی الشافعی متوفی ۹۱۱ھ)

(4) اَمَالِیُ اَبِیْ الْفَرَج (السرخی الشافعی عبدالرحمن بن احمد متوفی ۴۹۴ھ)

(5) اَمَالِیُ فَخْرُ الدِّیْن قَاضِیْخَان (حسن بن منصور الاوزجندی متوفی ۵۹۲ھ)

(6) اَمَالِیُ الْقِیْرَاطِی (عثمان سعد بن محمد القیراطی متوفی ۳۳۰ھ)

(7) اَلْمَبْسُوْط (شمس آئمہ محمد بن احمد السرخسی الحنفی متوفی ۴۸۳ھ)

(8) اَمَالِیْ (امام ابو یوسف قاضی یعقوب بن ابراھیم الانصاری الحنفی متوفی ۱۸۲ھ/۱۸۳ھ)

(9) اَمَالِیُ الْخَمْسُمِائَۃ (ابو سعد عبدالکریم بن محمد الشافعی متوفی ۵۶۲ھ)

برصغیر پاک وہند میں بھی **ملفوظات** جمع کرنے کا سلسلہ رہا ہے۔ مثلاً

(۱) ''دلیلُ العرفان'' ملفوظات حضرت خواجہ مُعین الدّین چشتی علیہ رحمۃ اللہ القوی

(۲) ''فوائدالسالکین'' ملفوظات حضرت خواجہ قطب الدّین بختیار کاکی علیہ رحمۃ اللہ الھادی

(۳) ''راحتُ القُلُوب'' ملفوظات حضرت بابا فرید الدّین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۴) ''فوائدُ الفواد'' ملفوظات حضرت نظام الدّین اولیاً محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(۵) ''اَنِیسُ الاَرْواح'' ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ رحمۃ اللہ الغنی

ماضی قریب میں اعلیٰ حضرت، مجدِّدِ دین وملّت پروانۂ شمع رسالت الشاہ مولانا **احمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمٰن کے **ملفوظات** نمایاں حیثیت کے حامل ہیں۔ علم و

[1]: وہ کتاب جس میں شیخ کے املاء کرائے ہوئے فوائدِ حدیث ہوں۔ عِلْمِیہ

معرفت کے اِن **مہکتے پھولوں** کو آپ کے شہزادے حضور مفتیِ اعظم ہند مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان علیہ رحمۃ الحنّان نے ایک **مَدَنی گلدستے** کی صورت میں آنے والی نسلوں کے لئے "**الملفوظ**" کے نام سے بطورِ تحفہ پیش کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ **55** سے زائد **عُلُوم** پر عُبُور رکھنے والے ایسے **عبقری عالم** تھے کہ درجنوں نقلی اور عقلی علوم وفنون پر آپ کی **سینکڑوں تصانیف** موجود ہیں۔ آپ کے فتاوٰی کا مجموعہ "**فتاوٰی رضویہ**" تو بحرِ فقہ میں غوطہ لگانے والوں کے لئے آکسیجن کا کام دیتا ہے۔ آپ کی تصانیف مبارکہ میں آپ کی **علمی طبیعت، فقہی مہارت** اور **تحقیقی بصیرت** کے جلوے دکھائی دیتے ہیں۔ **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چودھویں صدی کے **مجدِّد** ہیں لہٰذا **الفاظ** آپ کے **قلم** سے صفحۂ قرطاس پر منتقل ہوئے ہوں یا **زبان** سے، دونوں صورتوں میں ہمارے لئے رہنمائی کا سرچشمہ ہیں۔ "**الملفوظ**" میں قرآن وحدیث کی روشنی میں **شریعت کے اَحکام** بھی ہیں اور **طریقت کے آداب** بھی، **نبیِ اَکرم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم اور اُن کے **صحابہ کرام** رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے **فضائل ومناقب** بھی ہیں اور **سلاطینِ اسلام** کے **تذکرے** بھی، اُصولی وفروعی **مسائل** کے **دلائل** بھی ہیں اور عُلُوم وفُنُون سے اِشتِغال رکھنے والوں کے ذہن میں پیدا ہونے والے **اِشکالات کے جوابات** بھی، **حرام وحلال** کے مسائل بھی ہیں اور **خوابوں کی تعبیریں** بھی، بُزُرگوں کی ایمان افروز **حکایات** بھی ہیں اور **ذاتی تجربات** بھی، **علمی مذاکرے** بھی ہیں اور اَشعار کی **تشریح** بھی، ریاضیاتی اور سائنسی **نظریات** بھی ہیں اور **تاریخ** کے حقائق بھی، الغرض "**الملفوظ**" عوام وخواص کے لئے معلومات کا **اَنمول خزانہ** ہے۔

مفتیِ اعظم ہند حضرت علّامہ مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان علیہ رحمۃ المنان کا ہم پر احسان ہے کہ انہوں نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے علم وحکمت کے اِن موتیوں کو رشتۂ تحریر میں جوڑ کر ''الملفوظ'' کے نام سے پیش کردیا۔ اگر مفتیِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بارِ گراں اپنے کندھوں پر نہ اٹھایا ہوتا تو شاید ہم علم وحکمت کے اس عظیم ذخیرے سے محروم رہ جاتے۔ اس عظیمُ الشّان تالیف کی وجہ بیان کرتے ہوئے مفتیِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صُحبت سے حاصل ہونے والی برکتوں کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ بھی لائقِ دید ہے، چنانچہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

''میری جان ان پاک قدموں (یعنی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدموں) پر قُربان! جب سے یہ قدم پکڑے آنکھیں کُھلیں، اچھے برے کی تمیز ہوئی، اپنا نفع وزِیاں (یعنی فائدہ اور نقصان) سوجھا۔ مَنْہیات (یعنی ممنوعہ کاموں) سے تا بمَقدُور (یعنی اِمکان بھر) اِحتراز کیا (یعنی بچا) اور اَوامر (یعنی شرعی احکام) کی بجا آوری میں مشغول ہوا، اور اب اعلیٰ حضرت مُدَّ ظِلُّہُ الاقدس کی بافیض صحبت میں زیادہ رہنا اختیار کیا۔ یہاں جو یہ دیکھا کہ شریعت وطریقت کے وہ باریک مسائل جن میں مُدَّتوں غور وخوضِ کامل کے بعد بھی ہماری کیا بِساط (یعنی طاقت)! بڑے بڑے، سر ٹیک کر رہ جائیں، فکر کرتے کرتے تھکیں اور ہرگز نہ سمجھیں اور صاف ''اَنَا لَا اَدْرِیْ'' (یعنی میں نہیں جانتا۔) کا دَم بھریں، وہ یہاں ایک فقرے میں ایسے صاف فرمادیئے جائیں کہ ہر شخص سمجھ لے گویا اِشکال (یعنی دشوار) ہی نہ تھا اور وہ دَقائق ونِکاتِ مذہب و مِلَّت جو ایک چیستان (یعنی پہیلی) اور ایک مُعَمَّا ہوں جن کا حل دشوار سے زیادہ دشوار ہو، یہاں منٹوں میں حل فرمادیئے جائیں۔ تو خیال ہوا کہ یہ جواہرِ عالیہ وزَواہرِ غالیہ

(یعنی چمکدار قیمتی موتی) یونہی **بکھرے** رہے تو اِس قدر مُفید نہیں جتنا انہیں سِلکِ تحریر میں نَظم کر لینے (یعنی تحریر کی لڑی میں پرونے) کے بعد ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ پھر یہ کہ خود ہی مُتَـــمَتِّـــع ہونا (یعنی نفع اُٹھانا) یا زیادہ سے زیادہ اِن کا نفع حاضر باشانِ دربارِ عالی (یعنی موجودین) ہی کو پہنچنا، باقی اور مسلمانوں کو محروم رکھنا **ٹھیک نہیں**۔ اِن (ملفوظات) کا نفع جس قدر عام ہو اُتنا ہی بھلا۔ لہٰذا جس طرح ہو یہ تفریق جمع ہو۔ مگر یہ کام مجھ سے بے بِضَاعَت (یعنی بے مایہ) اور عَدِیمُ الْفُرصَت (یعنی مصروف ترین) کی بِساط سے کہیں سِوا (یعنی بڑھ کر) تھا اور گویا **چادر** سے زیادہ پاؤں پھیلانا تھا، اس لئے بار بار **ہمت** کرتا اور **بیٹھ** جاتا۔ میری حالت اس وقت اس **شخص** کی سی تھی جو کہیں جانے کے اِرادے سے کھڑا ہو مگر مُذَبْذَب (یعنی کشمکش و پیچ کا شکار) ہو ایک قدم آگے ڈالتا، اور دوسرا پیچھے ہٹا لیتا ہو مگر دل جو **بے چین** تھا کسی طرح **قرار** نہ لیتا تھا آخر ''اَلسَّـعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْـمَامُ مِنَ اللّٰہِ'' (یعنی کوشش میری طرف سے اور تکمیل **اللّٰہ** تعالٰی کی طرف سے۔) کہتا، کمرِ ہمت **چُست** کرتا اور ''حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل'' (یعنی **اللّٰہ** تعالٰی ہمیں کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔) پڑھتا اٹھا اور ان جواہرِ نَفِیسہ (یعنی عمدہ موتیوں) کا ایک خوشنما **ہار** تیار کرنا شروع کیا اور میں اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کے کرم سے اُمّید رکھتا ہوں کہ وہ اس **ہار** ہی کو میری **جیت** کا باعث بنائے ؎

اِیں دعا اَز مَن و اَز جُملہ جہاں آمین باد

(یعنی یہ دعا میری طرف سے اور آمین تمام جہان کی طرف سے۔ت)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ وَھُوَ حَسْبِیْ وَھُوَ خَیْرُ رَفِیْقٍ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! یہ عظیم الشان مجموعہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیاتِ مبارکہ کے آخری چند سال کے **مَلفُوظات** پر مشتمل ہے اگر **طویل مُدّت** کے **ملفوظات** جمع کیے جاتے تو آج ہمارے پاس معلومات کا بہت بڑا **خزانہ** ہوتا۔ پھر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ان ارشادات کو **جمع** کرنے کا سلسلہ **مسلسل** نہیں تھا۔ خود مفتی اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم اس کی صراحت فرماتے ہیں: ''میں نے چاہا تو یہ تھا کہ روزانہ کے مَلفوظات (یعنی اِرشادات) جمع کروں مگر میری بے فرصتی آڑے آئی اور میں اپنے اس عالی (یعنی بلند) مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ غرض جتنا اور جو کچھ مجھ سے ہوسکا میں نے کیا، آگے قبول واَجر کا اپنے مولیٰ تعالیٰ سے سائل ہوں ''وَھُوَ حَسۡبِیۡ وَ رَبِّی'' (یعنی وہی میرا رب ہے اور مجھے کافی ہے۔ ت)''

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خانِ علیہ رحمۃ الرحمٰن کے یہ ''**ملفوظات**'' بنام ''اَلْـمَـلْـفُـوظ'' آج سے تقریباً 89 سال پہلے ۱۳۳۸ھ/1919ء میں تالیف ہوئے۔ **اعلیٰ حضرت** علیہ رحمۃ ربّ العزّت نے خود اس کا نام ''**المَلفوظ**'' رکھا جو اس کی تاریخِ تالیف (۱۳۳۸ھ) پر مشتمل ہے اور یہ شعر عنایت فرمایا ؎

میرے ملفوظ کچھ کیے محفوظ　　مصطفٰے مصطفٰے کا ہو ملحوظ
نام تاریخی اس کا رکھتا ہوں　　زُبَروبیِّنَہ میں الملفوظ

اللہ تعالیٰ ہمیں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اِن **ملفوظات** کو پڑھنے، **یادرکھنے** اور حتی المقدور اِن پر **عمل** کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم

مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

اَلْمَلْفُوظ اور اَلْمَدِيْنَةُ الْعِلْمِيَة (دعوتِ اسلامی)

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! روایت کے **مُعتَبَر** ہونے کا دارومدار راوی (یعنی روایت کرنے والے) کی **ثِقاہت** (یعنی قابلِ اعتبار ہونے) پر ہوتا ہے۔ اگر راوی **ثِقہ** (یعنی قابلِ اعتبار) ہو تو اس کی روایت بھی **مُستَنَد** سمجھی جاتی ہے اور اگر راوی کی ثقاہت میں **شک** ہو تو اس کی روایت بھی **مشکوک** ہو جاتی ہے۔ **ملفوظاتِ اعلیٰ** حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے راوی حضور **مفتیِ اعظم** ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو ایسے **ثِقہ** ہیں جن کے زُہد و تقوٰی، دیانت داری، علمی وَجاہت، وُسعتِ مطالعہ، قوّتِ حافظہ کی وجہ سے ثِقاہت بھی ان پر ناز کرتی ہے۔ لہٰذا حضور مفتیِ اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف کردہ **"المَلفوظ"** میں کسی شک وشبہ کی **گنجائش** نہیں رہتی۔ لیکن یہ بھی ایک **حقیقت** ہے کہ فی زمانہ ملفوظات کے نسخوں میں باہم فرق، عبارتوں میں کمی بیشی، بعض مقامات کا بعض سے متضاد ہونا اور کتابت کی غلطیاں وغیرہ **موجود** ہیں۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کہ **"ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" کو مرتب ہوئے تا دمِ تحریر (یعنی ۱۴۲۹ھ میں) **تقریباً** 89 برس کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اِس طویل عرصے میں **نقل در نقل** کی وجہ سے کتابت کی **غلطیاں** بڑھتی چلی گئیں۔ اِس پر کام کرنے والے حضرات نے بطورِ فائدہ یا حاشیہ جن الفاظ کا اِضافہ کیا بعد میں ناشرین کی بے احتیاطیوں کی وجہ سے وہی **الفاظ** اصل کتاب کا حصہ بن گئے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ کیجئے: حصہ اوّل میں اہرام مصر کی تعمیر کے بارے میں ہے۔

''حضرت آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس پہلے کی تعمیر ہے''

خط کشیدہ عبارت یا تو اِضافہ ہے یا اس مقام پر کچھ عبارت حَذف ہوگئی ہے۔ کیوں کہ آگے کی تفصیلات، آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چھ ہزار برس پہلے کی تعمیر ثابت کررہی ہے، نہ کہ چودہ ہزار برس پہلے کی۔

اسی طرح حصہ دُوُم میں ہے:

ایک بار عبدالرحمٰن قاری کہ کافر تھا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آپڑا چرانے والے کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا۔ اسے قرأت سے قاری نہ سمجھ لیں بلکہ قبیلہ بنی قارہ سے تھا

خط کشیدہ عبارت نہ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزّت کا **اِرشاد** ہے نہ حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی **توضیح**، بلکہ یہ کسی اور کا **تصرُّف** معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے بعد جو تفصیلی واقعہ اعلیٰ حضرت نے بیان فرمایا ہے وہ صحیح مسلم (کتاب الجہاد السیر، باب غزوۃ ذی قرد وغیرہ، الحدیث ۱۸۰۷، صفحہ ۱۰۰۱) پر تفصیلاً موجود ہے۔ جس میں ''عبدالرحمٰن فزاری'' درج ہے نہ کہ ''عبدالرحمٰن قاری''۔ کتابت یا نقل کی غلطی سے ''فزاری''، ''قاری'' ہوگیا۔ قاری چونکہ قرآن کا علم رکھنے والے کو کہا جاتا تھا اور ایک کافر پر اس کا اطلاق غیر موزوں محسوس ہوا، اس لیے ناقل کو خط کشیدہ عبارت بڑھانی پڑی، صاحبِ ملفوظ اس سے بَرِی ہیں۔

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ان دو مثالوں سے واضح ہوگیا کہ **ملفوظات** میں پائی جانے والی **غلطیاں** بعد والوں کا حصہ ہیں، صاحبِ **ملفوظات** اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یا **مؤلّفِ کتاب** مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا دامن ان سے **پاک** ہے۔ خود

حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی بعد والے نسخوں میں نقل وکتابت کی غلطیوں پر ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''نہ جانے کیسے چھپوادیا ہے۔''

آج مسلمانوں کی اکثریت بُزرگانِ دین علیہ رحمۃ اللہ المبین کے **علمی ذخائر** سے خاطر خواہ **فائدہ** نہیں اُٹھاپاتی جن میں ''الملفوظ'' بھی شامل ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جس مبارک زمانے میں اِن **ملفوظات** کی تالیف ہوئی، اور آج کے حالات میں بہت **فرق** ہے۔ اُس وقت **عِلْمِ دین** سیکھنے سکھانے کا **جذبہ** آج کی نسبت کہیں زیادہ تھا۔ **صحبتِ علماء** میں رہنا پھر دینی کتب کا **مُطالعہ** کرنا مسلمانوں کے معمولات کا حصہ تھا۔ آہ! آج مسلمانوں کی اکثریت **شوقِ عِلْمِ دین** سے **محروم** ہے حتّی کہ **فرض عُلُوم** سیکھنے کی طرف بھی **توجُّہ** نہیں، اگر اس بات کا **یقین** نہ آئے تو کبھی بھرے مجمع میں **عوام** سے پوچھ لیجئے کہ **نماز** کی کتنی **شرائط** ہیں؟ کن چیزوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟ وُضو وغُسل کے کتنے **فرائض** ہیں؟ وغیرھا، چلئے یہی **پوچھ** لیجئے کہ **عِیْدُ الْفِطْر** کونسے اسلامی مہینے کی **کس تاریخ** کو ہوتی ہے تو ایسے بھی ملیں گے جو لا**علمی** کا اظہار کریں گے۔ پھر **علمی اِسْتِعْداد** (یعنی صلاحیت) کا کیا کہئے کہ اُن دِنوں جو باتیں **عوام** بھی جانتے تھے، آج درسِ نظامی (یعنی عالم کورس) کا **طالِبِ عِلْم** بھی ٹھیک سے نہیں بتاپاتا۔ اِن سب باتوں کے ساتھ ساتھ **ملفوظات** کے اس علمی ذخیرے سے **اِستفادہ** یوں بھی مشکل ہوگیا کہ زمانے کے ساتھ ساتھ زبان بھی **بدلتی** چلی گئی، **اَلفاظ** کا **صحیح تَلَفُّظ** اور اِن کے **معنی** پرنظر رکھنا عوام کے لئے **دُشوار ترین** ہوتا چلا گیا اور یوں یہ بھی **خواص** کی ہی عادت قرار پائی۔ پھر صاحبانِ علم وفن جانتے ہیں کہ **فَصَاحَت وبَلَاغت** (یعنی کلام کی عمدگی) اپنے اعلیٰ معیار کو قائم رکھنے کے لئے دوسری بہت سی باتوں کے

ساتھ ساتھ مخاطب (یعنی جس سے کلام کیا جائے) اور وقتِ تخاطُب (یعنی کلام کرنے کے وقت) کی محتاج ہوتی ہے۔

ان تمام باتوں کو پیشِ نظر رکھا جائے تو صاف ظاہر ہے آج عوام کا اپنے مُحسن، اعلیٰ حضرت، مجدِّدِ دین وملّت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے اِن اِرشادات سے مُستَفِید ہونا بے حد دُشوار ہے۔ وہ عقیدت میں الملفوظ یا کوئی اور کتاب پڑھنے کے لئے کھولتے ہیں مگر تھوڑی دیر بعد مکمل سمجھ نہ آنے کی وجہ سے تھک کر بند کر دیتے ہیں اور ایک طرف رکھ چھوڑتے ہیں پھر نفس وشیطان انہیں دوبارہ کتاب کھولنے ہی نہیں دیتے کہ پڑھ کر کیا کرو گے سمجھ تو آتی نہیں۔ پھر عُلَماء کی دلچسپی رِوایات وحِکایات کے حوالہ جات میں بھی ہوتی ہے جس سے سابقہ تمام نسخے خالی تھے۔ مختلف مقامات پر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات بھی شامل کتاب نہیں تھے۔ لہٰذا "الملفوظ" کے ایسے نسخے کی ضرورت شدت سے محسوس کی جارہی تھی جس میں مشکل اَلفاظ کے معنٰی درج ہوں، مشکل جملوں کی تسہیل کی گئی ہو، حوالہ جات ہوں، کتابت کی غلطیاں نہ ہونے کے برابر ہوں، پیچیدہ مقامات پر حواشی ہوں، علاماتِ ترقیم کا اہتمام ہو، الغرض ہر وہ چیز ہو جو کتاب کے حسن اور اِفادے میں اِضافہ کرے۔ اِسی ضرورت کے پیشِ نظر تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے ادارے المدینۃ العلمیۃ کے شعبہ کُتب اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت نے عاشقِ اعلیٰ حضرت، امیرِ اہلسنّت حضرت علّامہ مولانا محمد الیاس عطّار قادری دامت برکاتہم العالیہ کی خواہش کے احترام میں اس کتاب پر کام کا آغاز کیا۔ یہ کام جتنا عظیم تھا اُتنا ہی مشکل ترین بھی تھا کیونکہ معاملہ صاحبِ ملفوظات اور

مؤلف ملفوظات کی ترجمانی کا تھا۔ مگر ''مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہوگئیں'' کے مصداق الملفوظ کا پہلا حصہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے بحسن وخوبی مکمل ہوا

اس عظیم تالیف پر ہم نے جس انداز سے کام کیا اس کی تفصیل مُلَاحَظہ کیجئے:

کام کرنے والوں کا انتخاب: اس نسخے کی تیاری کے لئے جامعۃ المدینہ (دعوتِ اسلامی) کے فارِغُ التحصیل 5 ذہین مَدَنی علماء دامت فیوضھم کو منتخب کیا گیا جو حوالہ جات کی تخریج، مقابلہ، پروف ریڈنگ اور کمپوزنگ میں قابلِ قدر مہارت وتجربہ رکھتے ہیں۔ پھر ان کا ذمہ دار اُس مَدَنی عالم دین دام ظلہ المبین کو بنایا گیا جو تقریباً 7 سال کے عرصے میں نئی و پرانی 100 سے زائد کتابوں پر کام کر چکے ہیں۔ پھر اس کام کے تمام مراحل کے لئے متعدد مَدَنی مشورے کئے گئے، مفتیانِ کرام دامت فیوضھم سے بھی رہنمائی لی گئی، اس کے بعد اعلیٰ حضرت و مفتیِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہوں سے اِسْتِمْداد (یعنی مدد طلب) کرتے ہوئے کام کا آغاز کر دیا گیا۔

کتابت: اس نسخے کی کتابت (کمپوزنگ) حامد اینڈ کمپنی (مرکز الاولیاء لاہور) کے مطبوعہ نسخے سے کی گئی ہے۔

مقابلہ: مقابلے کے لئے نسخے حاصل کرنے کے لئے پاکستان اور ہندوستان کے متعدد عُلَماء اور اِداروں سے بار بار رابطہ کیا گیا جس کے نتیجے میں 4 نسخے ﴿حامد اینڈ کمپنی (مرکز الاولیاء لاہور)، قادری کتاب گھر بریلی شریف (ہند)، مظہر العلوم یوپی (ہند) مشتاق بک کارنر (مرکز الاولیاء لاہور)﴾ حاصل ہوگئے مگر افسوس کہ وہ نسخہ جسے خُود مفتیِ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مُرَتَّب فرمایا تھا، حاصل نہ ہو سکا جس پر سوائے حسرت بھری آہ

بھرنے کے کچھ نہ کر سکے۔ حال ہی میں الملفوظ کا **انگریزی ترجمہ** (مع تخریج) بھی ڈربن، ساؤتھ افریقہ سے شائع ہوا ہے، ایک کرم فرما سے عاریتاً لے کر اس کا انداز بھی دیکھا گیا۔ پھر 3 نسخوں (حامد اینڈ کمپنی (مرکز الاولیاء لاہور)، قادری کتاب گھر بریلی شریف (ہند)، مظہر العلوم یوپی (ہند)) کا انتخاب کر کے بیک وقت تین مَدَنی علماء سے **مقابلہ** کروایا گیا۔ پھر جہاں جہاں **فرق** نظر آیا اس کی نوعیت کے مطابق **ترکیب** بنائی گئی ہے۔ مثلاً اگر کتابت کی غلطی ہے تو درست کر دیا گیا، اگر محض **اَلفاظ میں فرق** ہے مگر معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا تو کتاب کے اُسلوب کی رہنمائی میں الفاظ یا تو **باقی** رکھے گئے یا کہیں کہیں **تبدیل** کر دیئے گئے ہیں، وغیرھا۔ اور اگر الفاظ کی تبدیلی سے معنی میں فرق آرہا ہے تو اس کی وضاحت **حاشیہ** میں کر دی گئی ہے۔

ترجمہ: جن عربی وفارسی عبارتوں کا ترجمہ موجود نہیں تھا، وہاں بریکٹ () میں ترجمہ لکھنے کے بعد آخر میں نشاندہی کے لئے ''ت'' لکھ دیا گیا ہے۔ جن آیات کا ترجمہ پہلے سے درج نہیں تھا وہاں **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے شہرۂ آفاق ترجمۂ قرآن **''کنزالایمان''** سے ترجمہ لکھا گیا ہے۔

عنوانات وموضوعات: سوالات کے **عنوانات** اور حکایات کے **موضوعات** دیئے گئے ہیں تاکہ مُطالَعہ کرنے والوں کی دلچسپی بڑھے۔

مشکل الفاظ کے معانی واعراب: پڑھنے والوں کی آسانی کے لئے جہاں عربی الفاظ پر **اعراب** لگائے گئے وہیں اُردو زبان کے مشکل الفاظ پر اِعراب لگانے کے بعد بریکٹ () میں **مُرادی معانی** بھی لکھ دیئے گئے ہیں۔ مشکل جملوں کی **تسہیل** کی کوشش **حاشیہ** میں کی گئی ہے۔ پھر بھی اگر کوئی بات سمجھ نہ آئے تو

علماءِ کرام دامت فیوضھم سے **رابطہ کیجئے۔**

علاماتِ ترقیم: کامہ، فل اسٹاپ، اِستِفہامیہ وغیرہ کی علامات جہاں پڑھنے والوں کو آسانی فراہم کرتی ہیں وہیں معنی کو تبدیل ہونے سے بھی بچاتی ہیں، مثلاً ''روکو مت جانے دو'' کو بغیر علامات کے لکھا جائے تو معنیٔ مُرادی سمجھنا **مشکل** ہے لیکن اگر ''روکو! مت جانے دو'' یا ''روکو مت! جانے دو'' لکھا جائے تو لکھنے والے کا مقصد واضح ہوجائے گا۔ **ملفوظاتِ** اعلیٰ حضرت میں اس کا بھی اِلتِزام کیا گیا ہے، ایک مثال مُلاحظہ ہو؛ الملفوظ حصہ اوّل میں ہے؛

ارشاد: میں نے اِس میں کافر لکھا ہے۔

یہ جملہ کافر لکھنے کے دعوٰی پر دلالت کرتا ہے لیکن دراصل یہ جملۂ استفہام ہے، لہٰذا! اگر آخر میں سوالیہ نشان ''؟'' لگادیا جائے تو مطلب بالکل **واضح** ہو جاتا ہے۔

تخریج: آیاتِ قرانی، احادیثِ مبارکہ، روایات وحکایات اور فقہی مسائل کے **حوالہ جات** حتی المقدور لکھ دیئے گئے ہیں۔ آخر میں **ماخذ ومراجع** کی فہرست بھی دی گئی ہے۔ دورانِ **تخریج** بعض مقامات ایسے آئے جہاں احادیث کریمہ کی **عربی عبارتیں** درج تھیں مگر اصل کتب میں وہ عبارتیں کچھ **تبدیلی** کے ساتھ ملیں مثلاً **ملفوظات** کے دوسرے حصے میں خضاب سیاہ کی حرمت پر **چھ حدیثیں** پیش کی گئی ہیں جن میں پہلی حدیث بحوالہ **مسلم شریف** یوں درج ہے ''غَیِّرُوا هٰذَا الشَّیْبَ وَلَا تَقْرَبُوا السَّوَادَ'' جبکہ **مسلم شریف** (کتاب اللباس الزینة،باب استحباب خضاب

الشیب ......الخ،الحدیث ۲۱۰۲،ص ۱۱۶٤) میں یہ حدیث یوں ہے ''غَیِّرُوا ھٰذَا بِشَیْءٍ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ'' دوسری حدیث سنن نسائی کے حوالے سے یوں پیش کی گئی ہے۔ ''یَاتِی نَاس یَخْضِبُوْن بِالسَّوَادِ کَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا یَرِیْحُوْنَ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃ'' جبکہ سنن نسائی (کتاب الزینۃ،باب النھی عن الخضاب بالسواد،ج۸،ص۱۳۸) میں اس کا متن یہ ہے ''قَوْمٌ یَخْضِبُوْنَ بِھٰذَا السَّوَادِ آخِرَ الزَّمَانِ کَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ لَا یَرِیْحُوْنَ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ''۔

اس فرق کے دو سبب ہوسکتے ہیں:﴿1﴾ دراصل ملفوظات کی تدوین اَمالی کی شکل میں نہیں ہوئی تھی کہ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزّت ارشاد فرماتے ہوں اور ساتھ ہی ساتھ اِملا کیا جاتا ہو، بلکہ یہ مختلف نشستوں کے اِفادات، یا اِستفسار کے جوابی ارشادات ہوتے تھے۔ عین ممکن ہے کہ جن حضرات کو حضور مفتیِ اعظم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم نے نقل کرنے پر مامور کیا تھا انہوں نے اپنی یادداشت کے مطابق نَقْل کیا ہو جس سے الفاظ میں فرق آگیا۔ اِس صورت میں صاحبِ ملفوظات و مؤلّف ملفوظات پر کوئی اِلزام سرے سے عائد ہی نہیں ہوتا۔ ﴿2﴾ صحتِ نقل (یعنی جیسا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا وہی الفاظ نقل کئے گئے) کی تقدیر پر اس قسم کے فرق کو زیادہ سے زیادہ رِوایت بِالْمعنیٰ (جس میں راوی کے الفاظ تو محفوظ نہ رہ سکیں لیکن مفہوم پورا پورا ادا کر دیا جائے۔) کا فرق کہا جاسکتا ہے۔ روایت باللفظ (جس میں راوی کے الفاظ کی بیشی کئے بغیر ہو بہو ادا کر دیئے جائیں) کی اہمیت وافضیلت اپنی جگہ مگر شریعت ایک متبحر عالم جو نُصُوص کے معنیٰ اچھی طرح سمجھ سکتا ہو، اسے روایت بالمعنیٰ کی اجازت دیتی ہے۔ چنانچہ اُصولِ حدیث کی کتاب ''نُخبَۃُ الْفِکر'' کی شرح ''نُزْھَۃُ النَّظر'' میں علامہ ابنِ حجر عسقلانی علیہ رحمۃ اللہ الغنی فرماتے

ہیں: "حدیث کے مَتْن کو جان بوجھ کر بدلنا اور کلماتِ حدیث میں کمی کرکے اس میں اِخْتِصار کرنا اور کسی کلمے کو کسی مُرادِف کلمے سے بدلنا جائز نہیں مگر اس شخص کے لئے جو الفاظ کے معانی، اور ان تَغَیُّرات کو جانتا ہو جن سے معانی بدل جاتے ہیں۔" (نُزْہَۃُ النَّظر، ص ۸۲) مزید فرماتے ہیں: "روایت بالمعنی کے سلسلے میں اختلاف مشہور ہے۔ اکثر علما اس کے جواز پر ہیں، ان کے مضبوط دلائل میں یہ ہے کہ، شریعت کی توضیح وتشریح اہل عجم کے لئے ان کی زبان میں جانکار آدمی کے لئے جواز پر اجماع ہے۔ تو جب دوسری زبان سے بدلنا جائز ہے تو عربی زبان سے بدلنا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اس کے لئے جائز ہے جسے لفظ اس طرح مُسْتَحضَر ہو کہ اس میں تصرف کر سکے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسا اس شخص کے لئے جائز ہے جسے حدیث یاد تھی، پھر الفاظ بھول گیا، اور اس کا معنی اس کے ذہن میں باقی ہے تو وہ روایت بالمعنی کرسکتا ہے تاکہ اس سے حکم لے سکے، برخلاف اس کے جسے الفاظِ حدیث مستحضر ہوں۔ (نُزْہَۃُ النَّظر، ص ۸۳)

اِن اقتباسات سے معلوم ہوا کہ بیانِ حدیث میں اگر مفہوم نہ بدلا ہو تو **روایت بالمعنی** جائز ہے۔ لہٰذا! ان عبارتوں کو بنیاد بنا کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حدیث دانی پر اعتراض کرنا اپنی **کم علمی کا اعتراف** کرنے کے مترادِف ہے۔ **علم حدیث** میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وسعتِ مطالعہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کی 1000 سے زائد تصانیف وفتاوی میں سے فقط 300 تصانیف میں درج کی گئی 3663 احادیث کا مجموعہ تیار کیا گیا ہے جو جامعُ الْاَحادیث کے نام سے چھ ضخیم جلدوں میں شائع ہوچکی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن سے جب دریافت کیا گیا: آپ نے حدیث کی کون کونسی کتابیں درس کی ہیں؟ تو آپ نے جواباً مندرجہ ذیل کتب حدیث کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: مسند امام اعظم، مؤطا امام محمد

، کتاب الآثار امام محمد وکتاب الخراج امام ابو یوسف وکتاب الحج امام محمد وشرح معانی الآثار امام طحاوی، مؤطا امام مالک ومسند امام شافعی ومسند امام احمد وسنن دارمی وبخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ وخصائص نسائی ومنتقی ابن الجارود وعلل متناہیہ ومشکوۃ وجامع کبیر وجامع صغیر وذیل جامع صغیر ومنتقی ابن تیمیہ وبلوغ المرام وعمل الیوم واللیلۃ ابن السنی وکتاب الترغیب، خصائص کبری وکتاب الفرج بعد الشدۃ وکتاب الاسماء والصفات وغیرہ پچاس سے زائد کتب حدیث میرے درس وتدریس ومطالعہ میں رہیں۔ (اظہار الحق الجلی، ص۴۰)

''فتاوی رضویہ'' میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے احادیث وآثار کو روایت بالمعنی کرنے میں ''ملخصاً'' اور ''ملتقطاً'' کی **اِصطلاحات** استعمال فرمائی ہیں۔ چنانچہ ہم نے بھی تخریج میں اس کی صراحت کردی ہے۔ مُلَخَّصاً کا مطلب یہ ہے کہ کوئی حدیث یا روایت کو اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کرنا کہ اس کا مطلب تبدیل نہ ہو اور مُلْتَقِطاً کا مطلب یہ ہے کہ کوئی حدیث یا روایت کے الفاظ تو بالکل وہی رہیں اور اس میں سے کچھ الفاظ کو ذکر کردینا اور کچھ الفاظ کو حذف کردینا اس طرح کہ اس کا مطلب تبدیل نہ ہو۔

فہرست: فہرست سے اکثر نسخے خالی تھے، چنانچہ کتاب کے شروع میں فہرست بھی بنادی گئی ہے۔

ضمنی فہرست: جامعِ ملفوظات مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اندازِ تالیف یہ ہے کہ وہ سائل کے سوال کو عرض اور اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عطا کردہ ملفوظ کو اِرشاد کے نام سے تعبیر فرماتے ہیں۔ چونکہ اس کتاب کی ترتیب سائلوں کے سوالات کی ترتیب کے مطابق رکھی گئی لہٰذا کوئی فنی ترتیب قائم نہ ہوسکی مثلاً

عقائد، عبادات، معاملات وغیرہ۔ اسی لئے **اعلیٰ حضرت** رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے **ملفوظات** رنگارنگ پھولوں کی پنکھڑیوں کی طرح سینکڑوں صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں۔ پڑھنے والوں کی آسانی کے لئے ہم نے کتاب کے آخر میں موضوعات کے مطابق ضمنی فہرست بھی شامل کردی ہے تاکہ مسئلہ تلاش کرنے میں آسانی رہے۔

شماریاتی جائزہ: ملفوظات کے حصہ اوّل میں 219 سوالات اوران کے جوابات ہیں، جن میں 63 آیاتِ قرانی، 73 احادیث مبارکہ اور 29 حکایات شامل ہیں۔ علاوہ ازیں اس کتاب میں تقریباً 61 حواشی ہیں جس میں سے 54 المدینۃ العلمیہ کی طرف سے ہیں جن کے آخر پر ''عِلْمِیہ'' لکھ دیا گیا ہے۔

عرضِ حال

اِن تمام تر کوششوں کے باجود ہمیں **دعویٰ کمال** نہیں لہٰذا اس نسخے میں جو خوبی نظر آئے وہ ہمارے **اعلیٰ حضرت** علیہ رحمۃ رب العزت کے کلام کا جلوہ ہے، مفتی اعظم علامہ مولانا **محمد مصطفیٰ رضا خان** رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور عاشقِ اعلیٰ حضرت امیرِ اہلسنّت حضرت علامہ مولانا **محمد الیاس عطّار** قادری دامت برکاتہم العالیہ **کا فیض** ہے اور جہاں **خامی** ہو وہاں ہماری غیرارادی **کوتاہی** کو دخل ہے۔ اسلامی بھائیوں بالخصوص علمائے کرام دامت فیوضہم سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ جہاں جہاں ضرورت محسوس کریں بذریعہ مکتوب یا ای میل ہماری رہنمائی فرمائیں۔ **اللہ تعالٰی دعوتِ اسلامی** کے تحقیقی واشاعتی ادارے ''المدینۃ العلمیۃ'' کی اس کاوِش کو قبول فرمائے۔

امین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم

مَجْلِس اَلْمَدِیْنَۃُ الْعِلْمِیۃ (دعوتِ اسلامی)

E.mail:ilmia26@yahoo.com,...gmail.com

حصہ اوّل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

(خطبہ از: شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ محمد مصطفےٰ رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ؕ اَحْسَنُ الْمَكْتُوْبَاتِ وَعُمْدَةُ الْمَلْفُوْظَاتِ حَمْدُ مُبْدِعٍ اَنْطَقَ الْمَوْجُوْدَاتِ بِاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَخْرَجَ الْمَعْدُوْمَاتِ مِنَ الْعَدَمِ اِلَى الْوَجُوْدِ فَشَهِدْنَ اَنْ لَّامَشْهُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ الْبَيَانَ وَاَنْطَقَهٗ بِفَصِيْحِ اللِّسَانِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ الْاَكْمَلَانِ عَلٰی سَيِّدِ الْاِنْسِ وَالْجَانِّ عَمِيْمِ الْجُوْدِ وَالْاِحْسَانِ شَفِيْعِنَايَوْمَ الْجَزْعِ وَالْفَزْعِ عِنْدَ الْمَلِكِ الْمَنَّانِ الَّذِیْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَحْضِ كَرَمِهٖ حَنَّانٌ وَقَهَّارٌ عَلٰی اَجْيَالِ الْبَغْیِ وَالْعِنَادِ وَالْفَسَادِ وَالْكُفْرَانِ جَبَّارٌ عَلَى الْمُرْتَدِّيْنَ وَعَلٰی مَنْ كَفَرَ بِهٖ وَبِرَسُوْلِهٖ دَيَّانٌ، نَبِیِّ الرَّحْمَةِ ذِی الْكَرَمِ وَالْغُفْرَانِ حَامِی الْاِيْمَانِ مَاحِی الطُّغْيَانِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَالْفُسُوْقِ وَالْعِصْيَانِ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا نَاصِرِنَا وَمَاْوٰنَا حَامِيْنَا وَمَلْجَاْنَا السُّلْطَانِ اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ رَبِّنَا الرَّحْمٰنِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الَّذِيْنَ صَدَّقُوْهُ بِالْاِذْعَانِ وَاٰمَنُوْا بِمَوْلَاهُمْ بِالتَّصْدِيْقِ وَالْاِيْقَانِ وَسَعِدُوْا فِیْ مَنَاهِجِ الصِّدْقِ وَصَعِدُوْا مَعَارِجَ الْحَقِّ بِالثَّبَاتِ وَالْاِتْقَانِ هُمْ لِلدِّيْنِ اَسَاسٌ وَبُنْيَانٌ وَاَرْكَانٌ اَللّٰهُمَّ احْشُرْنَا مَعَهُمْ بِكَرَمِكَ وَاَدْخِلْنَا بِهِمْ دَارَ الْجِنَانِ بِرَحْمَتِكَ وَ مَغْفِرَتِكَ يَاكَرِيْمُ يَا رَحِيْمُ يَاغَفَّارُ يَاسُبْحَانُ اٰمِيْن اٰمِيْن يَااَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

ترجمہ

اللہ کے نام سے شروع جونہایت مہربان اور رحم والا

ہم **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کی تعریف کرتے ہیں اوراس کے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دُرُود بھیجتے ہیں، سب سے اچھی تحریراور عُمدہ کلام ،اس مُوجِد (حقیقی) کی تعریف ہے جس نے موجودات کوقوتِ گویائی عطافرمائی بایں طورکہ **اللّٰہ** عَزَّوَجَلَّ کے سواکوئی معبودنہیں اوراس کے علاوہ کوئی موجود نہیں ۔اس نے مَعْدُومَات (یعنی غیرموجود) کوعَدَم سے وُجُودکی طرف نکالاتوانہوں نے گواہی دی کہ کوئی لائقِ ذکرنہیں سوائے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے،لہٰذاتمام تعریفیں اس **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے انسان کو پیدافرمایا،اسے بیان سکھایااوراسے فصیح زبان کے ساتھ قوتِ گویائی عطافرمائی اور کامل واکمل دُرُودوسلام ہوتمام جنّ وانْس کے سردار،سخاوت واحسان کے منبع پر جو کہ گھبراہٹ (یعنی قیامت) کے دن اُس احسان کرنے والے بادشاہ (**اللّٰہ** تعالیٰ) کے حضور ہماری شَفَاعَت فرمانے والے ہین جومحض اپنے کرم سے مؤمنوں پر احسان فرمانے والا، باغیوں ،سرکشوں ،فسادیوں ،کافروں کی نسلوں پرقہرفرمانے والا ،مرتدین پرغضب فرمانے والا اوراپنے اوراپنے رسول کے جھٹلانے والے کو بدلہ دینے والا ہے۔ یہ رحمت اور کرم وبخشش والے نبی ،ایمان کی حمایت کرنے والے،سرکشی مٹانے والے،گناہ ،نافرمانی اورمعصیت بخشوانیوالے ہمارے سردار، ہمارے مولیٰ ، ہمارے مددگار، ہماری جائے پناہ اور ہمارے حامی وملجاء شہنشاہ ابوالقاسم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) جو ہمارے مہربان ربّ عَزَّوَجَلَّ کے رسول ہیں اوردُرُودوسلام نازل ہواُنکی اٰل واصحاب پرجنہوں نے سچے دل سے انکی تصدیق کی ،اپنے مولیٰ پرصدق ویقین کے ساتھ ایمان لائے، راہِ صدق میں سعادت مندہوئے اورحق کی بلندیوں میں ثابت قدمی ویقین کے ساتھ ترقّی کی ۔وہ دین کی بنیاد،عمارت اورستون ہیں ۔اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ تجھے اپنی رحمت ومغفرت کاواسطہ!اپنے کرم سے ہماراحشر انکے ساتھ فرمااورانکے صدقے ہمیں جنت میں داخل فرما۔اے کریم !اے رحیم !اے غفّار !اے سبحان !عَزَّوَجَلَّ قبول فرما،قبول فرمااے سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔

ترجمہ از شعبہ کتب اعلیٰ حضرت ،المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

مُقَدَّمَۂ کتاب

(از: شہزادۂ اعلیٰ حضرت حُضُور مفتیِ اعظم ہند مولانا الشاہ محمد مصطفٰے رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن)

اللہ اللہ اہل اللہ کی زندگی **اللہ** تعالٰی و تبارَكَ کی ایک اعلیٰ نعمت ہے۔ اِن کی ذات پاک سے ہر مصیبت ٹلتی ہے اور ہر اَڑی مشکل بآسانی بدلتی ہے۔ سُبحانَ اللّٰہ انہی نُفوسِ طیِّبہ طاہرہ (یعنی پاکیزہ ہستیوں) کے قُدُوم (یعنی تشریف آوری) کی بَرَکت سے وہ وہ عُقدہ لَا یَنحَلّ (یعنی وہ مشکل مسئلے جو حل نہ ہو سکیں) چٹکی بجاتے ہوئے حل ہوتے ہیں، جنہیں قیامت تک کبھی بھی ناخنِ تدبیر نہ کھول سکے، جس سے کیسا ہی کوئی عَقِیل و مُدَبِّر (یعنی دانشمند) ہو، حیران رہ جائے، کچھ نہ بول سکے، جسے میزانِ عقل میں کوئی نہ تول سکے۔ اللہ اکبر! اِن کی صُورت، اِن کی سیرت، ان کی رفتار، ان کی گُفتار (یعنی گفتگو)، ان کی ہر رَوِش (یعنی انداز)، ان کی ہر اَدا، ان کا ہر ہر کردار، اَسرارِ پُر وَرْدْگار عزَّ مَجْدُہٗ (یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بھیدوں) کا ایک بہترین مُرَقَّع (یعنی مجموعہ) اور بولتی تصویر ہے کہ یہ اَنفاسِ نفیسہ (یعنی پاک ہستیاں) مَظْہرِ ذاتِ عَلْیَا و صِفاتِ قُدسیہ (یعنی اللّٰہ تعالٰی کی ذات وصفات کے اَنوار کی جلوہ گاہ) ہوتے ہیں مگر بَفَحْوائے (یعنی بمطابق فرمانِ الٰہی)

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ   ترجمۂ کنز الایمان: ہر چیز فانی ہے

(پ ۲۰، القصص: ۸۸)   سوا اس کی ذات کے۔

اور

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (پ۲۷،الرحمٰن:۲۶،۲۷) ترجمۂ کنزالایمان: زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا۔

دَوام (یعنی ہمیشگی) کسی کے لئے نہیں، ہمیشہ نہ کوئی رہا ہے نہ رہے۔ ہمیشگی ربّ عزّوجلّ کو ہے، باقی جو موجود ہے مَعدوم (یعنی مٹ جانے والا، نہ رہنے والا ہے) اور ایک دن سب کو فنا ہے۔ اسی لئے اَسلافِ کِرام رحمۃ اللہ علیہم نے ایسے پاک اَنفاسِ قُدسیہ کے حالاتِ مبارکہ ومَکاتیبِ طیّبہ (یعنی خطوطِ مبارک) ومَلفوظاتِ طاہرہ (یعنی پاکیزہ ارشادات) جمع فرمائے یا اس کا اِذْن دیا (یعنی اجازت دی) کہ ان کا نَفْع قِیامت تک عام ہوجائے اور ہمیں (یعنی ہم ہی) مُستَفِید (یعنی فائدہ اٹھانے والے) ومَحظُوظ (یعنی لطف اَندوز) نہ ہوں بلکہ ہماری آئندہ نسلیں بھی فائدہ اٹھائیں اور پھر وہ بھی یوں ہی اپنے اَخلاف (یعنی بعد میں آنے والوں کے لئے) کیلئے پَند ونصائح ووَصایا، تنبیہات واِخلاص کے ذخیرے، اَذکارِ عشق ومحبت، مسائلِ شریعت وطریقت کے مجموعہ، معرفت وحقیقت کے گنجینہ (یعنی خزانہ) کو اپنے پچھلوں کے لئے چھوڑ جائیں اور یہ سلسلہ یونہی قِیامت تک جاری رہے سچ ہے۔

نہ تنہا عشق اَز دیدار خیزد بَساکیں دولت اَز گُفتار خیزد

﴿یعنی نہیں عشق محتاجِ زِیارت، کہ یہ دولت حاصل گُفتار سے بھی ہے﴾ (کلیاتِ جامی)

فقیر جب تک سِنِ شُعور (یعنی ہوش سنبھالنے کی عمر) کو نہ پہنچا تھا اور اچھے بُرے کی تمیز نہ تھی، بھلائی برائی کا ہوش نہیں تھا، اس وقت میں ایسے خیال ہونا کیا معنیٰ؟ پھر جب سِنِ شُعور کو پہنچا تو اور زیادہ بےشُعور ہوا، جوانی دیوانی مشہور ہے مگر

"اَلصُّحْبَۃُ مُؤَثِّرَۃٌ" صحبت بغیر رنگ لائے نہیں رہتی اور پھر اچھوں کی صحبت! اور وہ بھی کون؟ (یعنی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) جنہیں سَیِّدُ الْعُلَمَاء (یعنی علماء کا سردار) کہیں تو حق یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا، جنہیں تاجُ الْعُرَفاء (یعنی عارفین کا پیشوا) کہیں بَجا (یعنی درست)، جنہیں مُجَدِّدِ وقت اور اِمامُ الْاَولیاء (یعنی ولیوں کا اِمام) سے تعبیر کریں تو صحیح، جنہیں حَرَمَیْن طَیِّبَیْن کے عُلَمائے کِرام نے مَدائحِ جلیلہ (یعنی خوب تعریفوں) سے سَراہا، "اِنَّہُ السَّیِّدُ الْفَرْدُ الْاِمَامُ" (یعنی یہ یکتا و یگانہ سردار و امام ہیں۔ت) کہا، اِن کے ہاتھ پر بیعت ہوئے انہیں اپنا شیخِ طریقت بنایا، اِن سے سَنَدیں لیں، اِجازتیں لیں، اِنہیں اپنا اُستاذ مانا۔ پھر ایسے اچھے کی صحبت کیسی بابرکت صحبت ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ اِس صحبت کی بَرَکت نے انسان کردیا۔ اُس زمانے میں کہ آزادی کی تُند و تیز ہوا چل رہی تھی کیا عَجَب تھا کہ میں غریب بھی اس بادِ صَرْصَر (یعنی آندھی) کے تیز جھونکوں سے جہاں صَد ہا بِئْسَ الْمَصِیر (بہت بُرے ٹھکانے میں) پہنچے وہیں جا رہتا مگر اپنے مولا کے قربان جس کی نظرِ عنایت نے پکا مسلمان بنادیا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔ اب نہ وہ خُودی ہے جو بے خُود (یعنی اپنے آپ سے بے خبر) بنائے تھی۔ نہ وہ مَدہوشی جو بیہوش کیے تھی۔ نہ وہ جوانی کی اُمَنگ نہ کسی قسم کی کوئی اور تَرَنگ (یعنی جوش و جذبہ)۔ مولانا [مثنوی] رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ؏

صُحبتِ صالح تُرا صالح کُنَد

(یعنی نیک آدمی کی صحبت تجھے نیک بنادے گی۔ت)

مولانا کے اِس فرمان کی مجھے آنکھوں دیکھی تصدیق ہوئی۔ اس معنی میں حضرت سَعدِی شیرازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا، اور کتنا اچھا فرمایا۔ میں بار باراُن کے اَشعار پڑھتا ہوں

اور حَظ (یعنی لطف) اُٹھاتا ہوں، جب پڑھتا ہوں ایک نیا لطف پاتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں:

قطعہ

گِلے خوشبوئے دَرْ حَمام روزے رسید اَز دستِ محبوبے بَدَسْتَم

بَدو گُفتم کہ مشکی یا عبیری کہ اَز بُوئے دِلآویزِ تو مستم

بَگُفتا مَن گِلے ناچیز بُودم ولیکن مُدّتے با گُل نشستم

جمالِ ہم نشیں دَرمَن اثر کَرد وگرنہ مَن ھُماں خاکَم کہ ھستم

(یعنی: ایک دن حمام میں خوشبودار مٹی میرے محبوب کے ہاتھ سے میرے ہاتھ میں آئی، میں نے اس سے پوچھا کہ تُو مشک ہے یا عنبر کہ میں تیرے دل کو چھو لینے والی خوشبو سے دیوانہ ہوا جارہا ہوں، اس نے جواب دیا کہ میں ایک ناچیز و بے قدر مٹی تھی لیکن ایک مدّت تک مجھے پھول کے ساتھ رہنے کا شرف حاصل ہوا، چنانچہ میرے ہم نشین کے حُسن و جمال کی تاثیر مجھ میں اُتر گئی ورنہ میں تو وہی ایک بے قیمت مٹی تھی۔ت)

غرض میری جان ان پاک قدموں (یعنی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدموں) پر قربان! جب سے یہ قدم پکڑے آنکھیں کُھلیں، اچھے بُرے کی تمیز ہوئی، اپنا نفع وزِیاں (یعنی فائدہ اور نقصان) سوجھا۔ مَنْہِیات (یعنی ممنوعہ کاموں) سے تابمَقْدُور (یعنی اِمکان بھر) اِحْتِراز کیا (یعنی بچا) اور اَوامر (یعنی شرعی احکام) کی بجا آوری میں مشغول ہوا، اور اب اعلیٰ حضرت مدّظلہُ الاقدس کی بافیض صحبت میں زیادہ رہنا اختیار کیا۔ یہاں جو یہ دیکھا کہ شریعت وطریقت کے وہ باریک مسائل جن میں مدّتوں غور وخوضِ کامل کے بعد بھی ہماری کیا بساط (یعنی طاقت)! بڑے بڑے سرٹیک کررہ جائیں فکر کرتے کرتے تھکیں اور ہرگز نہ سمجھیں اور صاف ''اَنَا لَا اَدْرِیْ'' (یعنی میں نہیں جانتا۔ت)

کا دَم بھریں، وہ یہاں ایک فقرے میں ایسے صاف فرما دیئے جائیں کہ ہر شخص سمجھ لے گویا اِشکال (یعنی دشوار) ہی نہ تھا اور وہ دَقائق ونِکاتِ مذہب ومِلَّت (یعنی مذہب وملت کے باریک پہلو) جو ایک چیستان (یعنی پہیلی) اور ایک مُعَمّا ہوں جن کا حل دُشوار سے زیادہ دُشوار ہو، یہاں منٹوں میں حل فرما دیئے جائیں۔ تو خیال ہوا کہ یہ جواہرِ عالیہ وزَواہرِ غالیہ (یعنی چمکدار قیمتی موتی) یونہی بکھرے رہے تو اس قدر مُفید نہیں جتنا انہیں سِلکِ تحریر میں نَظم کر لینے (یعنی تحریر کی لڑی میں پرونے) کے بعد ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ پھر یہ کہ خود ہی مُتَمَتِّع ہونا (یعنی نفع اُٹھانا) یا زیادہ سے زیادہ اِن کا نفع حاضِر باشانِ دربارِ عالی (یعنی دربارِ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت میں حاضر ہونے والوں) ہی کو پہنچنا' باقی اور مسلمانوں کو محروم رکھنا ٹھیک نہیں۔ ان کا نفع جس قدر عام ہو اُتنا ہی بھلا۔ لِہٰذا جس طرح ہو یہ تفریق (یعنی بکھرے ہوئے موتی) جمع ہو، مگر یہ کام مجھ سے بے بِضَاعَت (یعنی بے مایہ) اور عَدِیمُ الْفُرْصَت (یعنی مصروف ترین) کی بِساط (یعنی طاقت) سے کہیں سِوا (یعنی بڑھ کر) تھا اور گویا چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا تھا، اس لئے بار بار ہمت کرتا اور بیٹھ جاتا۔ میری حالت اُس وقت اس شخص کی سی تھی جو کہیں جانے کے ارادے سے کھڑا ہو مگر مُذَبذَب (یعنی شش وپنج کا شکار) ہو ایک قدم آگے ڈالتا، اور دوسرا پیچھے ہٹا لیتا ہو مگر دل جو بے چین تھا کسی طرح قرار نہ لیتا تھا۔ آخر "اَلسَّعْیُ مِنِّیْ وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ" (یعنی کوشش میری طرف سے اور تکمیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ت) کہتا، کمرِ ہمت چُست کرتا اور "حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل" (یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ت) پڑھتا اٹھا اور ان جواہرِ نَفیسہ (یعنی عمدہ موتی) کا ایک خوشنما

ہار تیار کرنا شروع کیا اور میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کے کرم سے امید رکھتا ہوں کہ وہ اس ہار ہی کو میری جیت کا باعث بنائے ع

اِیں دعا اَز مَن و اَز جُملہ جہاں آمین باد

(یعنی یہ دعا میری طرف سے اور آمین تمام جہان کی طرف سے۔ت)

وَاللّٰہُ تَعَالٰی وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ وَھُوَ حَسْبِیْ وَھُوَ خَیْرُ رَفِیْقٍ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلٰنَامُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ

(ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔ وہ مجھے کافی ہے اور بہترین رفیق ہے۔ اللہ تعالیٰ درود وسلام اور برکتیں نازل فرمائے اپنی مخلوق میں سے بہترین یعنی ہمارے آقا و مولیٰ محمد اور ان کی تمام آل واصحاب پر۔ت)

میں نے چاہا تو یہ تھا کہ روزانہ کے **ملفوظات** (یعنی اِرشادات) جمع کروں مگر میری بے فرصتی آڑے آئی اور میں اپنے اس عالی (یعنی بلند) مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ غرض جتنا اور جو کچھ مجھ سے ہو سکا میں نے کیا، آگے قبول واجر کا اپنے مولیٰ تعالیٰ سے سائل ہوں "وَھُوَ حَسْبِیْ وَ رَبِّیْ" (یعنی وہی میرا رب ہے اور مجھے کافی ہے۔ت) وہ اگر قبول فرمائے تو یہی میری بگڑی بنانے کو بس ہے۔ میں اپنے سُنّی بھائیوں سے امید وار کہ وہ مجھ بے بِضَاعت و مسافر بے توشۂ آخرت کیلئے دُعا فرمائیں کہ ربُّ الْعِزَّت تَبَارَکَ وَتَقَدَّسَ اِسے میری فلاح و نجات کا ذریعہ بنائے۔

آمین آمین بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ النَّبِیِّ الْاَمِیْنِ الْمَکِیْنِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَبَارَکَ وَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَعَلٰی کُلِّ مَنْ ھُوَ مَحْبُوْبٌ مَّرْضِیٌّ لَدَیْہِ

(یعنی (اے اللہ) تمام رسولوں کے سردار عظیم و امین نبی کی عظمت کے صدقے قبول فرما۔ اللہ تعالیٰ دُرود وسلام اور برکتیں نازل فرمائے حضور پر اور ہر اس آدمی پر جو حضور کا پسندیدہ اور پیارا ہے۔ت)

سب سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا گیا؟

مولانا عبدُ العلیم صاحب صِدّیقی میرٹھی (علیہ رحمۃ اللہ القوی) حاضرِ خدمت تھے انہوں نے **عرض** کی: حُضور سب سے پہلے کیا چیز پیدا فرمائی گئی؟

ارشاد: حدیث میں ارشاد فرمایا:

یـاجابِرُ اِنَّ اللّٰہَ قَدْخَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ (کشف الخفاء، ج۱، تحت الحدیث ۸۲۶، ص ۲۳۷)

اے جابر بے شک **اللہ** سُبْحَانَہٗ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نُور اپنے نُور سے پیدا فرمایا۔

عرض: حضور میری مُرادُ دُنیا کی ہر چیز سے پہلے سے ہے۔

ارشاد: ربُّ الْعِزَّت تَبارَکَ وَتَعالٰی نے چار روز میں آسمان اور دو دن میں زمین (بنائی)۔ یک شنبہ تا چہار شنبہ (یعنی اتوار تابدھ) آسمان، وپنجشنبہ (یعنی جمعرات) تا جمعہ زمین نیز اس جمعہ میں بَیْنَ العصر والمغرِب (یعنی عصر ومغرب کے درمیان) آدم علٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کو پیدا فرمایا۔[1]

---

[1]: اس جواب میں اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزت نے دو باتیں اِرشاد فرمائیں (ایک) آسمان کا زمین سے پہلے پیدا ہونا اور (دوسرا) 4 دن میں آسمان اور 2 دن میں زمین کا پیدا ہونا۔

آسمان کا زمین سے پہلے پیدا ہونا: قرآن پاک کی چار آیات میں زمین وآسمان کی تخلیق کا ذکر ہے۔

قُلْ اَئِنَّکُمْ لَتَکْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَہٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِکَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (پ ۲۴، حم السجدۃ: ۹)

ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ کیا تم لوگ اس کا انکار رکھتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنائی اور اس کے ہمسر ٹھہراتے ہو وہ ہے سارے جہان کا رب۔

اور......

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (پ۱،البقرۃ:۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: وہی ہے جس نے تمہارے لئے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔ پھر آسمان کی طرف استوا (قصد) فرمایا تو ٹھیک سات آسمان بنائے وہ سب کچھ جانتا ہے۔

اور......

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰهَا رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۙ وَاَغْطَشَ لَیْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۙ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ؕ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۙ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۙ (پ۳۰،النازعات:۲۷تا۳۲)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا تمہاری سمجھ کے مطابق تمہارا بنانا مشکل یا آسمان کا اللہ نے اسے بنایا اس کی چھت اونچی کی پھر اسے ٹھیک کیا اس کی رات اندھیری کی اور اس کی روشنی چمکائی اور اس کے بعد زمین پھیلائی اس میں سے اس کا پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو جمایا۔

اور......

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ (پ۱۱،یونس:۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے

ان آیاتِ قرآنی میں کسی آیت سے آسمان کا پہلے پیدا ہونا معلوم ہوتا ہے اور کسی سے زمین کا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس و دیگر مفسرین رضی اللہ تعالٰی عنہم کا کہنا ہے زمین پہلے بنی (تفسیر ابن عباس،یونس، تحت الایۃ۳،ص۲۱۸) اور حضرت سیدنا قتادہ، حضرت سدی اور امام بیضاوی رضی اللہ تعالٰی عنہم اس بات کے قائل ہیں کہ آسمان زمین سے پہلے پیدا ہوا۔ (تفسیر بیضاوی،ج۱،ص۲۷٤) **اعلیٰ حضرت** علیہ رحمۃ رب العزت نے دوسرے **قول** کے مطابق سوال کا جواب ارشاد فرمایا۔

4دن میں آسمان اور 2دن میں زمین کا پیدا ہونا: سورۂ یونس میں ہے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ (پ۱۱،یونس:۳)

ترجمۂ کنزالایمان: بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے۔

اس آیت مبارکہ میں ارشاد فرمایا گیا کہ آسمان و زمین مجموعی طور پر 6 دن میں بنے۔ کتنے دن میں آسمان اور کتنے دن میں زمین؟ اِس کی تفصیل اس آیت مبارکہ میں نہیں ہے۔ چنانچہ مفسرین اس بارے میں دوگروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت نے 4 دن میں آسمان اور 2 دن میں زمین کا قول نقل کیا جو تفسیر خازن جلد 2 صفحہ 99 پر مذکور ہے چنانچہ امام علاؤالدین علی بن محمد بن ابراھیم خازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

قِيْلَ: أَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ ثُمَّ اللَّوْحَ فَكَتَبَ فِيْهِ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ وَمَا خَلَقَ وَمَا هُوَ خَالِقٌ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ خَلَقَ الظُّلْمَةَ وَالنُّوْرَ ثُمَّ خَلَقَ الْعَرْشَ ثُمَّ خَلَقَ السَّمَاءَ مِنْ دُرَّةٍ بَيْضَاءَ ثُمَّ خَلَقَ التُّرْبَةَ ثُمَّ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَمَا فِيْهَا مِنْ نُجُوْمٍ وَّشَمْسٍ وَقَمَرٍ ثُمَّ مَدَّ الْأَرْضَ وَبَسَطَهَا مِنَ التُّرْبَةِ الَّتِيْ خَلَقَهَا أَوَّلًا ثُمَّ خَلَقَ جَمِيْعَ مَا فِيْهَا مِنْ جِبَالٍ وَشَجَرٍ وَدَوَابٍ وَغَيْرَ ذٰلِكَ ثُمَّ خَلَقَ اٰدَمَ آخِرَ الْخَلْقِ فِيْ آخِرِ سَاعَةٍ مِّنْ سَاعَاتِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَفِيْهِ أُهْبِطَ إِلَى الْأَرْضِ فَتَكَامَلَ جَمِيْعُ الْخَلْقِ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ۔

ترجمہ:۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے لوح وقلم کو پیدا کیا پھر اس نے ما کان وما یکون لکھا، اور جس نے پیدا کیا وہی قیامت تک کا خالق ہے، پھر روشنی اور تاریکی پیدا فرمائی پھر عرش بنایا، پھر آسمان بنایا سپید موتی سے، پھر زمین پیدا کی، پھر اس نے آسمانوں کو بنایا جس میں سورج چاند ستارے ہیں، پھر اس نے زمین کو کھینچا اور اس پر مٹی کو بچھایا جس سے پہلی تخلیق کی، پھر اس میں جو کچھ ہے پہاڑ، درخت، جانور وغیرہ بنائے، پھر آدم علیہ السلام کو جمعہ کی آخری ساعت میں بنایا اور اس دن زمین کی طرف اتارا، تو پوری مخلوق کی تخلیق چھ دن میں مکمل ہوگئی۔)

امام خازن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نقل کردہ اِس قول میں آسمان اور اس کے متعلقات کے لئے چار جگہ خَلَقَ کا لفظ آیا کہ یہ پیدا کیا، وہ پیدا کیا۔ جسے آسانی سے چار دن پر تقسیم کیا جا سکتا ہے اور زمین ومتعلقات کے لئے دو جگہ خَلَقَ کا لفظ آیا جس کا صریح مطلب یہ ہے کہ زمین کی پیدائش دو دن میں ہوئی۔

(نوٹ: یہ حاشیہ حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کے مقالے ''زمین وآسمان کی تخلیق'' سے ماخوذ ہے۔ عِلْمِیہ)

باطِنی عِلْم کا ادنیٰ درجہ

عرض : اَدنیٰ دَرَجۂ عِلْمِ باطِن کا کیا ہے؟

ارشاد : حضرتِ ذُوالنُّون مِصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار سفر کیا اور وہ **علم** لایا جسے خواص وعوام سب نے **قبول** کیا۔ دوبارہ سفر کیا اور وہ **علم** لایا جسے خواص نے **قبول** کیا، عوام نے **نہ مانا**۔ سہ بارہ (یعنی تیسری بار) سفر کیا اور وہ **علم** لایا جو خواص وعوام کسی کی **سمجھ** میں نہ آیا۔ (ملخصا نفحات الانس (مترجم)، ص ۶۲)

یہاں سفر سے سَیرِ اَقدام (یعنی قدموں سے چلنا) مُراد نہیں بلکہ سیرِ قلب (یعنی رُوحانی سفر) ہے۔ اِن کے عُلُوم کی حالت تو یہ ہے اور **ادنیٰ درجہ** اِن سے اِعتِقاد، اِن پر اِعتماد وتسلیم۔ اِرشاد جو سمجھ میں آیا فَبِہا (یعنی ٹھیک) ورنہ

كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ۝	ترجمۂ کنز الایمان: سب ہمارے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے **مگر عقل والے**۔
(پ ۳، اٰلِ عمران: ۷)	

حضرت شیخِ اکبر واکابرِ فن (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) نے فرمایا ہے کہ **ادنیٰ درجہ علمِ باطن** کا یہ ہے کہ اِس کے عالموں کی **تصدیق** کرے کہ اگر نہ جانتا تو اُن کی **تصدیق** نہ کرتا۔

نیز حدیث میں فرمایا ہے:

اُغْدُ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اَوْ مُسْتَمِعًا	صبح کر اِس حالت میں کہ تُو خود عالم ہے یا
اَوْ مُحِبًّا وَلَا تَكُنِ الْخَامِسَ	عِلْم سیکھتا ہے یا عالم کی باتیں سنتا ہے یا
فَتَهْلِكَ (كشف الخفاء، الحديث	ادنیٰ درجہ یہ کہ عالم سے محبت رکھتا ہے اور
٤٣٧، ج١، ص ١٣٤)	پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا۔

غیرِ عالم کو وَعظ کہنا حرام ہے

عرض : کیا واعِظ (یعنی مذہبی بیان کرنے والے) کا عالم ہونا ضروری ہے؟

ارشاد : غیرِ عالم کو وَعظ کہنا (یعنی مذہبی باتوں کا بیان کرنا) **حرام** ہے۔[1]

عالِم کون؟

عرض : عالم کی کیا تعریف ہے؟

ارشاد : عالم کی تعریف یہ ہے کہ عقائد سے پورے طور پر آگاہ ہو اور مُستَقِل ہو اور اپنی ضَرُوریات کو کتاب سے نکال سکے بغیر کسی کی مدد کے۔

کیا عِلْم صرف کتابیں پڑھنے سے حاصِل ہوتا ہے؟

عرض : کُتُب بینی (یعنی کتابیں پڑھنے) ہی سے علم ہوتا ہے؟

ارشاد : یہی نہیں بلکہ علم ''اَفْواہِ رِجال'' (یعنی علم والوں سے گفتگو) سے بھی حاصل ہوتا

[1] : آقائے نعمت اعلیٰ حضرت مجدِّدِ دین وملّت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوٰی رضویہ جلد 23 صفحہ 409 پر فرماتے ہیں: ''جاہل اُردو خواں اگر اپنی طرف سے کچھ نہ کہے بلکہ عالم کی تصنیف پڑھ کر سنائے تو اِس میں حَرَج نہیں کہ اِس وَقت وہ جاہل سفیرِ مَحْض (یعنی محض پہنچانے والا) ہے اور حقیقۃً وَعظ اُس عالم کا ہے جس کی کتاب پڑھی جائے۔'' (فتاوٰی رضویہ ج ۲۳ ص ۴۰۹)..... عِلْمیه

ہے۔[1]

مُجَاھَدے کے لئے کتنی مُدّت درکار ھے؟

عرض: حضور! مجاہدے میں عمر کی قید ہے؟

ارشاد: مجاہدے کے لئے کم از کم اَسّی برس درکار ہوتے ہیں۔ باقی طَلَب ضرور کی جائے۔

عرض: ایک شخص اَسّی برس کی عمر سے مجاہدات کرے یا اَسّی برس مجاہدہ کرے؟

ارشاد: مقصود یہ ہے کہ جس طرح اِس عالَم میں مُسَبَّبات (مُ۔سَبْ۔بات) کو اَسباب سے مَربُوط فرمایا (یعنی جوڑا) گیا ہے اُسی طریقہ پر اگر چھوڑیں اور جَذْب و عنایتِ ربّانی 'بعید (یعنی دُور نظر آنے والی منزل) کو قریب نہ کردے تو اِس راہ کی قَطْع (یعنی طے کرنے) کو اسّی برس درکار ہیں اور رحمت توجُّہ فرمائے تو ایک آن میں نصرانی (یعنی عیسائی) سے اَبدال[2] کردیا جاتا ہے اور صدقِ نیت (یعنی سچی نیت) کے ساتھ یہ مشغولِ مجاہدہ ہو تو اِمدادِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) ضرور کارفرما ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط (پ ۲۱، العنکبوت: ۶۹)

وہ جو ہماری راہ میں مجاہدہ کریں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھادیں گے۔

---

1 : اعلیٰ حضرت عَلَیْہِ رَحمۃُ رَبِّ الْعِزَّت فتاویٰ رضویہ جلد 23 صفحہ 683 پر فرماتے ہیں، سند کوئی چیز نہیں بہتیرے سَنَد یافتہ مَحض بے بہرہ (یعنی علمِ دین سے خالی) ہوتے ہیں اور جنہوں نے سند نہ لی اِن کی شاگردی کی لیاقت بھی اُن سَنَد یافتوں میں نہیں ہوتی، عِلْم ہونا چاہئے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۳ ص ۶۸۳)... عِلْمِیہ

2 : : اہلِ تصوف کی اصطلاح میں اولیاءاللہ کے ایسے گروہ کو ابدال کہا جاتا ہے جس کے سپرد دُنیا کا انتظام ہو۔... عِلْمِیہ

دینی خِدمت بھی مُجاھَدَہ ھے

عــــرض : یہ (یعنی مجاہدہ) تو حضور اِسی کا ہو رہے تو ہوسکتا ہے۔ دنیوی ذرائعِ معاش (یعنی روزی کمانے کے دُنیوی ذریعے) اگر چھوڑ دیئے جائیں تو یہ بھی نہایت دِقّت طلب (یعنی مشکل) ہے اور یہ دینی خدمت[1] جو اپنے ذمّہ لی ہے اُسے بھی چھوڑنا پڑے گا۔

ارشــــاد : اُس کے لئے یہی **خدمات** مجاہدات ہیں بلکہ اگر نیت صالحہ ہے تو ان مجاہدوں سے اعلیٰ۔ امام ابو اسحٰق اسفرائنی (علیہ رحمۃ اللہ الغنی) جب انہیں مُبتَدِعین (یعنی گمراہوں) کی بِدعات کی اِطّلاع ہوئی پہاڑوں پر اُن اَکابِر علماء کے پاس تشریف لے گئے جو ترکِ دنیا و مَا فیہا (یعنی دنیا اور اس کا سازوسامان چھوڑ) کر کے **مجاہدات** میں مصروف تھے، ان سے فرمایا:

یَا اٰکِلَةَ الْحَشِیْشِ اَنْتُمْ ھٰھُنَا وَ اُمَّةُ	اے سوکھی گھاس کھانے والو! تم یہاں ہو اور
مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی الْفِتَنِ	اُمتِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتنوں میں ہے۔

انہوں نے جواب دیا کہ اِمام یہ آپ ہی کا کام ہے ہم سے نہیں ہوسکتا۔ وہاں سے واپس آئے اور مُبتَدِعین کے رَدّ میں نہریں بہائیں (یعنی شدید و کثیر رد کیا)۔

دُنیاوی فکروں کا قَلْبِ جاری پر اثر

عرض : کیا دُنیوی تفکُّرات کا قلبِ جاری[2] پر اثر ہوتا ہے؟

ارشاد : ہاں! دُنیا کی فکریں جاری قلب کی حالت میں ضرور فرق ڈالتی ہیں۔

---

[1]: حمایتِ مذہب اہلِ سنت و ردِّ وہابیہ وغیرہم مرتدین۔ ۱۲ منہ [2]: قلبِ جاری وہ قلب ہے جو خدا اور رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ذکر شریف میں مگن رہے۔ ۱۲ منہ

سفر کونسے دن کرنا چاہئے؟

عرض : سفر کے لئے کون کون سے دن مخصوص ہیں؟

ارشاد : پَنْجْشَنْبہ شَنْبہ دوشَنْبہ (یعنی جمعرات، ہفتہ اور پیر)، حدیث شریف میں ہے بروز شنبہ (یعنی ہفتہ) قبل طلوعِ آفتاب (یعنی سورج نکلنے سے پہلے) جو کسی حاجت کی طلب میں نکلے اس کا ضامن میں ہوں۔

(کنز العمال، الفصل الثالث......الخ، الحدیث ۱۶۸۰۸، ج۶، ص۲۲۱)

(اسی سلسلۂ تقریر میں فرمایا) بِحَمْدِ اللّٰہ دوسرے بار کی حاضریِ حرمین طیّبین میں یہاں سے جانے اور وہاں سے واپس آنے میں اِنہیں تین دن میں سے ایک دن میں روانگی ہوئی تھی اور بِفَضْلِہٖ تعالٰی فقیر کا یومِ وِلادت بھی شَنْبہ (یعنی ہفتہ) ہے۔

سیِّدُنا صِدّیقِ اَکْبَر نے کس عُمْر میں اسلام قبول کیا؟

عرض : عمر شریف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قبولِ اسلام کے وقت کیا تھی؟

ارشاد : ۳۸ (اڑتیس) سال اور سوائے عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے کہ حضور کی عمر شریف ۸۳ سال ہوئی ہر سہ (یعنی تینوں) خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین (میں سے ہر ایک) کی عمر مبارک نیز عمر شریف حضرتِ امیرِ معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ **حضورِ اقدس** صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عمر مبارک کے برابر ہوئیں یعنی ۶۳ سال۔ اگرچہ اِنمیں کچھ روز وماہ کم وبیش ضرور تھی لیکن سالِ وفات یہی تھا۔ (ملخصاً، تاریخ الخلفاء، ص۱۳۶،۱۷۶)

قبولِ اسلام سے پہلے سیِّدُنا صِدّیقِ اکبر کا مذہب

عرض : حضور صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ قبلِ قبولِ اِسلام کیا مذہب رکھتے تھے؟

ارشاد: صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کبھی بُت کو سجدہ نہ کیا۔ ۴ برس کی عمر میں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے باپ بُت خانے میں لے گئے اور کہا:

هٰـؤُلَاءِ اٰلِهَتُكَ الشُّـمُّ الْعُـلٰـى فَاسْجُدْ لَهُمْ	یہ ہیں تمہارے بلند وبالا خدا، انہیں سجدہ کرو۔

جب آپ بُت کے سامنے تشریف لے گئے، فرمایا: ''میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دے، میں ننگا ہوں مجھے کپڑا دے، میں پتھر مارتا ہوں اگر تُو خدا ہے تو اپنے آپ کو بچا۔'' وہ بُت بھلا کیا جواب دیتا۔ آپ نے ایک پتھر اس کے مارا جس کے لگتے ہی وہ گر پڑا اور قوتِ خداداد کی تاب نہ لا سکا۔ باپ نے یہ حالت دیکھی انہیں غصہ آیا، انہوں نے ایک تھپڑ رخسار مبارک پر مارا، اور وہاں سے آپ کی ماں کے پاس لائے۔ سارا واقعہ بیان کیا۔ ماں نے کہا: ''اسے اس کے حال پر چھوڑ دو، جب یہ پیدا ہوا تھا تو غیب سے آواز آئی تھی کہ

يَـا اَمَةَ اللّٰـهِ بِـالتَّحْقِيْقِ اَبْشِرِىْ بِـالْـوَلَدِ الْعَتِيْقِ اِسْمُهٗ فِى السَّمَاءِ الـصِّـدِّيْـقُ لِـمُـحَـمَّدٍ صَاحِبٌ وَّ رَفِيْقٌ (صلى اللّٰه تعالٰى عليه وسلم)	اے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کی سچی لونڈی تجھے مژدہ ہو اس آزاد بچے کا، آسمانوں میں اس کا نام صدیق ہے، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یار ورفیق ہے۔

میں نہیں جانتی کہ وہ **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں اور یہ کیا معاملہ ہے؟'' اُس وقت سے صدیقِ اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو کسی نے شرک کی طرف نہ بلایا۔ یہ روایت صدیقِ اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے خود مجلسِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) میں بیان کی جب یہ بیان کر چکے، جبریلِ امین حاضرِ بارگاہ ہوئے (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور عرض کی

صَدَقَ اَبُوْبَكْرٍ وَهُوَ الصِّدِّيْقُ	ابوبکر نے سچ کہا اور وہ صدیق ہیں۔

یہ حدیث "مَعَالِی الْفَرْشِ اِلَی عَوَالِی الْعَرْشِ" میں ہے اور اس سے امام احمد قسطلانی (علیہ رحمۃ اللہ الغنی) نے شرح صحیح بخاری میں ذکر کی۔

(ملخصاً، ارشاد الساری شرح صحیح بخاری، ج۸، ص ۲۷۰)

حضرت صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل

جب سے خدمتِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) میں حاضر ہوئے کسی وقت جُدا نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ بعدِ وفات بھی پہلوئے اقدس میں آرام فرما ہیں۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے داہنے دستِ اقدس میں حضرت صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہاتھ لیا اور بائیں دستِ مُبارک میں حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہاتھ لیا اور فرمایا:

هٰكَذَا نُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ — ہم قیامت کے روز یوہیں اٹھائے جائیں گے۔

(جامع ترمذی، کتاب المناقب باب فی مناقب ابی بکر، الحدیث ۳۶۸۹، ج۵، ص۳۷۸)

امامِ اہلسنّت سَیِّدُنا امام ابوالحسن اَشْعَری قُدِّسَ سِرُّہُ الْعَزِیز فرماتے ہیں:

لَمْ يَزَلْ اَبُوْبَكْرٍ بِعَيْنِ الرِّضَا مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى — ابوبکر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ رضا سے منظور رہے۔

(ملخصاً، الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر، المبحث الثالث والاربعون، ص۳۲۸)

ابنِ عساکر امام زُہری تلمیذ اَنس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی

مِنْ فَضْلِ اَبِىْ بَكْرٍ اَنَّهٗ لَمْ يَشُكَّ فِى اللّٰهِ سَاعَةً — صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے فضائل سے ایک یہ ہے کہ انہیں کبھی اللہ (عزوجل) میں شک نہ ہوا۔

(معرفۃ الصحابۃ، ج۱، ص۵۲)

اِمام عبدالوہاب شَعرانی ''اَلْیَوَاقِیْت وَالْجَوَاھِر'' میں فرماتے ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا ''اَتَذْکُرُ یَوْمَ یَوْمٍ'' کیا تمہیں اُس دن والا دن یاد ہے۔ عرض کی: ''ہاں یاد ہے اور یہ بھی یاد ہے کہ اُس دن سب سے پہلے حضور نے ''بَلٰی'' فرمایا تھا۔ بالجملہ (الغرض) صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ روزِ اَلَسْتُ[1] سے روزِ ولادت اور روزِ وِلادت سے روزِ وفات اور روزِ وفات سے اَبَدُ الآباد (یعنی ہمیشہ ہمیشہ) تک سردارِ مسلمین ہیں۔''

حضرت مولا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فضائل پر مشتمل رسالہ

یوں ہی سیدنا مولیٰ علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم اس بارے میں میرا ایک خاص رسالہ ہے: ''تَنْزِیْہُ الْمَکَانَۃِ الْحَیْدَرِیَّۃ عَنْ وَصْمَۃِ عَھْدِ الْجَاھِلِیَّۃ''[2]

دھوبی اور طَوائِف کے ہاں کھانا کھانا کیسا؟

اِستِفتا : دھوبی کے یہاں گیارھویں شریف کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور فاحشہ (یعنی طوائف) کے یہاں کھانے اور اس سے قرآنِ عظیم کی تلاوت کرنے کی تنخواہ لینے کا کیا حکم ہے؟

الجواب : دھوبی کے یہاں کھانے میں کوئی حَرَج نہیں۔ یہ جو جاہلوں میں مشہور ہے کہ دھوبی کے یہاں کا کھانا ناپاک ہے محض باطل ہے۔ ہاں فاحشہ کے یہاں کھانا

---

[1]: وہ دن جس میں اللّٰہ تعالٰی نے تمام روحوں سے سوال کیا تھا کہ ''اَلَسْتُ بِرَبِّکُم (ترجمۂ کنزالایمان: کیا میں تمہارا رب نہیں؟ (پ۹، الاعراف ۱۷۱)'' اور روحوں نے جواب میں کہا تھا ''بَلٰی'' (ترجمۂ کنزالایمان: کیوں نہیں! (پ۹، الاعراف ۱۷۱)''... عِلْمِیه

[2]: یہ رسالہ فتاوٰی رضویہ جلد ۲۸، صفحہ ۴۳۳ پر موجود ہے.... عِلْمِیه

جائز نہیں۔ وہ تنخواہ[1] اگر اُس ناپاک آمدنی سے دے تو وہ بھی حرامِ قطعی اور اگر اُس کے ہاتھ کوئی چیز بیچی ہو اور وہ اپنے اسی مال سے دے اس کا لینا قطعی حرام، البتہ اگر قرض لے کر قیمت دے تو جائز ہے۔ واللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

ناک میں چڑھنے والے دودھ سے رَضاعت کا حکم

عرض: اگر بچے کی ناک میں کسی طرح دودھ چڑھ کر حلق میں پہنچ گیا ہو تو کیا حکم ہے؟

ارشاد: منہ یا ناک سے عورت کا دودھ جو بچے کے جوف (یعنی پیٹ) میں پہنچے گا، حرمتِ رضاعت لائیگا۔

یہ وہی فتویٰ ہے جو چودہ شعبان ۱۲۸۶ھ کو سب سے پہلے اس فقیر نے لکھا اور اسی ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ کو منصبِ اِفتا عطا ہوا، اور اسی تاریخ سے بِحَمْدِ اللّٰہ تعالٰی نماز فرض ہوئی اور ولادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ روزِ شنبہ (یعنی ہفتہ) وقتِ ظہر مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء، ۱۱ جیٹھ سدی ۱۹۱۳ سمیت کو ہوئی تو مَنْصَبِ اِفتا ملنے کے وقت فقیر کی عمر ۱۳ برس دس مہینہ چار دن کی تھی جب سے اب تک برابر یہی خدمتِ دین لی جا رہی ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰه

---

[1]: قرانِ عظیم کی تلاوت پر اُجرت لینا دینا دونوں حرام ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں "اقرءوا القرآن ولا تاکلوا به" (ترجمہ: قرآن پڑھو اور اسے خوردنی (یعنی کھانے) کا ذریعہ نہ بناؤ۔ م) (دارمی، ص ۷ فضائل القرآن مسند احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۳۵۷) ہاں جبکہ خاص تلاوت پر معاہدہ نہ ہوا ہو مثلاً ایک حافظ کو ملازم رکھا اور اس کے متعلق پھر یہ کام بھی کر دیا تو اب اسے تنخواہ لینا جائز ہے کہ وہ اجرت تلاوتِ قرآن کی نہیں بلکہ اس کے وقت کی اجرت ہے یہی مقصودِ اعلیٰ حضرت ہے اور تعلیمِ قرآن بخوفِ ذہابِ قرآن پر جوازِ اُجرت کا فتویٰ متاخرین نے دے دیا ہے۔ اگر یہ صورت ہو تو بھی جائز ہے اور محض تلاوت پر اجرت کا وہی حکم ہے۔ ۱۲

رُکوع وسجود میں ٹھہرنے کی مقدار

عرض : رُکوع وسجود میں بقدر سُبحَانَ اللّٰہ کہہ لینے کے ٹھہرنا کافی ہے؟

ارشاد : ہاں رُکوع وسجود میں اِتنا ٹھہرنا فرض ہے کہ ایک بار سُبحَانَ اللّٰہ کہہ سکے۔

(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ مطلب کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم .....الخ، ج ۲، ص ۱۸٤)

جو رُکوع وسجود میں تعدیل (یعنی اِنہیں ٹھہر ٹھہر کر ادا) نہ کرے ساٹھ برس تک اِسی طرح نماز پڑھے اُس کی نمازیں قبول نہ ہوں گی۔ حدیث میں ہے:

اِنَّا نَخَافُ لَوْ مُتَّ عَلٰی ذٰلِكَ لَمُتَّ عَلٰی غَیْرِ الْفِتْرَۃِ اَیْ غَیْرِ دِیْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	ہم اندیشہ کرتے ہیں کہ اگر تو اِسی حال پر مرا تو دینِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر نہ مرے گا۔

(ملتقطاً، صحیح البخاری کتاب الاذان باب اذا لم یتم الرکوع، الحدیث ۷۹۱، ج ۱، ص ۲۷۸)

کیا ہر مُمکِن چیز پیدا ہو چکی ہے؟

عرض : کیا جس قدر ممکنات ہیں وہ تحتِ قدرت بایں معنی (یعنی اس طور پر اللّٰہ تبارک وتعالٰی کی قدرت میں) داخل ہیں کہ اِن کو پیدا فرما چکا ہے؟

ارشاد : نہیں بلکہ بہت سی چیزیں وہ ہیں جو ممکن ہیں اور پیدا نہ فرمائیں مثلاً کوئی شخص ایسا پیدا کرسکتا ہے کہ سر آسمان سے لگ جائے مگر پیدا نہ فرمایا۔

جِنّ و پری کا مسلمان ہونا

عرض : حضور کیا جن وپری بھی مسلمان ہوتے ہیں؟

ارشاد : ہاں۔ (تفسیر القرآن العظیم، پ ۲۹، الجن تحت الآیۃ ۱۱، ج ۸، ص ۲٥٤)

مسلمان پَری کی حکایت

(اور اسی تذکرہ میں فرمایا) ایک پری مشرف باسلام ہوئی اور اکثر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا کرتی تھی ایک بار عرصہ تک حاضر نہ ہوئی۔ جب حاضر ہوئی سبب دریافت فرمایا۔ عرض کی حضور! میرے ایک عزیز کا ہندوستان میں انتقال ہوگیا تھا وہاں گئی تھی۔ راہ میں مَیں نے دیکھا کہ ایک پہاڑ پر ابلیس نماز پڑھ رہا ہے میں نے اس کی یہ نئی بات دیکھ کر کہا کہ تیرا کام تو نماز سے غافل کر دینا ہے تو خود کیسے نماز پڑھتا ہے؟ اس نے کہا کہ شاید ربُّ العزت تعالیٰ میری نماز قبول فرمائے اور مجھے بخش دے۔

پیر کے وِصال کے بعد کسی اور سے بَیْعَت ہونا کیسا؟

عرض : زید، محمد شیر میاں صاحب پیلی بھیتی (علیہ رحمۃ اللہ الھادی) سے بیعت ہوا۔ تھوڑا عرصہ ہوا کہ اُنکا وِصال ہوگیا اب کسی اور کا مرید ہوسکتا ہے؟

ارشاد : تبدیلِ بیعت بلا وجہِ شرعی ممنوع ہے اور تجدید جائز بلکہ مُستَحَب ہے۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں (مرید) نہ ہوا ہو اور اپنے شیخ سے بغیر اِنحراف کئے (یعنی بیعت توڑے بغیر) اِس سلسلہ عالیہ میں بیعت کرے، یہ تبدیلِ بیعت نہیں بلکہ تجدید ہے کہ جمیع سَلاسِل اس سلسلۂ اعلیٰ (یعنی سلسلۂ قادریہ) کی طرف رَاجِع (یعنی متوجّہ) ہیں۔

مُرِید ہونا اِس سے سیکھو

(اسی سلسلے میں ارشاد ہوا) تین قلندر نظام الحق والدین محبوبِ الٰہی قُدِّسَ سِرُّہُ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کھانا مانگا۔ خُدّام کو لانے کا حکم فرمایا۔ خادِم نے جو کچھ اُس وقت موجود تھا، اُن کے سامنے رکھا۔ اُن میں سے ایک نے وہ کھانا اٹھا کر

پھینک دیا اور کہا: "**اچھا کھانا لاؤ۔**" حضرت نے اس ناشائستہ حرکت کا کچھ خیال نہ فرمایا۔ خدّام کو اِس سے اچھا لانے کا حکم فرمایا۔ خادم پہلے سے اچھا کھانا لایا، انہوں نے پھر **پھینک** دیا اور اِس سے بھی **اچھا مانگا**۔ حضرت نے اور اچھے کا حکم دیا۔ غرض اُنہوں نے اِس بار بھی **پھینک** دیا، اور اِس سے بھی **اچھا مانگا**۔ اِس پر اُس قلندر کو اپنے پاس بلایا اور کان میں ارشاد فرمایا: کہ یہ کھانا اس **مُردار بیل** سے تو اچھا تھا جو تم نے راستہ میں کھایا۔ یہ سنتے ہی قلندر کا حال متغیر (یعنی تبدیل) ہوا۔ راہ میں تین فاقوں کے بعد ایک مرا ہوا بیل جس میں کیڑے پڑ گئے تھے ملا تھا، اُسکا گوشت کھا کر آئے تھے۔ قلندر حضور کے قدموں پر گرا۔ حضور نے اس کا سَر اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا اور جو کچھ عطا فرمانا تھا **عطا فرما دیا**۔ اس وقت وہ وَجد میں رَقْص کرتا اور یہ کہتا تھا کہ **میرے مُرشد نے مجھے نعمت عطا فرمائی ہے**۔ حاضرین نے کہا: بیوقوف جو کچھ تجھے ملا وہ **حضرت کا عطا کیا ہوا ہے**۔ یہاں تک تو تُو بالکل **خالی** آیا تھا کہا: بے وقوف تم ہو اگر **میرے مرشِد** نے مجھ پر نظر نہ کی ہوتی تو حضور کیوں نظر فرماتے، یہ اُسی نظر کا ذریعہ ہے۔ اس پر حضرت نے کہا: یہ سچ کہتا ہے اور فرمایا: "**بھائیو! مُرید ہونا اس سے سیکھو۔**"

گائے کی قُربانی

ایک روز (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) **بعد نمازِ عصر مسجد سے** تشریف لائے۔ **اس وقت حاضرین میں مولانا امجد علی صاحِب اعظمی** (علیہ رحمۃ اللہ الغنی) **بھی تھے**، رسالہ "اَنْفَسُ الْفِکْر فِی قُرْبَانِ الْبَقر" ان دِنوں طبع ہو رہا تھا۔ اس میں مولوی عبدالحی

صاحب کے دوفتوے کہ قربانی گاؤ سے متعلق تھے، اس رسالہ میں نقل کئے گئے تھے اسی رسالہ کی نسبت تذکرہ ہورہا تھا۔ ان فتوؤں کا بھی ذکر آیا۔ اس پر مولانا سے فرمایا:

ارشاد : مولوی صاحب ہُنُود (یعنی ہندوؤں) کے دھوکے میں آگئے، مسلمانوں کے خلاف فتویٰ لکھ دیا۔ تنبیہ (یعنی سمجھانے) پر متنبہ (یعنی خبردار) ہوئے۔ یہی سوال میرے پاس بھی آیا تھا بِفَضْلِہٖ تعالٰی بنگاہِ اوّلیں (یعنی پہلی نظر میں) مکرِ مکاراں (یعنی مکاروں کی چالاکی) پہچان گیا اور "گُرْبَہ کُشْتَن روزِ اول باید" (یعنی برائی کو پہلے ہی دن روک دینا چاہیے۔ت) پر عمل کیا۔ وللّٰہ الْحمد

اپنے فہم پر اِعتماد کے نقصانات

عرض : حضور اِن کے فتاوے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اِن کے اکثر اَقوال متعارِض (یعنی متضاد) ہیں اور یہ اس لئے کہ یہ اپنے فہم پر بڑا اِعتماد کرتے تھے۔

ارشاد : ہاں اپنے فہم پر اعتماد اور وہ بھی ائمۂ کرام کے مقابلہ پر، کہیں لکھتے ہیں:

"وَاسْتَدَلُّوْا لِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ بِوُجُوْہٍ وَالْکُلُّ بَاطِلٌ ابوحنیفہ کے لئے کئی طرح دلیلیں لائے اور سب باطل ہیں۔"

کہیں "قَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ کَذَا وَالْحَقُّ کَذَا ابوحنیفہ نے یوں کہا اور حق یوں ہے۔"

امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کہتے ہیں "ھٰھُنَا وَھْمٌ اٰخَرُ لِصَاحِبِ الْکِتَابِ یہاں کتاب والے کا ایک اور وہم ہے۔"

آدمی کو اپنی حالت کا لحاظ ضرور ہے نہ کہ اپنے کو بھولے یا ستایشِ مردم (یعنی آدمیوں کے تعریف کرنے) پر پھولے، اپنے نفس کا علم تو حضوری ہے۔ علمانے اِن

تیمیہ کو لکھا ہے: "عِلْمُهٗ اَكْبَرُ مِنْ عَقْلِهٖ" اُس کا علم اس کی عقل سے بڑا ہے۔ عِلمِ نافع وہ جس کے ساتھ فقاہت ہو۔

ایک عجیب وغریب مَسْئَلہ

(اسی ضمن میں ارشاد فرمایا) مولوی (عبدالحی) صاحب نے اپنی کتاب "نَفْعُ الْمُفْتِي وَالسَّائِل" میں جس میں خود ہی سائل اور خود ہی مُجِیب (یعنی جواب دینے والے) ہیں، سوال وجواب کو اِستِفسار و اِستِبشار لکھا ہے۔ ایک سوال قائم کیا کہ جس مکان میں جانور رہو، کوئی آدمی نہ ہو وہاں جماع جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب لکھا "ناجائز ہے۔" اس جواب سے لازِم کہ مکان سے تمام مکھیوں کو نکالے اور چارپائیاں کھٹملوں سے صاف کرے اور یہ تکلیف مَالَا یُطَاق ہے (یعنی ایسے کام کا پابند بنانا ہے جس کے کرنے کی طاقت نہ ہو) حالانکہ فقہا تصریح فرماتے ہیں: "جو بچہ سمجھتا اور دوسرے کے سامنے بیان کرسکتا ہو، اس کے سامنے جماع مکروہ ہے ورنہ حرج نہیں۔" (الفتاوی الهندية كتاب النكاح، مطلب عدد الثياب المتعة، ج١، ص ٣٠٤) تو جب ناسمجھ بچے کے سامنے جائز ہے حالانکہ آدمی ہے۔ جانور کے سامنے کیوں ممانعت؟

ناسمجھ بچے کے سامنے جماع کیوں ممنوع ہے؟

مؤلف: فقہائے کرام نے یہ شرط کیوں زائد کی کہ غیر سے بیان کرسکتا ہو۔ محض سمجھنا کافی تھا، اور اس پر یہ بھی الزام آتا ہے کہ گونگے اپاہج کے سامنے جائز ہو اور اسے کسی طرح عَقْل تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

ارشاد: سمجھنے کے دو معنی ہیں **ایک** نفسِ حرکات کو سمجھنا، یہ بچے میں قوتِ بیان (یعنی بولنے کی طاقت) آنے سے پہلے ہوتا ہے اور (**دوسرا**) یہ سمجھنا کہ یہ حرکات شرم وحیا ہیں، ان کا اِخفا (یعنی چھپانا) ضرور ہے۔ یہ قوتِ بیان آنے کے بہت بعد ہوتا ہے۔

بیان کے لئے پہلا سمجھنا لازم ہے اور اسی قدر ممانعت کے لئے کافی کہ خود اگرچہ اسے کوئی امرِ شرم وحیا نہ سمجھا مگر دوسروں سے کہہ تو سکے گا بخلاف دوسرے معنئ فہم کے کہ وہ مانع مستقل (یعنی مستقل رُکاوٹ) ہے، اس میں دوسرے سے بیان کی حاجت نہیں تو جس میں دوسرے معنی کا سمجھنا ہو، اس کے سامنے بدرجہ اولیٰ مطلقاً **ممانعت** ہے اگرچہ بیان نہ کر سکے۔

تاریخ کی اِبتِدا و اِنتِہا کے 4 طریقے

عرض: حضور آج کیا پہلی تاریخ ہے؟

ارشاد: پہلی تاریخ تھی۔ کل چاند ہوا، آج **دوسری شب** ہے۔ **تاریخ** کی ابتدا و انتہا میں **چار** طریقے ہیں: **ایک** طریقہ نصاریٰ (یعنی عیسائیوں) کا کہ ان کے یہاں نصف شب سے نصف شب تک تاریخ کا شمار ہے۔ **دوسرا** ہُنُود (یعنی ہندوؤں) کا کہ طلوعِ آفتاب سے طلوعِ آفتاب تک، **تیسرا** طریقہ فلاسفۂ یونان کا ہے کہ نصف النہار سے نصف النہار تک، علمِ ہیئات میں یہی ماخوذ ہے۔ **چوتھا** طریقہ مسلمانوں کا کہ غُرُوبِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک اور یہی عَقلِ سلیم پسند کرتی ہے کہ ظُلمت (یعنی اندھیرا) نور سے پہلے ہے۔

کیا گائے کا گوشت صحت کے لئے نقصان دہ ہے؟

مؤلف: حاضرین میں گائے کا گوشت کھانے کا اور اس کے مُضِر (یعنی نقصان دہ)

ہونے کا ذکر آیا۔ اس پر فرمایا:

ارشاد: وہ قطعاً حلال اور نہایت غریب پرور گوشت اور بعض اَمزِجہ (یعنی طبیعتوں) میں گوشتِ بُز (یعنی بکری کا گوشت) سے **نافع تر** (یعنی زیادہ مفید) ہے۔ بہتیرے گوشت کے شوقین اِسے پسند کرتے اور بکری کے گوشت کو بیمار کی خوراک کہتے ہیں اور اس کی **قربانی** کا تو خاص قرآنِ عظیم میں ارشاد ہے (پ ۱، البقرہ: ۷۱) اور خود **حضورِ اقدس** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اِس (یعنی گائے) کی **قربانی** ازواجِ مطہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہن) کی طرف سے فرمائی۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج باب بیان وجوہ الاحرام الخ، الحدیث ۱۲۱۱، ص۶۲۸)

ہندوستان میں بالخصوص شعائرِ اِسلام (یعنی اِسلام کی نشانیوں) سے ہے اور اس کا باقی رکھنا واجب، بعض لیڈر بننے والے کہ ہنود سے اِتحاد منانے کے لئے اس کا اِنسداد (یعنی روک تھام) چاہتے ہیں، بدخواہِ مسلماناں (یعنی مسلمانوں کا بُرا چاہنے والے) ہیں مگر عجب ہے کہ کوئی ہندو اِتحاد بگھارنے کو مساجد کے قریب بھی گھنٹا یا سنکھ بند کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ یہ اتحاد کی یک طرفہ تالی اِن لیڈروں ہی کو نصیب ہے۔ ہاں! حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا گوشت تناول فرمانا **ثابت نہیں**[1] اور مجھے تو سخت ضرر کرتا ہے۔

---

[1]: اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت فتاویٰ رضویہ جلد 20 صفحہ 321 پر لکھتے ہیں: ''حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گائے کی قربانی فرمائی اور اس کے کھانے کھلانے کا حکم فرمایا خود بھی ملاحظہ فرمایا یا نہیں؟ اس کا ثبوت نہیں۔'' شہزادۂ اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان علیہ رحمۃ المنان نے اس پر حاشیہ لکھا کہ ''حدیثِ مسلم کتاب الزکوٰۃ کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے لئے گوشتِ گاؤ (یعنی گائے کا گوشت) صدقہ میں آیا، وہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے پاس لایا گیا اور حضور سے عرض کیا گیا کہ یہ صدقہ ہے کہ بریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو آیا' فرمایا: ''اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ۔'' اس سے بظاہر تناول فرمانا معلوم ہوتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۲۰، ص ۳۲۱)۔۔۔۔ عِلْمِیه

مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھی جانے والی دُعا کی برکتیں

ایک صاحب نے میری دعوت کی، باصرار لے گئے۔ان دنوں جناب سَیِّد حبیب اللہ دمشقی جیلانی (علیہ رحمۃ اللہ الغنی) فقیر کے یہاں مقیم تھے، ان کی بھی دعوت تھی میرے ساتھ تشریف لے گئے۔ وہاں دعوت کا یہ سامان تھا کہ چند لوگ گائے کے کباب بنا رہے تھے اور حلوائی پوریاں، یہ ہی کھانا تھا۔سید صاحب نے مجھ سے فرمایا: ''تُو گائے کے گوشت کا عادی نہیں اور یہاں کوئی اور چیز موجود نہیں بہتر کہ صاحبِ خانہ سے کہہ دیا جائے۔'' میں نے کہا کہ ''یہ میری عادت نہیں۔''[1] وہی پوریاں کباب کھائے۔ اُسی دن مسوڑھوں میں وَرَم ہوگیا اور اتنا بڑھا کہ حلْق اور مونھ بالکل بند

[1]: امام اہل سنت مجدد دین وملت الشاہ مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاوٰی رضویہ جلد 21 صفحہ 652 پر لکھتے ہیں: ''کھانے میں عیب نکالنا اپنے گھر پر بھی نہ چاہیے،مکروہ وخلاف سنت ہے۔(سرکارِ دوعالم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی) عادت کریمہ یہ تھی کہ پسند آیا تو تناول فرمایا ورنہ نہیں اور پرائے گھر عیب نکالنا تو (اس میں) مسلمانوں کی دل شکنی ہے اور کمالِ حرص و بے مروتی پر دلیل ہے۔ ''گھی کم ہے یا مزہ کا نہیں'' یہ عیب نکالنا ہے اور اگر کوئی شے اسے مُضر (نقصان دیتی) ہے،اسے نہ کھانے کے عذر کے لئے اس کا اظہار کیا نہ (کہ) بطورِ طعن وعیب مثلاً اس میں مرچ زائد ہے میں اتنی مرچ کا عادی نہیں تو یہ عیب نکالنا نہیں اور اتنا بھی (اس وقت ہے کہ جب) بے تکلفی خاص کی جگہ ہو اور اس کے سبب دعوت کنندہ (یعنی میزبان) کو اَور تکلیف نہ کرنی پڑے مثلاً دو قسم کا سالن ہے،ایک میں مرچ زائد ہے اور یہ عادی نہیں تو اسے نہ کھائے اور وجہ پوچھی جائے بتادے۔اور اگر ایک ہی قسم کا کھانا ہے،اب اگر (یہ) نہیں کھاتا تو دعوت کنندہ (یعنی میزبان) کو اس کے لئے کچھ اور منگوانا پڑے گا، اُسے ندامت ہوگی اور تنگ دست ہے تو تکلیف ہوگی ایسی حالت میں مروت یہ ہے کہ صبر کرے اور کھائے اور اپنی اذیت ظاہر نہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاوٰی رضویہ، ج۲۱،ص۶۵۲) (عِلْمِیہ)

ہو گیا۔ مشکل سے تھوڑا دُودھ حلق سے اُتارتا، اور اسی پر اکتفا کرتا، بات بالکل نہ کرسکتا تھا یہاں تک کہ قراءَتِ سرّیہ (یعنی آہستہ قراءت) بھی میسر نہ تھی۔ سنتیں بھی کسی کی اِقتدا کرکے ادا کرتا۔ اس وقت مذہب حنفی میں عدمِ جوازِ قِراءَت خَلْفَ الْاِمَام (یعنی امام کے پیچھے قراءت جائز نہ ہونے) کا یہ نفیس فائدہ مشاہدہ ہوا۔ جو کچھ کسی سے کہنا ہوتا لکھ دیتا، بخار بہت شدید تھا اور کان کے پیچھے گلٹیں۔ میرے منجھلے (یعنی مجھ سے چھوٹے) بھائی (مولانا حسن رضا خان) مرحوم ایک طبیب کو لائے۔ اُن دنوں بریلی میں مرضِ طاعون[1] بشدت تھا۔ اُن صاحب نے بغور دیکھ کر سات آٹھ مرتبہ کہا: ''یہ وہی ہے! وہی ہے! وہی ہے! یعنی طاعون۔'' میں بالکل کلام نہ کرسکتا تھا اس لئے انہیں جواب نہ دے سکا، حالانکہ میں خوب جانتا تھا کہ یہ غلط کہہ رہے ہیں نہ مجھے طاعون ہے، نہ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ الْعَزِیْز کبھی ہوگا، اس لئے کہ میں نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بارہا وہ دُعا پڑھ لی ہے جسے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر یہ دُعا پڑھ لے گا اس بلا سے محفوظ رہیگا۔

مصیبت زدہ کو دیکھ کر پڑھی جانے والی دُعا

وہ دُعا یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا ط

یعنی تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے مجھے اس سے بچایا جس میں تُو مبتلا ہے اور مجھے اپنی مخلوق میں سے کثیر لوگوں پر فضیلت عطا فرمائی۔ت

(جامع ترمذی، کتاب الدعوات باب ما یقول اذا رای مبتلی، الحدیث ۳۴۴۲، ج۵، ص ۲۷۲)

[1]: ایک ہلاکت خیز بیماری جس میں جسم پر گلٹیاں نکلتی ہیں اور تیز بخار ہوتا ہے۔.... عِلْمِیه

(دورانِ کلام اس دُعا کی برکتیں بتاتے ہوئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا:) جن جن امراض کے مریضوں، جن جن بلاؤں کے مبتلاؤں کو دیکھ کر میں نے اِسے پڑھا بِحَمْدِہٖ تعالیٰ آج تک اُن سب سے **محفوظ** ہوں اور بِعَوْنِہٖ تعالیٰ (یعنی **اللہ** تعالیٰ کی مدد سے) ہمیشہ محفوظ رہوں گا۔ البتہ ایک بار اسے پڑھنے کا مجھے **افسوس** ہے۔ مجھے نوعمری میں آشوبِ چشم[1] اکثر ہو جاتا اور بوجہ حِدّتِ مزاج (یعنی مزاج کی گرمی کی بنا پر) بہت تکلیف دیتا تھا۔ ۱۹ سال کی عمر ہوگی کہ رامپور جاتے ہوئے ایک شخص کو رَمَدِ چشم (یعنی آنکھوں کی بیماری) میں مبتلا دیکھ کر یہ دُعا پڑھی۔ جب سے اب تک آشوبِ چشم پھر نہ ہوا۔ اُسی زمانہ میں صرف دو مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک آنکھ کچھ دبتی معلوم ہوئی دو چار دن بعد وہ صاف ہوگئی۔ دوسری دبی پھر وہ بھی صاف ہوگئی مگر درد، کھٹک، سرخی کوئی تکلیف اصلاً کسی قسم کی نہیں۔ **افسوس اس لئے** کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث ہے کہ تین بیماریوں کو مکروہ نہ رکھو۔

(۱) **زُکام:** کہ اس کی وجہ سے بہت سی بیماریوں کی جڑ کٹ جاتی ہے۔

(۲) **کھجلی:** کہ اس سے امراضِ جِلدیہ جُذام (یعنی کوڑھ) وغیرہ کا انسداد ہو جاتا ہے (یعنی راستہ رُک جاتا ہے)۔

(۳) **آشوبِ چشم:** نابینائی (یعنی اندھے پن) کو دفع کرتا ہے۔

(ملخصاً، الکامل فی ضعفاء الرجال، یحیی بن ذھدم، ج۹، ص۱۰۲)

اُس دعا کی برکت سے یہ تو جاتا رہا، ایک اور مرض پیش آیا جمادی الاولیٰ

---

[1]: آنکھوں کی ایک بیماری جس میں آنکھوں میں شدید جلن ہوتی ہے اور مارے درد کے یہ سُرخ ہو جاتی ہیں اور ان سے پانی بہنے لگتا ہے۔..... عِلْمِیہ

۱۳۰۰ھ میں بعض اہم تصانیف کے سبب ایک مہینہ کامل باریک خط کی کتابیں شبانہ روز عَلَی الْاِتِّصال (یعنی رات دن مسلسل) دیکھنا ہوا۔ گرمی کا موسم تھا، دن کو اندر کے دالان میں کتاب دیکھتا اور لکھتا، اٹھائیسواں سال تھا، آنکھوں نے اندھیرے کا خیال نہ کیا۔ ایک روز شدّتِ گرمی کے باعث دوپہر کو لکھتے لکھتے نہایا۔ سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز دماغ سے دہنی آنکھ میں اتر آئی۔ بائیں آنکھ بند کر کے دہنی سے دیکھا تو وسطِ شے مرئی (یعنی نظر آنے والی چیز کے درمیان) میں ایک سیاہ حلقہ نظر آیا۔ اس کے نیچے شے کا جتنا حصہ ہوا وہ ناصاف اور دبا ہوا معلوم ہوتا۔ یہاں اس زمانہ میں ایک ڈاکٹر علاجِ چشم میں بہت سر برآوردہ تھا۔ سینڈرسن یا انڈرسن کچھ ایسا ہی نام تھا۔ میرے استاذ[1] جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ[2] نے اِصرار فرمایا

---

[1]: حضرت مرزا صاحب مرحوم مغفور اعلیٰ حضرت قبلہ کے استاد بھی تھے کہ حضرت قدس سرہ نے ابتدائی تعلیم مرزا صاحب سے کچھ دن حاصل کی اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد بھی تھے کہ بعض کتب درسیہ غالباً ہدایہ وغیرہ انہوں نے حضور پرنور مرحوم مغفور سے پڑھیں۔ ۱۲ [2]: یہاں مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مرزا قادیانی کا بھائی مُراد نہیں، کیونکہ وہ 1883ء/۱۳۰۱ھ میں فوت ہوگیا تھا جبکہ اعلیٰ حضرت کے اُستاذِ محترم مرزا غلام قادر بیگ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیدائش یکم محرم ۱۲۴۳ھ/ 25 جولائی 1827ء کی ہے اور سنِ وفات یکم محرم ۱۳۳۶ھ/ 18 اکتوبر 1917ء ہے۔ مولانا مرزا غلام قادر بیگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت کے پاس ایک استفتا بھیجا، جس کے جواب میں اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت نے ۱۳۰۵ھ میں تاریخی نام سے ایک رسالہ لکھا تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین (۱۳۰۵ھ)۔ پھر یہی مولانا مرزا غلام قادر بیگ 1310ھ میں کلکتہ سے استفسار کرتے ہیں، پھر 1311ھ اور 1312ھ میں کلکتہ ہی سے فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ پھر کلکتہ ہی سے 1314ھ میں اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت سے سوال کرتے ہیں۔ یہ فتوے، فتاویٰ رضویہ، جلد 22، ص 152، فتاویٰ رضویہ (قدیم)، جلد 3 ص 32۔ فتاویٰ رضویہ، جلد 11، ص 45 (رضا فاؤنڈیشن لاہور) پر موجود ہیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو شخص 1301ھ میں فوت ہوا اور پھر دوبارہ 1305ھ میں زندہ ہو جائے اور کئی سال تک فتوے طلب کرے؟ (عِلْمِیه)

کہ اسے آنکھ دکھائی جائے ۔ **علاج** کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔ ڈاکٹر نے اندھیرے کمرے میں صرف آنکھ پر روشنی ڈال کرآلات سے بہت دیر تک بغور دیکھا اور کہا: ''کثرتِ کتاب بینی سے کچھ یُبُوسَت (یعنی خشکی) آگئی ہے۔ پندرہ دن کتاب نہ دیکھو۔'' مجھ سے پندرہ گھڑی بھی کتاب نہ چھوٹ سکی۔ مولوی حکیم سید اشفاق حسین صاحب مرحوم سہوانی ڈپٹی کلکٹر طبابت بھی کرتے تھے اور فقیر کے مہربان تھے، فرمایا: ''مُقدمہ نزولِ آب ہے (یعنی پانی اُترنے کے آثار ہیں) بیس برس بعد (خدانا کردہ) پانی اُتر آئے گا (یعنی موتیا کے مرض کی وجہ سے بینائی جاتی رہے گی)۔'' میں نے اِلتفات نہ کیا (یعنی توجہ نہ دی) اور نزولِ آب (یعنی موتیے کی بیماری) والے کو دیکھ کر وہی دُعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اِرشاد پاک پر مطمئن ہوگیا ۔۱۳۱۶ھ میں ایک اور حاذِق (یعنی ماہر) طبیب کے سامنے ذکر ہوا، بغور دیکھ کر کہا چار برس بعد (خدانخواستہ) پانی اُتر آئیگا۔ ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب سے بالکل موافق آیا۔ انہوں نے بیس برس کہے تھے، انہوں نے سولہ برس بعد چار کہے۔ مجھے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے مَعَاذَ اللّٰہ متزلزل (یعنی کمزور) ہوتا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ بیس در کنار تیس برس سے زائد گزر چکے ہیں، اور وہ حلقہ ذرہ بھر نہیں بڑھا۔ نہ بِعَوْنِہٖ تعالٰی بڑھے، نہ میں نے کتاب بینی میں کبھی کی کی، نہ **اِن شآءَ اللّٰہ تعَالٰی** کمی کروں۔ یہ میں نے اس لئے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دائم وباقی معجزات ہیں جو آج تک آنکھوں دیکھے جارہے ہیں اور قیامت تک اہلِ ایمان مشاہدہ کریں گے، میں اگر اُنہی واقعات کو بیان کروں جو اِرشادات کے منافع میں نے خود اپنی ذات میں مشاہدہ کئے تو ایک دفتر ہو۔

(پھر فرمایا) **مجھے** ارشادِ حدیث پر اطمینان تھا کہ **مجھے طاعون** کبھی نہ ہوگا۔ آخر شب میں کرب (یعنی درد) بڑھا، میرے دل نے درگاہِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) میں عرض کی: "اَللّٰھُمَّ صَدِّقِ الْحَبِیْبَ وَ کَذِّبِ الطَّبِیْبَ" (یعنی اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ اپنے حبیب کا سچا اور طبیب کا جھوٹا ہونا ظاہر فرمادے۔ت) کسی نے میرے داہنے کان پر مونھ رکھ کر کہا کہ مسواک اور سیاہ مرچیں۔ لوگ باری باری سے میرے لئے جاگتے۔ اسوقت جو شخص جاگ رہا تھا میں نے اِشارے سے اسے بلایا اور اسے مسواک اور سیاہ مرچ کا اشارہ کیا۔ وہ مسواک تو سمجھ گئے، گول مرچ کس طرح سمجھیں غرض بمشکل سمجھے۔ جب یہ دونوں چیزیں آئیں بِدِقّت (یعنی بمشکل) میں نے مسواک کے سہارے پر تھوڑا تھوڑا منہ کھولا اور دانتوں میں مسواک رکھ کر چھوڑ دی کہ دانتوں نے بند ہوکر دبالی۔ پسی ہوئی مرچیں اِسی راہ سے داڑھوں تک پہنچائیں تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک کُلّی خالص خون کی آئی مگر کوئی تکلیف واذیت محسوس نہ ہوئی۔ اس کے بعد ایک کلی خون کی اور آئی بِحَمْدِ اللّٰہ تعالیٰ وہ گلٹیں جاتی رہیں مونھ کھل گیا۔ میں نے **اللہ** تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور طبیب صاحب سے کہلا بھیجا کہ آپ کا وہ **طاعون** بِفَضْلِہٖ تعالیٰ دفع (یعنی دُور) ہوگیا، دو تین روز میں بِعَوْنِہٖ تعالیٰ **بخار بھی جاتا رہا**۔

طاعون کا سبب

مؤلف : چونکہ اَثنائے گفتگو میں طاعون کا ذکر تھا لہٰذا مولانا مولوی حکیم امجد علی صاحب نے یوں عرض کیا۔

عرض : غالباً یہ بلائیں کفارِ جِنّ ہوں۔

ارشاد : ہاں کفار ہیں۔حدیث میں ہے:"اَلطَّاعُوْنُ وَخْزُ اَعْدَائِکُم مِّنَ الْجِنِّ" طاعون تمہارے دشمن جنوں کا کونچا(یعنی نیزہ کا زخم) ہے۔(ملخصاً، المستدرک علی الصحیحین باب الطاعون شہادۃ، الحدیث ١٦٤ ج١، ص ٢١٩) وللہذا طاعون زدہ خاص شہداء میں شامل کیا جائے گا۔

بیل کے گوشت میں گندھک کی بُو

(اسی سلسلے میں ایک حکایت بیان فرمائی کہ) شیخ محقق عولقی مدنی (علیہ رحمۃ اللہ الغنی) مجھ سے کہتے تھے کہ حضرت سید محمد یمنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نمازِ فجر کے لئے مسجد میں تشریف لائے، دیکھا کہ منبر پر ایک **بچہ** بیٹھا ہے سوا حضرت کے کسی نے نہ دیکھا، آپ نے کچھ تَعَرُّض نہ فرمایا(یعنی کوئی پوچھ گچھ نہ کی)۔نماز پڑھ کر تشریف لے آئے۔پھر ظہر کے لئے آئے تو دیکھا کہ ایک **جوان** بیٹھا ہے۔نماز پڑھ کر چلے آئے اور اس سے کچھ نہ کہا۔ پھر عصر کے لئے گئے تو وہیں منبر پر ایک **بوڑھے** کو پایا۔اب بھی کچھ نہ پوچھا اور نماز سے فارغ ہوکر واپس آئے۔پھر مغرب کے لئے گئے تو ایک **بیل** کو وہاں دیکھا۔اب فرمایا تُو کیا ہے کہ اتنی مختلف حالتوں میں مَیں نے تجھے دیکھا ہے۔اس نے کہا: میں وَبا ہوں، اگر آپ اس وقت مجھ سے کلام کرتے جب میں بچہ تھا تو یمن میں کوئی **بچہ باقی نہ رہتا**، اور اگر اس وقت دریافت فرماتے جب جوان تھا تو یہاں کوئی **جوان نہ رہتا**، یونہی اگر اس وقت بات کرتے جب میں بڈھا تھا تو اس شہر میں کوئی **بوڑھا نہ رہتا**۔اب آپ نے اس حال میں کہ مجھے بیل دیکھا (اور) کلام فرمایا، یمن میں کوئی **بیل نہ رہے گا**۔یہ کہہ کر غائب ہوگیا۔یہ **اللہ** تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت تھی کہ

آپ نے پہلی تین حالتوں میں اس سے سوال نہ فرمایا۔ بیلوں میں مرگ (یعنی موت) عام ہوگئی اگر اس وقت کوئی بیل اچھا بھی ذبح کیا جاتا تو اس کا گوشت ایسا خراب ہوتا کہ کوئی کھا نہ سکتا اُس میں گندھک کی بو آتی۔

تُو آگ میں ھے

اِنہیں سید محمد یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک صاحبزادے مادرزاد ولی تھے۔ ایک مرتبہ جب عمر شریف چند سال کی تھی باہر تشریف لائے اور اپنے والد ماجد کی جگہ تشریف رکھی۔ ایک شخص سے کہا لکھ: "فُلَانٌ فِی الْجَنَّۃِ" یعنی فلاں شخص جنت میں ہے۔ یونہی نام بنام بہت سے اشخاص کو لکھوایا۔ پھر فرمایا لکھ: "فُلَانٌ فِی النَّارِ" یعنی فلاں شخص دوزخ میں ہے۔ انہوں نے لکھنے سے ہاتھ روک لیا، آپ نے پھر فرمایا، انہوں نے نہ لکھا آپ نے سہ بارہ (یعنی تیسری بار) ارشاد کیا۔ انہوں نے لکھنے سے انکار کردیا۔ اس پر آپ نے فرمایا: "اَنْتَ فِی النَّارِ" تُو آگ میں ہے۔ وہ گھبرائے ہوئے ان کے والد ماجد (علیہ رحمۃ اللہ الواجد) کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے فرمایا: "اَنْتَ فِی النَّارِ" کہا یا "اَنْتَ فِی جَھَنَّمَ"؟ عرض کی، "اَنْتَ فِی النَّارِ" فرمایا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا: "میں اس کے کہے کو بدل نہیں سکتا، اب تجھے اختیار ہے دنیا کی آگ پسند کر یا آخرت کی؟" عرض کی: "دنیا کی آگ پسند ہے۔" انکا جل کر انتقال ہوا۔

حدیث میں آگ کے جلے ہوئے کو بھی شہید فرمایا ہے۔

(مجمع الزوائد، کتاب الجنائز، باب جامع فیمن ھو شھید، حدیث ۳۸۷۸، ج۳، ص ۵۵)

بچوں کے نام کیسے ہونے چاہئیں؟

عرض: [1] حضور میرے بھتیجا پیدا ہوا ہے اس کا کوئی تاریخی نام تجویز فرمادیں۔

ارشاد: تاریخی نام سے کیا فائدہ، نام وہ ہوں جن کے احادیث میں فضائل آئے ہیں۔ میرے اور بھائیوں کے جتنے لڑکے پیدا ہوئے میں نے سب کا نام **محمد** رکھا، یہ اور بات ہے کہ یہی نام تاریخی بھی ہوجائے۔ "حامد رضا خاںؒ کا نام محمد ہے اور ان کی ولادت ۱۲۹۲ھ میں ہوئی اور اس نام مبارک کے عدد بھی بانوے ہیں، ایک دِقت (یعنی دشواری) تاریخی نام میں یہ ہے کہ اسماءِ حُسنٰی سے ایک یا دو جن کے اعداد موافقِ عددِ نامِ قاری (یعنی پڑھنے والے کے نام کے اعداد کے مطابق) ہوں عددِ نام دو چند (یعنی دُگنے) کر کے پڑھے جاتے ہیں۔ وہ قاری کو اسمِ اعظم کا فائدہ دیتے ہیں، تاریخی نام سے مقدار بہت زیادہ ہوجائے گی مثلاً اگر کسی کی ولادت اس ۱۳۲۹ھ میں ہوئی تو اس کے مطابق عدد کے اسماءِ حسنٰی ۲۶۵۸ بار پڑھے جائیں گے اور محمد نام ہوتا تو ایک سو چوراسی بار (184)، دونوں میں کس قدر فرق ہوا۔

نامِ "محمد" کے فضائل

پھر اس نام اقدس کے فضائل میں یہ چند حدیثیں ذکر فرمائیں۔

ایک حدیث میں ہے، حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جو میری محبت کی وجہ سے اپنے لڑکے کا نام **محمد** یا **احمد** رکھے گا **اللّٰہ** تعالٰی باپ اور بیٹے دونوں کو **بخشے گا**۔" (کنز العمال، کتاب النکاح قسم الاقوال، الحدیث ۴۵۲۱۵، ج۱۶، ص ۱۷۵۔ لفظہ "من ولد له مولود ذكر فسماه محمّداً حبّاً لي و تبركاً باسمي كان هو و مولوده في الجنة")

[1]: یہ جناب ولادر حسین خاں صاحب مرحوم زمیندار موضع جواہر پور ضلع بریلی کی عرض ہے۔۱۲

ایک روایت میں ہے: ''قیامت کے دن ملائکہ کہیں گے کہ جن کا محمد یا احمد ہے جنت میں چلے جاؤ۔'' (فردوس الاخبار دیلمی، باب الیاء، الحدیث ۸۵۱۵، ج۲،ص ۵۰۳۔ لفظہ یوقف عبدان بین یدی اللّٰہ عزوجل فیامر بھما الی الجنۃ فیقولان ربنا استأھلنا منك الجنۃ و لم نعمل عملاً یجازینا [بہ] الجنۃ، فیقول اللّٰہ عزوجل لھما: عبدی ادخلا فانی آلیت علی نفسی ان لا یدخل النار من اسمہ احمد و محمد۔")

ایک روایت میں ہے: ''ملائکہ (یعنی فرشتے) اس گھر کی زیارت کو آتے ہیں جس میں کسی کا نام محمد یا احمد ہے۔'' ایک روایت میں ہے: ''جس مشورے میں اِس نام (یعنی محمد نام) کا آدمی شریک ہو اس میں برکت رکھی جاتی ہے۔''

(کنز العمال، کتاب النکاح، قسم الاقوال، الحدیث ۴۵۲۱۶، ج ۱۶، ص ۱۷۵)

ایک روایت میں ہے: ''تمہارا کیا نقصان ہے کہ تمہارے گھروں میں دو یا تین محمد ہوں۔'' (ملتقطاً، الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الحدیث ۶۲۲، ج ۵، ص ۴۰)

جُوتا پہن کر نماز پڑھنا کیسا؟

عرض: جوتا پہن کر نماز پڑھنا چاہیے یا نہیں؟

ارشاد: نہیں۔ عالمگیری میں تصریح ہے کہ مسجد میں جوتا پہن کر جانا، بے ادبی ہے۔

(الفتاوٰی الھندیہ، کتاب الکراھیۃ، الباب الخامس فی اداب المسجد......الخ، ج ۵، ص ۳۲۱)

تعظیم و توھین کا دارومدار عُرف پر ھے

عرض: غیر مقلدین پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی ہے۔

ارشاد: بعض احکام میں عُرف و مَصالح (یعنی مصلحتوں) کے سبب تَغَیُّر و تَبَدُّل ہوتا ہے (یعنی تبدیلی ہوتی ہے)۔ میں نے خاص اس بارے ایک رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی

''جمالُ الْاجمال لِتَوْقِیفِ حُکْمِ الصَّلٰوۃِ بِالنِّعَال'' لکھا ہے اور اس کی ایک شرح کمال الاکمال کی ہے (پھر فرمایا) **تعظیم وتوہین عُرف پر مبنی ہیں** ایک چیز سے ایک زمانہ میں تعظیم یا توہین ہوتی ہے، دوسرے زمانہ میں نہیں، یا ایک قوم میں ہوتی ہے دوسری قوم میں نہیں مثلاً عرب میں بڑے چھوٹے سب کو صیغۂ مفرد (یعنی واحد لفظ) سے خطاب ہے ''اَنْتَ قُلْتَ'' تُو نے کہا۔ یہ وہاں کوئی توہین نہیں اور ہمارے یہاں توہین ہے **یا یورپ کا ادب یہ ہے** کہ ملاقاتِ معظّم کے وقت سر ننگا کرلے اور جوتا پہنے ہو اور **ہمارے یہاں یہ توہین ہے**، ادب اس میں ہے کہ پاؤں ننگے ہوں اور سر پر عمامہ ہو۔ جب ہمارے یہاں یہ دربارِ بادشاہانِ مجازی کی توہین ہے تو دربارِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) کہ مَلِکُ الْمُلُوک (یعنی بادشاہوں کے بادشاہ) اور حقیقی شہنشاہ سچے بادشاہ کا دربار ہے اَحَقّ بِالتَّعظِیم (یعنی تعظیم کا زیادہ حقدار) ہے۔

ٹرین میں بیٹھ کر نَماز پڑھنا کیسا؟

عرض: ریل گاڑی میں بیچ پر بیٹھ کر پاؤں لٹکا کر فرض یا وتر پڑھے نماز ہوئی یا نہیں بعض ایسا کرتے ہیں؟

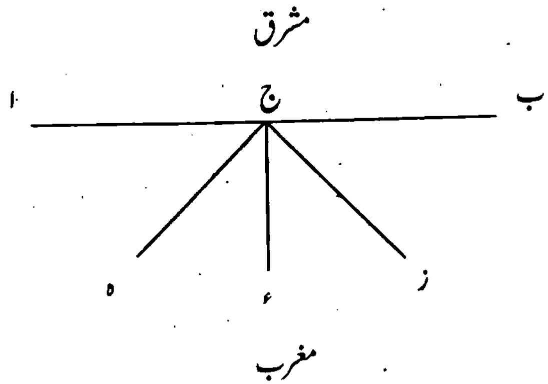
ارشاد: نہیں کہ قیام **فرض** ہے اور جب تک عجز نہ ہو ساقِط (یعنی معاف) نہیں ہوسکتا، (حلبی کبیر، فرائض الصلوۃ، الثانی القیام، ص ٢٦١) فرض اور وِتر اور صبح کی سنتیں یوں نہ ہوسکیں گے۔

ٹرین میں نماز پڑھنے کا طریقہ

عرض: ریل میں ایسا موقع کم ملتا ہے کہ کھڑے ہو کر نماز ادا کی جائے۔

ارشاد: مجھے بڑے بڑے سفر کرنے پڑے اور بِفَضلِہٖ تعالٰی پنج وقتہ **جماعت** سے نماز پڑھی۔ قیام اور رکوع تو ریل میں بھی بخوبی ہوسکتا ہے۔ ہاں بعض وقت سجدے میں دِقّت (یعنی مشکل) ہوتی ہے جبکہ قبلہ بنچ کی طرف ہو، وہ یوں ہوسکتا ہے کہ سر کو خم کر کے (یعنی ترچھا کرکے) بنچ کے نیچے کرے۔ صرف تھوڑا سا تکلُّف کرنا ہوگا مگر اِس قدر خم نہ کرے کہ ۴۵ درجے کسی جانب مائل ہوجائے ۴۵ درجے کے قریب تک اجازت ہے۔ ایک خط کے نصف پر دوسرا خط عمود (یعنی اوپر سے نیچے سیدھا) قائم کرو کہ دو زاویہ قائمے بنائے گا، ان دونوں قائموں کی دو خطوں سے تنصیف کرو، یہ ۴۵×۴۵ درجے کے زاویے ہوں گے، فرض کرو خط **ج ء** سمتِ قبلہ تو شمال کو **ء ہ** یا جنوب کو **ء ز** تک جھکنا مُفسِدِ نماز (یعنی نماز توڑنے والا عمل) نہیں کہ سمتِ قبلہ نہ بدلے گی زیادہ میں فساد ہے؛

(شکل دیکھئے)



غَلَط پڑھی گئی نمازوں کو دوبارہ پڑھنے کا حکم

عرض : جتنی نمازیں اس طرح پڑھی ہوں، ان کے اِعادہ (یعنی لوٹانے) کی ضرورت نہ ہوگی اس لئے کہ وہ نادانستگی (یعنی ناواقفی) میں پڑھی ہیں، ہاں آئندہ یونہی پڑھنا فرض ہے؟

ارشاد : جہل عدمِ اِعادہ (یعنی دوبارہ نہ پڑھنے) کا سبب نہیں ہوسکتا۔ جہل خود گناہ ہے۔ ہمارے علمانے احکامِ شرعیہ شرق سے غرب تک روشن کردیئے اور قرآنِ عظیم میں فرمایا:

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (پ ۱۴، النحل: ۴۳) تمہیں نہ معلوم ہو تو جاننے والوں سے پوچھو۔

اب نہ جاننے والے کی غلطی ہے کہ اس نے کیوں نہ سیکھا؟ ان نمازوں کا اِعادہ ضرور ہے۔

کتنی نَمازیں دوبارہ پڑھی جائیں ؟

عرض : پھر کس قدر کا اِعادہ کیا جائے؟

ارشاد : اِتنی کہ ظنِ غالب ہوجائے کہ اب باقی نہ رہی ہوں گی۔

نَماز میں مُصَلّٰے ٹیڑھا ہونے کا حکم

عرض : ایک شخص نے نماز پڑھائی مصلےٰ کج (یعنی ٹیڑھا) تھا، نہ انہوں نے استقبالِ قبلہ (یعنی قبلے کو رُخ ۔) کیا نہ مصلےٰ ہی کو ٹھیک کیا، نماز ہوئی یا نہیں؟

ارشاد : اگر مصلےٰ کا میلان (یعنی جُھکاؤ) قبلہ سے ۴۵ درجے کے اندر تھا تو نماز ہوگئی، اور اگر زیادہ تھا تو باطل۔

(پھر فرمایا) بریلی میں اکثر مساجد قبلہ سے دو دو درجے جانب شمال ہٹی ہوئی ہیں اور بمبئی کی مساجد دس درجے جانبِ جنوب، اگر شرع مطہر اس کی اجازت نہ دیتی تو لاکھوں نمازیں باطل ہوتیں۔ (پھر فرمایا) انسان کی پیشانی کے قوسی شکل ہونے میں یہ بھی مصلحت ہے تا کہ یہ آسانی رہے کہ اگر قبلہ سے ۴۵ درجے تک اِنْحِراف (یعنی پھرنا) بھی ہوگا تو بھی پیشانی کے کسی جز (یعنی حصے) سے مُحاذات (یعنی برابری) ہو جائے گی اگر پیشانی مستوی (یعنی سیدھی) ہوتی تو یہ بات حاصل نہ ہوتی (انحرافِ مساجد کی وجہ بیان فرمائی) لوگوں نے یہ سمجھا کہ مغرب کی طرف منہ کر کے اس طرح کھڑے ہوں کہ قُطُب [1] داہنے شانے پر ہو تو جو جہت محاذیِ وجہ (یعنی چہرے کے سامنے) ہو وہی سمتِ قبلہ ہے۔ حالانکہ یہ تحقیق نہیں ہے البتہ ہندوستان میں تقریب کے لئے کافی ہے۔

باریک کپڑوں میں عورت کی نماز کا حکم

عرض: عورتوں کی نماز باریک کپڑوں سے ہوتی ہے یا نہیں؟

ارشاد: آزاد عورتوں کو سر سے پاؤں تک **تمام بدن کا چھپانا فرض ہے** مگر چہرہ یعنی پیشانی سے ٹھوڑی اور ایک کنپٹی سے دوسری کنپٹی تک (جس میں سر کے بالوں یا کان کا کوئی حصہ داخل نہیں نہ ٹھوڑی کے نیچے کا) یہ تو بالاتفاق نماز میں چھپانا فرض نہیں اور گٹوں تک دونوں ہاتھ، ٹخنوں تک دونوں پاؤں، ان میں اختلافِ روایات ہے۔ ان کے سوا اگر کسی عضو کا چوتھائی حصہ نماز میں قصداً (یعنی جان بوجھ کر) کھولے اگرچہ ایک آن کو یا بلا قصد بقدر ادائے رُکن یعنی تین بار سُبْحَانَ اللّٰہ کہنے کی دیر تک کھلا رہے **تو نماز نہ ہوگی**۔ (دُرِّ مختار

[1]: وہ روشن تارہ جو کرۂ زمین کے شمالی یا جنوبی سرے پر نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ سے سمت معلوم کرنے میں مدد ملتی ہے۔۔۔ عِلْمِیہ

معہ رد المحتار، کتاب الصلاۃ مطلب فی النظر الی وجہ الامرد، ج۲، ص ۱۰۰) **اور باریک** کپڑے جن سے بدن نظر آئے یا رنگت دکھائی دے یا سر کے بالوں کی سیاہی چمکے تو نماز نہ ہوگی۔

(الفتاوی الهندیة، کتاب الصلاۃ، الباب الثالث فی شروط الصلاۃ، الفصل الاول، ج ۱، ص ۵۸)

کیا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو عِلْمِ غیب تھا؟

مؤلف : ایک صاحب جن کا میلان قدرے وہابیت کی طرف تھا، انہوں نے علمِ غیبِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت سوال کیا تو فرمایا:

ارشاد : کیا آپ مطلق علمِ غیب کو پوچھتے ہیں یا علمِ مَا کَانَ وَ مَا یَکُون، (یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہوگا ان سب کا علم)، جیسا سوال ہو اُس کے موافق جواب دیا جائے۔

عرض : میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے افضل و اعلیٰ جانتا ہوں اور حضور (صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم) کو روشن ضمیر مانتا ہوں مگر یہ کہ وہ دلوں کی بات جانتے ہیں، یہ نہیں مانتا۔

ارشاد : روشن ضمیر ہونے کے تو یہی معنی ہیں کہ دلوں کی حالتیں جانیں (پھر اس کے ثبوت کی طرف توجہ فرمائی) قرآنِ عظیم فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (پ ۴، ال عمرٰن: ۱۷۹)

اے عام لوگو **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) اس لئے نہیں کہ تمہیں غیب پر مطلع فرمادے۔ ہاں اپنے رسولوں سے چن لیتا ہے جسے چاہے۔

اور فرماتا ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (پ۲۹، الجن:۲۶)	اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں فرماتا مگر اپنے پسندیدہ رسول کو۔

صرف اظہار ہی نہیں بلکہ رسولوں کو علمِ غیب پر مسلط فرما دیا۔ (اس کے بعد ارشاد فرمایا) کہ علمائے اہلِ سنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اتفاق ہے کہ جو فضائل اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عنایت فرمائے گئے وہ سب باکمل وُجوہ (یعنی اَکمل طور پر)، ان سے بدرجہا (یعنی کئی درجے) زائد حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مرحمت (یعنی عطا) ہوئے اور اہلِ باطن کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کچھ فضائل اور انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیٰ سیدہم وعلیہم کو ملے وہ سب حضور کے دیئے سے اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے طفیل میں۔

اصحابِ صحیح بخاری ومسلم نے روایت کی:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِيْ	میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

(ملتقطاً، صحیح البخاری کتاب العلم باب من یرد اللّٰہ...... الخ، الحدیث ۷۱، ج۱، ص ۴۳)

(ملتقطاً، صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب النھی عن المسألۃ، الحدیث ۱۰۳۷، ص ۵۱۷)

اللہ تعالیٰ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بَابَت (کے بارے میں) فرماتا ہے:

وَكَذٰلِكَ نُرِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (پ۷، الانعام:۷۵)	یعنی اَیسا ہی ہم ابراہیم کو آسمان وزمین کی ساری سلطنت دکھاتے ہیں۔

اور لفظ "نُرِیْ" اِستمرار وتجدُّد (یعنی ہمیشگی اور تکرار) پر دال (یعنی دلالت کرتا) ہے جس کا یہ

مطلب کہ وہ دکھانا ایک بار کے لئے نہ تھا بلکہ مُسْتَمِرّ (یعنی ہمیشہ) ہے تو یہ صفت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اَکمل طور پر ثابت، حضور کے دیئے سے اور حضور کے طفیل میں حضور کے جدِّ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ ابیہ وبارک وسلم کو یہ فضیلت ملی۔ اس کا اِنکار نہ کرے گا مگر کور باطن (یعنی کینہ رکھنے والا) اَعَاذَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى مِنْ هٰذِهِ الْعَقِيْدَةِ الْبَاطِلَةِ (یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں اس باطل عقیدے سے بچائے۔ت) اور لفظ ''كَذٰلِكَ'' تشبیہ کے واسطے ہے جسے ہر معمولی عربی داں جانتا ہے اور تشبیہ کے لئے مُشَبَّہ (یعنی جسے تشبیہ دی گئی) اور مُشَبَّه بِهٖ (یعنی جس سے تشبیہ دی گئی) ضرور (یعنی لازم) ہے۔ ''مُشَبَّہ'' تو خود قرآنِ کریم میں مذکور ہے یعنی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ باقی رہا ''مُشَبَّہ بِہٖ'' وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اے حبیب لبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جیسے ہم آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو آسمانوں اور زمینوں کی سلطنتیں دکھا رہے ہیں یونہی آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے طفیل میں آپ کے والد ماجد حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بھی ان کا معائنہ کرا رہے ہیں اور قرآن کریم میں اِرشاد فرماتا ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝ یعنی میرا محبوب غیب پر بخیل نہیں۔

(پ ۳۰، التکویر: ۲٤)

جس میں اِستعداد (یعنی صلاحیت) پاتے ہیں اسے بتاتے بھی ہیں اور ظاہر کہ بخیل وہ جس کے پاس مال ہو اور صَرْف (یعنی خرچ) نہ کرے۔ وہ کہ جس کے پاس مال ہی نہیں کیا بخیل کہا جائے گا؟ اور یہاں بخیل کی نفی کی گئی تو جب تک کوئی چیز صرف (یعنی خرچ) کی نہ ہو (نفی کا) کیا مُفاد (یعنی فائدہ) ہوا؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) غیب پر

مطلع (یعنی خبردار) ہیں، اور اپنے غلاموں کو اس پر اِطلاع بخشتے ہیں اور فرماتا ہے:

نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (پ ١٤، النحل:٨٩) — ہم نے تم پر یہ کتاب ہر شے کا روشن بیان کردینے کے لئے اُتاری۔

"تِبْيَانًا" ارشاد فرمایا، "بَيَانًا" نہ فرمایا کہ معلوم ہو جائے کہ اس میں بیانِ اشیا اس طرح پر ہے کہ اصلاً خِفا (یعنی پوشیدگی) نہیں اور حدیث میں ہے جسے امام ترمذی وغیرہ نے دس صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا کہ صحابۂ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم صبح کو نمازِ فجر کے لئے مسجد نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں حاضر ہوئے، اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کی تشریف آوری میں دیر ہوئی۔ حَتّٰى كِدْنَا اَنْ نَّتَرَاى الشَّمْسَ، یعنی قریب تھا کہ آفتاب طلوع کر آئے۔ اتنے میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) تشریف فرما ہوئے، اور نماز پڑھائی۔ پھر صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم جانتے ہو کیوں دیر ہوئی؟ سب نے عرض کی "اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ" اللہ ورسول (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) خوب جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

اَتَانِيْ رَبِّيْ فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ — میرا رب (عَزَّوَجَلَّ) سب سے اچھی تجلی میں میرے پاس تشریف لایا۔

یعنی میں ایک دوسری نماز میں مشغول تھا۔ اس نماز میں عَبْد (یعنی بندہ) درگاہِ معبود میں حاضر ہوتا ہے اور وہاں خود ہی معبود کی عبد پر تجلی ہوئی۔ "قَالَ يَا مُحَمَّدُ فِيْمَا يَخْتَصِمُ الْمَلَاُ الْاَعْلٰى" اس نے فرمایا: "اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرشتے کس بات میں مُخاصمہ (یعنی تنازعہ) اور مُباہات (یعنی فخر) کرتے ہیں؟" "فَقُلْتُ لَا اَدْرِيْ" میں نے عرض کی میں

بے تیرے بتائے کیا جانوں،

فَوَضَعَ كَفَّهُ بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَ اَنَامِلِهٖ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ (ملتقطاً، جامع ترمذی کتاب التفسیر باب من سورة ص، الحدیث ٣٢٤٦، ج٥، ص١٦٠)

تو ربّ العزت (عَزَّوَجَلَّ) نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا اور اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی اور میرے سامنے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی۔

صرف اسی پر اِکتفانہ فرمایا کہ کسی وہابی صاحب کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ کل شے سے مراد ہر شے متعلق بشرائع (یعنی شریعتوں کے متعلق ہر چیز) ہے بلکہ ایک روایت میں فرمایا:

مَا فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ

میں نے جان لیا جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔

(ملتقطاً، جامع ترمذی کتاب التفسیر باب من سورة ص، الحدیث ٣٢٤٤، ج٥، ص١٥٨)

اور دوسری روایت میں فرمایا:

فَعَلِمْتُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ

اور میں نے جان لیا جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے۔

(ملتقطاً، جامع ترمذی، کتاب التفسیر باب من سورة ص، الحدیث ٣٢٤٥، ج٥، ص١٥٩)

یہ تینوں روایتیں صحیح ہیں تو تینوں لفظ ارشادِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) سے ثابت ہیں۔ یعنی میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے۔ ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی اور روشن ہونے کے

ساتھ پہچان لینا اس لئے فرمایا کہ کبھی شے معروف (یعنی معلوم) ہوتی ہے پیشِ نظر نہیں اور کبھی شے پیشِ نظر ہوتی ہے اور معروف نہیں جیسے ہزار آدمیوں کی مجلس کو چھت پر سے دیکھو، وہ سب تمہارے پیشِ نظر ہوں گے مگر ان میں بہت کو پہچانتے نہ ہوں گے۔ اس لئے ارشاد فرمایا کہ تمام اشیائے عالم ہمارے پیشِ نظر بھی ہوگئیں، اور ہم نے پہچان بھی لیں کہ ان میں نہ کوئی ہماری نگاہ سے باہر رہی نہ علم سے خارج وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مسلمان دیکھیں نصوص میں بلا ضرورت تاویل و تخصیص باطل و نا مسموع ہے (یعنی نا قابلِ قبول ہے)۔ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا ہر چیز کا روشن بیان کردینے کو یہ کتاب ہم نے تم پر اُتاری۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے پہچان لی تو بلاشبہ یہ رویت و معرفت (یعنی دیکھنا اور پہچاننا)، جمیع مکنوناتِ قلم و مکتوباتِ لوح (یعنی قلم اور لوحِ محفوظ کے تمام سربستہ رازوں) کو شامل ہے جس میں سب "مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ مِنَ الْیَوْمِ الْاَوَّلِ اِلٰی یَوْمِ الْاٰخِرِ" (یعنی روزِ اول سے روزِ آخر تک جو کچھ ہوا.. یا.. ہوگا) و جملہ ضمائر و خواطر (یعنی تمام پوشیدہ اُمور بشمول احوالِ دِل) سب کچھ داخل وللہذا طبرانی ونعیم بن حماد اُستاذ امام بخاری وغیرہما نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَ اِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ

بے شک **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) نے میرے سامنے دنیا اٹھالی ہے تو میں اسے اور اس میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے، سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو۔

(ملتقطاً، مجمع الزوائد کتاب علامات النبوۃ باب ۳۳، الحدیث ۱٤٠٦٧، ج۸، ص ۵۱۰)

اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے حضور کے غلاموں کو یہ مرتبہ عنایت فرمایا۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں: ''وہ مرد نہیں جو تمام دنیا کو مثل ہتھیلی کے نہ دیکھے۔'' انہوں نے سچ فرمایا اپنے مرتبہ کا اظہار کیا۔ ان کے بعد حضرت شیخ بہاء الملۃ والدین نقشبند قدس سرُّہٗ نے فرمایا: ''میں کہتا ہوں مرد وہ نہیں جو تمام عالَم کو انگوٹھے کے ناخن کی مثل نہ دیکھے۔'' اور وہ جو نسب میں حضور کے صاحبزادے اور نسبت میں حضور کے ایک اعلیٰ جاہ کفش بردار (یعنی بلند رتبہ غلام) ہیں اَعْنِی (یعنی) حضور سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ غوثیہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا   کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالٖ

یعنی میں نے اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے تمام شہروں کو مثل رائی کے دانے کے ملاحظہ کیا۔

اور یہ دیکھنا کسی خاص وقت سے خاص نہ تھا بلکہ عَلَی الْاِتِّصَال (یعنی لگاتار) یہی حکم ہے، اور فرماتے ہیں: ''اِنَّ بُؤْبُؤَۃَ عَیْنِیْ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ میری آنکھ کی پتلی لوحِ محفوظ میں لگی ہے۔''

لوحِ محفوظ کیا ہے۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

كُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ○   ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

(پ۲۷، القمر:۵۳)

اور فرماتا ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ   ہم نے کتاب میں کوئی شے اٹھا نہ رکھی۔

(پ۷، الانعام:۳۸)

اور فرماتا ہے:

لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ O (پ ۷، الانعام:۵۹)

کوئی تر وخشک ایسا نہیں جو کتابِ مبین میں نہ ہو۔

تو جب لوحِ محفوظ کی یہ حالت کہ اس میں تمام کائنات روزِ اول سے روزِ آخر تک محفوظ ہیں تو جس کو اس کا علم ہو، بے شک اسے ساری کائنات کا علم ہوگا۔

ظهر کا وقت کب تک رهتا هے؟

عرض : ظہر کا وقت کب تک رہتا ہے؟

ارشاد : مذہبِ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں دو مثل[1] تک رہتا ہے۔(مختصر القدوری کتاب الصلاۃ باب صفۃ الصلاۃ، ص ۳۵) اور یہ ہی قول اَصَح ہے۔

عرض : اگر ایک مثل کے اندر ظہر پڑھی جائے اور بعد دو مثل عصر تو بہتر ہوگا کہ سب اَقوالِ علما جمع ہو جائیں گے۔

ارشاد : ہاں اچھا ہے، امام (یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) وصاحبین (یعنی امام اعظم کے دو جلیل القدر شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما) کے قول جمع ہو جائیں گے، تمام اقوالِ علما کا جمع کرنا ناممکن ہے کہ اصطخری شافعیہ سے اس امر کے قائل ہیں کہ بعدِ مثلین (یعنی دو مثل کے بعد) کسی نماز کا وقت ہی نہیں۔

گرمیوں میں ظهر کا مُستَحَب وقت کونسا هے؟

مولوی اَمجد علی صاحب : ظہر میں تاخیر، گرمی کے زمانہ میں مستحب

[1] : اس مسئلے کی تفصیل بہارِ شریعت حصہ سوم صفحہ 17 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ میں ملاحظہ کیجئے۔... عِلْمِیه

ہے اس قدر کہ شدتِ حَر (یعنی گرمی کی شدت) جاتی رہے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا:

اَبرِدُوا بِالظُّهرِ فَاِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيحِ جَهَنَّم ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو کہ گرمی کی سختی جہنم کی سانس ہے۔

(صحيح البخاری كتاب مواقيت الصلاة باب الابراد بالظهر ..... الخ ، الحديث ٥٣٨، ج١، ص ١٩٩)

ارشاد : ہاں ایک مثل تک تو ہرگز شدتِ حَر (یعنی گرمی کی شدت) میں کمی نہیں ہوتی، یہ اعلیٰ درجہ کی حدیث امام کی اعلیٰ دلیل ہے اور اسے واضح تر کر دیا بخاری کی حدیثِ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ ایک منزل میں تشریف فرما تھے، مؤذن اذان کہہ کر حاضرِ بارگاہ ہوئے، فرمایا: ''اَبرِد'' وقت ٹھنڈا کرو، پھر دیر کے بعد حاضر ہوئے فرمایا ''اَبرِد'' وقت ٹھنڈا کرو ''حَتّٰی سَاوَى الظِّلَالُ التُّلُولَ'' یہاں تک کہ ٹیلوں کے سائے ان کے برابر ہوگئے۔ اس وقت نماز ادا فرمائی۔ (ملتقطاً، صحيح البخاری كتاب الاذان، باب الاذان للمسافر .....الخ ، الحديث ٦٢٩، ج١، ص٢٢٨)

خود ائمہ شافعیہ تصریح فرماتے ہیں کہ ٹیلوں کا سایہ شروع اس وقت ہوتا ہے جب اکثر ظہر کا وقت نکل جاتا ہے تو ان کے برابر کس وقت ہوگا یقیناً جبکہ مثلِ اول دیر کا نکل چکا ہو، قائلانِ مثلِ اول کے پاس اس حدیث صحیح سے اصلاً کوئی جواب نہیں۔ غیر مقلدوں کے پیشوا نذیر حسین دہلوی نے معیار الحق میں جو حرکت مذبوحی اور حدیث سے مسخرگی کی ہے اسکا رَدّ میری کتاب ''حَاجِزُ الْبَحْرَين'' میں دیکھئے۔

دو مثل سے پہلے نمازِ عَصر پڑھنے کا حکم

عرض : اگر قبل دو مثل کے عصر کی نماز پڑھ لی جائے تو ہو جائے گی؟

ارشاد : ہاں! صاحبین (یعنی امامِ اعظم کے دوجلیل القدر شاگرد امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما) کے نزدیک ہو جائے گی۔

(غنية المتملي، شرح منية المصلي، الشرط الخامس، ص ۲۲۷)

عرض : کیا اِعادہ (یعنی نماز دوبارہ پڑھنا) واجب نہ ہوگا؟

ارشاد : فرض نہ ہوگا کہ اس قول پر بھی فتویٰ دیا گیا ہے اگرچہ صحیح ومعتمد قولِ امام ہے۔

اِختِلافی مسائِل کا حکم

عرض : تو کیا تمام مسائلِ اختلافیہ کا یہ ہی حکم ہے؟

ارشاد : نہیں بلکہ جس میں اختلافِ فتویٰ ہے اس کا یہ ہی حکم ہے کہ جس قول پر عمل کیا جائے گا ہو جائے گا اور چونکہ اس میں علما دونوں طرف گئے ہیں اور دونوں قولوں پر فتویٰ دیا ہے لہٰذا جس پر عمل کیا جائے گا ہو جائیگا مگر جو مُعتَقِدِ ترجیح قولِ امام (یعنی امام اعظم کے قول کو راجح مانتا) ہے اسے اِحتِراز (یعنی بچنا) چاہیے۔ حرمین طیبین میں اب کچھ برسوں سے حنفی مصلے پر نمازِ عصر مثلِ ثانی میں ہونے لگی ہے۔ صبح کے سوا سب نمازیں پہلے مصلائے حنفی پر ہوتیں، شافعیہ نے شکایت کی کہ ہمارے لیے وقتِ عصر ہمارے مذہب کی رو سے تنگ ہو جاتا ہے۔ اس پر تو یہ ہوا نہیں کہ نمازِ عصر مثل صبح مؤخر کردی جائے، رکھی مقدم اور مثلِ دوم میں کردی۔ اس بار کی حاضری میں یہ نئی بات دیکھی مَیں اور مکہ کے جلیل علمائے حنفیہ مثل مولانا شیخ صالح کمال مفتی حنفیہ ومولانا سید اسمٰعیل محافظِ کتب حرم اس جماعت میں شریک ہوتے تو نفل کی نیت سے پھر حنفی وقت پر اپنی جماعت کرتے جس میں وہ اکابر اس فقیر کو امامت پر مجبور فرماتے۔

زوال کے وقت جمعہ ادا کرنا کیسا؟

عرض : جمعہ اگر عین زوال کے وقت پڑھا جائے تو ہوگا یا نہیں؟

ارشاد : نہیں۔ کتبِ فقہ ''بحر'' وغیرہ میں تصریح فرمائی کہ جمعہ مثلِ ظہر ہے۔

(بحر الرائق شرح کنز الدقائق کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجمعۃ، ج۲، ص۲۵٦)

ایک اشکال اور اس کا جواب

عرض : زوال کے وقت نماز کی کراہت اس بنا پر ہے کہ جہنم روشن کیا جاتا ہے۔ (الاشباہ والنظائر، القول فی احکام یوم الجمعۃ، ص ۳۲۱) اور یہ حدیث میں ہے۔ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن جہنم بھڑکایا نہیں جاتا۔ (ملتقطاً، کنز العمال، کتاب الصلاۃ باب وقت الاستحباب، الحدیث ۱۹۵۹۲، ص ۱۷۱) لہٰذا چاہئے کہ زوال کے وقت مکروہ نہ ہو کہ مانع (یعنی رکاوٹ) موجود نہیں۔

ارشاد : یہ اس وقت نوافل کی کراہت میں جاری ہوسکتا ہے فرائض کے تو اول وآخر وقت مقرر ہیں، اوّل سے پہلے باطل ہیں اور آخر کے بعد قضا مثلاً نماز صبح کا اوّل وقت طلوعِ فجر ہے اس سے پہلے شروع کی تو نماز قطعاً نہ ہوگی، نہ یہ کہ اسے جائز کہہ دیں کہ وہ وقتِ کراہت نماز کا نہیں، یوں ہی جمعہ کے دن جہنم نہ سلگائے جانے سے اگر ثابت ہوا تو اتنا کہ وہ اوقاتِ کراہت سے نہ رہا نہ یہ کہ جمعہ جس کا آغازِ وقت بعدِ زوال ہے پیش از وقت جائز ہو جائے، ہاں دربارہ نوافل اسی حدیث کی بنا پر امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے روزِ جمعہ وقتِ زوال کراہت نہ مانی، اشباہ میں اسے صحیح ومعتمد رکھا۔ (الاشباہ و النظائر، القول فی احکام یوم الجمعۃ، ص ۳۲۱) مگر یہ حاوی قدسی سے ہے۔ میرا

تجربہ ہے کہ صاحب حاوی یوسفی المذہب ہیں ہر جگہ قولِ امام ابو یوسف کو بِــهٖ نَـأْخُذُ (یعنی ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں) کہتے ہیں۔ ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب جس پر تمام متون و شروح ہیں ''اِطلاقِ منع'' ہے (یعنی مطلقاً منع ہے) اور یہ ہی صحیح و معتمد ہے۔

پانی اللہ تعالیٰ کی نعمت ھے

مؤلف : آج حضرت مولانا مولوی وصی احمد محدِّث سورتی علیہ الرحمہ (جن کو اعلیٰ حضرت مدظلہ الاقدس نے ''اَلْاَسَدُ الْاَسَدُّ الْاَشَدُّ'' (یعنی فتنوں کی مکمل روک تھام کرنے والا قوی شیر) سے مخاطب فرمایا تھا اور جناب مولانا مولوی حمداللہ صاحب پیشاوری بھی دولت کدہ اقدس پر مہمان ہیں۔ دوپہر کا وقت ہے، یہ حضرات اور حضرت قبلہ دامت برکاتہم کھانا ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ مولانا مولوی حکیم امجد علی صاحب بھی حاضر اور شریکِ طعام ہیں۔ بریلی کے پانی کی نفاست کا ذکر ہوا، اس پر:

ارشاد : ہوا کہ پانی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے جس سے قرآنِ عظیم میں جابجا بندوں پر منّت رکھی (یعنی انہیں اپنا احسان یاد دلایا) اور ایک جگہ خاص اس پر شکر کی ہدایت فرمائی:

اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِىْ تَشْرَبُوْنَ ؕ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْ لَا تَشْكُرُوْنَ ۝

(پ ۲۷، الواقعہ: ۶۸، ۶۹، ۷۰)

کیا تم نے دیکھا یہ پانی جو پیتے ہو کیا تم نے اسے بادلوں سے اُتارا یا ہم ہیں اُتارنے والے (بلکہ تو اے رب (عَزَّوَجَلَّ) ہمارے) ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری کردیں پھر کیوں نہیں شکر کرتے (تیرے وجہِ کریم کے لئے ہمیشہ حمد ہے اے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) ہمارے)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کھانے پینے پہننے کی کوئی چیز کسی سے

طلب نہ فرمائی مگر **ٹھنڈا پانی** دوبار طلب فرمایا۔ ایک بار فرمائش فرمائی: ''رات کا باسی لاؤ۔'' (ملخصاً، سنن ابن ماجه کتاب الاشربه باب الشرب بالاکف والفرع، الحديث ٣٤٣٢، ج٤، ص٨٣)

مدینے کے پانی کی کیا بات ہے

میں نے مدینۂ طیبہ سے بہتر پانی کہیں نہ پایا۔ خدّام کرام حاضرینِ بارگاہ کے لئے زَورَقوں (یعنی پیالوں) میں پانی بھر کر رکھتے ہیں، گرمی کے موسم میں اس شہرِ کریم کی ٹھنڈی نسیمیں (یعنی صبح کی ٹھنڈی خوشگوار ہوائیں) اتنا سرد کر دیتی ہیں کہ بالکل برف معلوم ہوتا ہے۔ **عمدہ پانی** کی تین صفتیں ہیں اور وہ تینوں اس میں اعلیٰ درجہ پر ہیں: **ایک صفت** یہ کہ ہلکا ہو اور وہ پانی اس قدر ہلکا ہے کہ پیتے وقت حلق میں اس کی ٹھنڈک تو محسوس ہوتی ہے اور کچھ نہیں اگر خُنکی (یعنی ٹھنڈ) نہ ہو تو اس کا اُترنا بالکل معلوم نہ ہو، **دوسری صفت** شیرینی (یعنی مٹھاس) وہ پانی اعلیٰ درجہ کا شیریں ہے۔ ایسا شیریں میں نے کہیں نہ پایا۔ **تیسری** خنکی، یہ بھی اس میں اعلیٰ درجہ پر ہے۔ میری عادت ہے کہ کھانا کھاتے میں پانی پیتا ہوں۔ کھانا مکان پر کھایا جائے اور وہ جانفزا پانی مسجد کریم میں، لہٰذا کھانا کھاتے میں پانی نہ پیتا۔ کھانے کے بعد مسجد کریم میں بہ نیتِ اِعتکاف حاضر ہوتا اور اس عطیۂ سرکاری سے دل و جان سیراب کرتا، اعتکاف تو ہر مسجد کی حاضری میں ہمیشہ ہوتا ہی ہے۔ پانی کے لئے اعتکاف نہ ہوتا تھا بلکہ اس کی مَنْفَعَت (یعنی فائدہ) یہ ہے کہ غیر معتکف کو مسجد میں کھانا پینا جائز نہیں۔

کھانے پینے کے لئے اِعْتِکاف کرنا کیسا؟

عرض : کھانے پینے کے لئے اعتکاف جائز ہے؟

ارشاد : اعتکاف صرف ذکرِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) کے لئے کیا جائے، بِالتَّبع (یعنی ضمناً) اس کے منافع اور ہوسکتے ہیں مثلاً روزے کے بارے میں حدیث ہے:

صُوْمُوْا تَصِحُّوْا روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے۔

(المعجم الاوسط، الحدیث ۸۳۱۲، ج۶، ص۱۴۶)

تو یہ نہیں ہوسکتا کہ روزہ تندرستی کی **نیت** سے رکھا جائے، بلکہ روزہ **اللّٰہ** تعالیٰ کے لئے ہوگا اور تندرستی کی منفعت بھی اس سے تبعاً حاصل ہوگی۔ پھر اسی حدیث میں فرمایا:

حُجُّوْا تَسْتَغْنُوْا حج کرو غنی ہو جاؤ گے۔

(ملتقطاً، مصنف عبد الرزاق باب فضل الحج، الحدیث ۹۳۵۲، ج۵، ص۸)

تو یہ نہیں کہ حج مال کی **نیت** سے کیا جائے بلکہ حج **اللّٰہ** تعالیٰ کے لئے ہوگا، اور یہ نفع بھی ضمناً ملے گا تو جس طرح یہ دونوں **اللّٰہ** ہی کے لئے ہیں اور صحت وغنا، اِن کے ضمنی منافع اسی طرح اعتکاف **اللّٰہ** تعالیٰ کے لئے ہوگا اور کھانے پینے کا جواز نفع بالتبع۔ فتاویٰ عالمگیری وغیرہا میں ہے اگر مسجد میں سونا چاہے اعتکاف کی نیت کرلے کچھ دیر ذکرِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) میں مشغول رہے پھر جو چاہے کرے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الکراھیۃ باب اداب المسجد و القبلۃ......الخ، ج۵، ص۳۲۱)

ایک شعر کی وضاحت اور اس کا شرعی حکم

کھانے کے بعد ڈاک نکالنے کا حکم فرمایا۔ ڈاک نکالی گئی، مولوی حکیم محمد

امجد علی صاحب نے خطوط سنانا شروع کئے۔ جواب فرماتے جاتے، مولانا لکھتے جاتے۔ ان میں ایک خط حضرت سید شاہ نور عالم میاں صاحب صاحبزادہ سرکار خورد (یعنی چھوٹے سرکار) مارہرہ مطہرہ کا تھا۔ انہوں نے تحریر فرمایا تھا کہ ایک مسئلہ حل طلب ہے۔ شرم اس بات کی ہے کہ کوئی دینی مسئلہ جس میں مجھے ثواب ملتا اور آپ کا قیمتی وقت ضائع نہ ہوتا میں دریافت کرتا۔ سو یہ دینی مسئلہ نہیں دوسرے کوئی سوال آپ کے شایانِ شان ہوتا تو بھی مجھ کو پس وپیش نہ تھا (یعنی جھجک نہ تھی)۔ جو بات دریافت کرتا ہوں وہ بھی آپ کے مرتبہ عُلیا سے بہت دُون واَدوَن (یعنی بہت ہلکی) ہے، بہرحال آپ ہی ایسے ہیں کہ ہرفن کے اَکمل ومکمل آپ سے فیضیاب ہوسکتے ہیں لہٰذا بوجودِ اعتقاد وامید وثوق، سَودا کا مطلع کہ اس وقت زیرِ بحث اَعِزَّا (یعنی دوستوں کے درمیان زیرِ غور) ہے اور مجھ سے دریافت کیا گیا ہے پیش کرتا ہوں۔

ہوا جب کفر ثابت ہے یہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹے شیخ سے زُنّار تسبیح سلیمانی

کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ ہرچند اس ناچیز سوال میں آپ کے ہمایوں ساعات (یعنی آپ کے مبارک اوقات) کو تلف (یعنی ضائع) کرنا بہت گستاخی ہے مگر کیا کریں آپ ہی ایسے ہیں جو ان مشکلات کو بھی حل فرمائیں۔ میں تو آپ کو ہرفن میں اِمام اور اَعْلَمُ الْاَعْلَام (یعنی سب ماہرین سے بڑھ کر ماہر) خیال کرتا ہوں۔ خداوند تعالیٰ آپ کے وجودِ مسعود باجود (یعنی سخی اور مبارک وجود) کو زندہ سلامت باخیریت رکھے۔

اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَبِالْاِجَابَۃِ جَدِیْرٌ
(وہ ہر شے پر قادر ہے اور قبول فرمانا اس کی شان ہے۔)

اِس شعر کی شرح مختصر اور تھوڑی ترکیب عبارت اور خلاصہ اور نتیجہ مطلب خیز بذریعہ کسی طالب علم صاحب کے اِفادہ فرمایا جائے۔ہم سب لوگ آپ ہی کے ارشاد وحلِ مطلب پر نظر کررہے ہیں۔ایک علی حَزِیؔں کا مَطلعِ توحیدیہ جس کو بڑے بڑے ذہین وسخن سنج (یعنی شعر کہنے والے) نہ حل کرسکیں گے پہلے آپ نے آن کی آن میں حل فرمادیا تھا، یہ تو اس کے سامنے ہیچ معلوم ہوتا ہے۔بہرحال متوقع ہوں کہ جواب سے مَسْرُور ومُفتَخَر (یعنی خوش اور نازاں) فرمائیے فقط۔

مولانا امجد علی صاحب : حضور! اِس کا کیا مطلب ہے؟

ارشاد : بہت آسان اور ظاہر ہے، اچھا! اِس کا جواب لکھئے اور اسی ڈاک سے روانہ فرمادیجئے۔

مؤلف : پھر حضرت قبلہ مدظلہ الاقدس نے یہ جواب لکھوا کر روانہ فرمایا:

بشرف ملاحظہ حضرت والا دامت برکاتہم

ظاہر مطلبِ شعر جہاں تک شاعر نے مراد لیا ہوگا صرف اتنی مناسبت دیکھ لینا ہے کہ دانہ سلیمانی میں جس کی تسبیح عُبَّاد وزُہَّاد (یعنی عبادت گزار اور پرہیزگار) رکھتے ہیں، شکلِ زُنّار[1] موجود ہے اور اس کا رکھنا تمغائے فقر قرار پایا ہے۔شاعر کہ مذہباً سُنّی نہ تھا اور بدگمانی تمغائے شعراء ہے غالباً اِس سے زائد کچھ نہ سمجھا ہوگا اور یہ ایک بے ہودہ معنی تھے مگر اتفاقاً اس کے قلم سے ایک لفظ ایسا نکل گیا جس نے اس شعر کو بامعنی وپُرمغز

[1] : وہ دھاگا یا زنجیر جسے ہندو گلے اور بغل کے درمیان ڈالے رہتے ہیں جبکہ عیسائی، مجوسی اور یہودی کمر میں باندھتے ہیں۔...عِلْمِیہ

کر دیا، وہ کیا یعنی لفظ "ثابت"۔ زُنّار کہ کفار باندھتے ہیں زُنّار زائل ہے کہ ایک جھٹکے میں ٹوٹ سکتا ہے اور دانہ سلیمانی میں اس کی تصویر ثابت ہے کہ جب تک دانہ رہے گا، قائم رہے گی۔ یوں ہی کفر دو قسم ہے کہ ایک کفر زائل جو کفرِ کفار ہے اور جس کی سزا خُلُوْد فِی النَّارِ (یعنی دوزخ میں ہمیشہ رہنا) ہے۔ ہر کافر موت کے بعد اس سے باز آتا ہے۔ قَالَ تَعَالٰی

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۙ۝ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝	ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کے سوا اور خدا بنا لئے کہ وہ انہیں زور دیں، ہر گز نہیں کوئی دم جاتا ہے کہ وہ ان کی بندگی سے منکر ہوں گے اور ان کے مخالف ہو جائیں گے۔

(پ ۱٦، مریم: ۸۱، ۸۲)

دوسرا کفر ثابت جو ابدُ الآباد (ہمیشہ ہمیشہ) تک قائم رہے گا جسے علمائے دین نے جزِ ایمان فرمایا ہے وہ ہے جسے قرآنِ عظیم ارشاد فرماتا ہے:

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝	ترجمۂ کنزالایمان: تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ (عَزَّوَجَلَّ) پر ایمان لائے اس نے بڑی محکم گرہ تھامی جسے کبھی کھلنا نہیں اور اللہ (عَزَّوَجَلَّ) سنتا جانتا ہے۔

(پ ۳، البقرہ: ۲۵٦)

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی قوم سے فرمایا:

اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ز كَفَرْنَا بِكُمْ (پ ۲۸، الممتحنه: ٤)

ترجمۂ کنزالایمان: بے شک ہم بیزار ہیں تم سے اوران سے جنہیں اللّٰہ (عَزَّوَجَلَّ) کے سوا پوجتے ہو ہم تمہارے منکر ہوئے۔

صحیح حدیث میں ہے: ''جب مینھ برستا ہے اور مسلمان کہتا ہے ہمیں اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل ورحمت سے مینھ ملا۔ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اسے فرماتا ہے:

مُؤْمِنٌ بِیْ وَ کَافِرٌ بَالْكَوْكَبِ

ترجمہ: مجھ پر ایمان رکھتا ہے اور نچھتر (یعنی ستاروں) سے کفر وانکار۔

(ملخصاً، سنن نسائی کتاب الاستسقاء باب کراهية الاستمطار بالكوكب، ج۳، ص ١٦٥)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ طاغوت وشیطان وبُت وجملہ معبودانِ باطل کے ساتھ مسلمانوں کا یہ کفر وانکار ابدالآباد تک قائم رہے گا بخلاف کفرِ کفار کے کہ اللّٰہ ورسول (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) سے اُن کا کفر قیامت بلکہ برزخ (یعنی موت اور قیامت کا درمیانی عرصہ) بلکہ سینے پر دَم آتے ہی جس وقت ملائکۂ عذاب (یعنی عذاب کے فرشتے) کو دیکھیں گے زائل ہو جائے گا مگر کیا فائدہ

آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ (پ ۱۱، یونس: ۹۱)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا اب اور پہلے سے نافرمان رہا

اب معنی واضح ہو گئے کہ جو کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمان بلکہ جزوِ ایمان ہے بخلاف کفرِ زائل وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی۔ اسی وقت صحیفہ شریفہ ملا۔ فوری جواب حاضر ہے۔

نرمی سے سمجھانے کے فوائد

مؤلف: اس وقت وہ حافظ صاحب حاضر ہیں جنہوں نے اس وہابی خیال شخص کو پیش کیا تھا جس نے علمِ غیب (جسکا سوال پیچھے گزرا) میں کچھ دریافت کیا تھا۔

عرض: حضور وہ شخص جب یہاں سے گیا تو راستے ہی میں کہنے لگا کہ اعلیٰ حضرت مدظلہٗ کی باتیں میرے دل نے قبول کیں اور اب میں اِن شآء اللّٰہ تعالٰی اُن کا مرید ہوں گا۔

ارشاد: دیکھو **نرمی** کے جو **فوائد** ہیں وہ سختی میں ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے، اگر اُس شخص سے سختی برتی جاتی تو ہرگز یہ بات نہ ہوتی۔ جن لوگوں کے عقائد مذبذب (یعنی ڈانواں ڈول) ہوں اُن سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں، یہ جو وہابیہ میں بڑے بڑے ہیں اِن سے بھی ابتداءً بہت **نرمی** کی گئی۔ مگر چونکہ اِن کے دلوں میں وہابیت راسخ (یعنی پختہ) ہو گئی تھی اور مصداق ثُمَّ لَا یَعُوْدُوْنَ (پھر وہ حق کی طرف رجوع کرنے والے نہیں) حق نہ مانا۔ اس وقت **سختی** کی گئی کہ ربّ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ ط (پ ۱۰، التوبہ: ۷۳)	اے نبی (علیہ الصلوۃ والسلام) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔

اور مسلمانوں کو ارشاد فرماتا ہے:

وَ لْیَجِدُوْا فِیْكُمْ غِلْظَةً ط (پ ۱۱، التوبہ: ۱۲۳)	لازم ہے کہ وہ تم میں درشتی (یعنی سختی) پائیں۔

زِنا کی اجازت مانگنے والا شخص

ایک شخص خدمتِ اقدس حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کی: ''یارسول اللہ! (عزَّوَجلَّ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میرے لئے زنا حلال فرمادیجئے۔'' صحابہ کرام (علیہم الرضوان) نے اسے قتل کرنا چاہا کہ خدمتِ اقدس (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم) میں حاضر ہوکر یہ گستاخی کے الفاظ کہے۔ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم) نے منع فرمایا اور اس سے فرمایا: ''قریب آ'' وہ قریب حاضر ہوا، اور قریب فرمایا یہاں تک کہ اسکے زانو زانوئے اقدس سے مل گئے۔'' اس وقت ارشاد فرمایا: ''کیا تو چاہتا ہے کہ کوئی شخص تیری ماں سے زنا کرے؟'' عرض کی نہ، فرمایا: ''تیری بیٹی سے؟'' عرض کی نہ۔ فرمایا: ''تیری بہن سے؟'' عرض کی نہ۔ فرمایا: ''تیری پھوپھی سے؟'' عرض کی نہ۔ فرمایا: ''تیری خالہ سے؟'' عرض کی نہ۔ فرمایا: ''کہ جس سے تو زنا کرے گا آخر وہ بھی کسی کی ماں یا بیٹی یا بہن یا پھوپھی یا خالہ ہوگی۔'' یعنی جو بات اپنے لئے نہیں پسند کرتا دوسرے کے لئے کیوں پسند کرتا ہے۔ دستِ اقدس ان کے سینے پر مار کر دعا فرمائی کہ ''الٰہی (عزَّوَجلَّ) زنا کی محبت اس کے دل سے نکال دے۔'' وہ صاحب کہتے ہیں کہ جب میں حاضر ہوا تھا تو زنا سے زیادہ محبوب میرے نزدیک کوئی چیز نہ تھی اور اب اس سے زیادہ کوئی چیز مجھے مبغوض (یعنی ناپسندیدہ) نہیں۔ (کیمیائے سعادت، ج ۱، ص ۴۷۶)

اس کے بعد حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ (رضی اللہ تعالٰی عنہم) سے فرمایا کہ میری تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی کا اونٹ بھاگ گیا۔ لوگ اسے پکڑنے کو اس کے پیچھے دوڑتے ہیں، جتنا دوڑتے ہیں وہ زیادہ بھاگتا ہے۔ اس کے مالک نے

کہا تم لوگ ٹھہر جاؤ اس کی راہ میں جانتا ہوں۔ سبز گھاس کا ایک مٹھا لے کر چُمکارتا ہوا اُونٹ کے قریب گیا اور اسے پکڑ لیا اور بٹھا کر اس پر سوار ہولیا۔ فرمایا اس وقت اگر تم اسے قتل کر دیتے تو جہنم میں جاتا۔

قرض دبا لینا

عرض : حضور میرے کچھ روپے ایک شخص پر ہیں وہ نہیں دیتے؟

ارشاد : اِس زمانہ میں قرض دینا اور یہ خیال کرنا کہ وصول ہوجائے گا، ایک مشکل خیال ہے۔ میرے پندرہ سو روپے لوگوں پر **قرض** ہیں۔ جب **قرض** دیا، یہ خیال کرلیا کہ دے دے تو خیر ورنہ طلب نہ کروں گا۔ جن صاحبوں نے **قرض** لیا دینے کا نام نہ لیا (پھر خود ہی فرمایا) جب یوں قرض دیتا ہوں تو ہبہ کیوں نہیں کر دیتا (یعنی تحفہ کیوں نہیں دے دیتا) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا: جب کسی کا دوسرے پر دَین (یعنی قرض) ہو اور اس کی میعاد گزر جائے تو ہر روز اسی قدر روپیہ کی **خیرات کا ثواب** ملتا ہے جتنا دَین (یعنی قرض) ہے۔ (المسند لامام احمد بن حنبل، مسند عمران بن حسین، الحدیث ۱۹۹۹۷، ج۷، ص۲۲٤) اِس **ثوابِ عظیم** کے لئے میں نے قرض دیئے ہبہ نہ کئے کہ پندرہ سو روپے روز میں کہاں سے خیرات کرتا۔

حافظ کتنے اَفراد کی شَفاعَت کرے گا؟

عرض : حضور حافِظ کتنوں کی شفاعت کرے گا سنا گیا ہے کہ اپنے اَعِزَّا (یعنی رشتہ داروں میں) سے دس شخصوں کی؟

ارشاد : ہاں۔ (سنن ابن ماجه، كتاب السنة، باب في فضل مَن تعلم القرآن و علمه، الحديث

۲۱۶، ج۱، ص۱۴۱) اور اُس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس سے مشرق سے مغرب تک روشن ہو جائے اور شہید پچاس شخصوں کی، حاجی ستر کی، اور علما بے گنتی لوگوں کی شفاعت کریں گے۔ حتیٰ کہ عالِم کے ساتھ جن لوگوں کو کچھ بھی تعلق ہو گا، اُس کی شفاعت کریں گے۔ کوئی کہے گا: میں نے وُضو کے لئے پانی دیا تھا، کوئی کہے گا: میں نے فُلاں کام کر دیا تھا۔ لوگوں کا حساب ہوتا جائے گا اور وہ جنّت کو بھیجے جائیں گے، علما کا حساب کب کا ہو چکا ہو گا اور وہ روکے جائیں گے۔ عرض کریں گے: الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) لوگ جا رہے ہیں ہم کیوں روکے گئے ہیں؟ فرمایا جائے گا: تم آج میرے نزدیک فرشتوں کی مانند ہو شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت سے لوگ بخشے جائیں۔ ہر سُنّی عالِم سے فرمایا جائے گا اپنے شاگردوں کی شفاعت کر اگرچہ آسمان کے ستاروں کے برابر ہوں۔ (ملخصاً، فردوس الاخبار، باب الیاء، الحدیث ۸۵۱۷، ج۲، ص۵۰۳)

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ اقدس

عرض: حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نامِ اقدس کیا ہے؟

ارشاد: حضور کے عَلَمِ ذات دو ہیں: کُتبِ سابقہ میں **احمد** ہے اور قرآنِ کریم میں **محمد** ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے اسماءِ صفات (یعنی صفاتی نام) بے گنتی ہیں۔ علامہ احمد خطیب قسطلانی (علیہ رحمۃ اللہ الغنی) نے **پانچ سو** جمع فرمائے۔ (ملخصاً، المواھب اللدنیہ، الفصل الاول فی ذکر اسمائہ الشریفۃ ...... الخ، ج۱، ص۳۶۶) سیرتِ شامی میں **تین سو** اور اضافہ کئے اور میں نے **چھ سو** اور ملائے۔ کُل **چودہ سو** ہوئے اور حضور کے اسما ہر طبقے میں مختلف ہیں اور ہر ہر جنس میں جداگانہ ہیں، دریا میں اور نام ہیں پہاڑوں میں اور۔

عرض : یہ کثرتِ اسماء کثرتِ صفات پر دلالت کرتی ہے؟

ارشاد : ہاں۔

عرض : ہر طبقہ اور ہر جنس میں جدا جدا نام ہونا اس لئے کہ ہر جگہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی ایک خاص تجلی ہے۔ جس جگہ جس صفت کا ظہور ہے اسی کے مناسب نام بھی ہے۔

ارشاد : یہ بھی ہے۔ (اس کے بعد بیان فرمایا) انجیل شریف کی بہت سی آیات ہیں، جو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے اَوصاف بیان کر رہی ہیں، اگر چہ نصاریٰ (یعنی عیسائیوں) نے بہت تحریف کی ہے، اور اپنی چلتی وہ کل آیتیں جو حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے اوصاف میں تھیں، نکال ڈالیں مگر جس امر کو **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) پورا کرنا چاہے اس کو کون ناقص کر سکتا ہے ۔ بہت سی آیتیں اب بھی رہ گئیں مگر انہیں سُوجھتی نہیں علیٰ ھٰذا الْقِیَاس (یعنی اِسی طرح) توارت وزبور میں۔

کیا اللّٰہ اور اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا عِلْم برابر ہے؟

مؤلف : ایک صاحب شاہجہانپور سے حاضرِ خدمت ہوئے انہوں نے عرض کی میں نے سنا ہے اور بعض دیوبندیوں کی کتابوں میں بھی دیکھا ہے کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف کو جناب (یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ) **اللّٰہ تعالیٰ** کے علمِ کریم کے برابر فرماتے ہیں مگر چونکہ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی، اس لئے میں نے چاہا کہ حضور کا شرفِ ملاقات حاصل کر کے اسے عرض کروں اور جو کچھ حضرت کا اس بارے میں خیال ہو دریافت کروں۔

ارشاد : اس کا فیصلہ قرآنِ عظیم نے فرمادیا:

فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝ (پ۳، اٰل عمرٰن: ٦١)

ترجمۂ کنز الایمان: تو جھوٹوں پر **اللہ** (عزّوجلّ) کی لعنت ڈالیں۔

جو میرے عقائد ہیں وہ میری کتابوں میں لکھے ہیں۔ وہ کتابیں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں، کہیں اس کا کچھ نام ونشان ہو تو کوئی دکھادے۔ ہم اہلِ سُنّت کا مسئلہ علم غیب میں یہ عقیدہ ہے کہ **اللہ** تعالیٰ نے حضور کو علمِ غیب[1] عنایت فرمایا۔ ربّ عزّوجلّ فرماتا ہے:

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝ (پ ۳۰، التکویر ٢٤)

یہ نبی غیب کے بتانے میں بخیل نہیں۔

تفسیرِ معالم وتفسیرِ خازن میں ہے یعنی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کو علمِ غیب آتا ہے وہ تمہیں بھی تعلیم فرماتے ہیں۔ (تفسیر خازن، سورۃ التکویر تحت الآیۃ ٢٤، ج٤، ص ٣٥٧)

اور وہابیہ دیوبندیوں کا یہ خیال ہے کہ کسی غیب کا علم حضور کو نہیں، اپنے خاتمہ[2] کا بھی علم

---

[1] : قرآنِ کریم کی بکثرت آیاتِ کریمہ مثل "وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (پ ٥، النساء: ١١٣) "ترجمۂ کنز الایمان: اور تمہیں سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور **اللہ** کا تم پر بڑا فضل ہے۔" اور بہت احادیث شریفہ مثلاً "فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ ترجمہ: تو میرے سامنے ہر چیز روشن ہوگئی اور میں نے اسے پہچان لیا۔ (ملتقطاً، جامع ترمذی، کتاب التفسیر، باب من سورۃ ص، الحدیث ٣٢٤٦، ج٥، ص ١٦٠) نیز کثیر اقوالِ ائمہ سے آفتابِ نصف النہار (یعنی آدھے دن کے سورج) کی طرح روشن ہے کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کو علمِ غیب عنایت ہوا۔ تفصیل کے لئے "خالص الاعتقاد"، "انباء المصطفٰے"، "اَلدَّوْلَةُ الْمَكِّيَّة"، "مَالِئُ الْجَيْب" وغیرہ رسائل شریفہ امام اہلسنت مجدد المائۃ الحاضرۃ دامت برکاتہم ملاحظہ ہوں۔

[2] : حضور کو مَعَاذَ اللّٰه اپنے خاتمہ کا بھی علم نہیں اور دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں اور حضور کے لئے علمِ غیب کا ماننا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے اور شیطان کا علم وسیع ہے اپنے خاتمہ کا علم نہ ہونا دہلی کے ایک وہابی نے کہا تھا۔ باقی سب کفریات براہینِ قاطعہ میں ہیں۔ مؤلف غفرلہ

نہیں، دیوار کے پیچھے کی بھی خبر نہیں بلکہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کے لئے علمِ غیب کا ماننا شرک ہے اور شیطان کی وسعتِ علم نص (یعنی ایسی آیتِ قرآنی یا حدیث) سے ثابت ہے اور **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے دیئے سے بھی حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کو علمِ غیب حاصل نہیں ہوسکتا۔ برابری تو درکنار، میں نے اپنی کتابوں میں تصریح کردی ہے کہ اگر تمام اولین وآخرین کا علم جمع کیا جائے تو اس علم کو علمِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) سے وہ نسبت ہرگز نہیں ہوسکتی جو ایک قطرے کے کروڑویں حصہ کو کروڑ سمندر سے ہے کہ یہ نسبت متناہی کی متناہی (یعنی محدود) کے ساتھ ہے اور وہ غیر متناہی (یعنی لامحدود)، متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت ہے۔

صدقے کا جانور ذَبح کئے بغیر کسی کو دینا کیسا؟

عرض : صدقے کا جانور بلا ذبح کئے کسی مَصرفِ صدقہ (یعنی جسے صدقہ دینا جائز ہو) کو دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد : اگر صدقہ واجبہ ہے اور وُجوب خاص ذبح کا ہے تو بے ذبح ادا نہ ہوگا۔ مگر اس حالت میں کہ ذبح کے لئے وقت معین (یعنی مقرر) تھا جیسے قربانی کے لئے ذی الحجہ کی دسویں گیارہویں بارہویں اور وقت نکل گیا تو اب زندہ تَصَدُّق (یعنی صدقہ) کیا جائے گا۔ (الفتاوی الھندیۃ، کتاب الاضحیۃ، الباب الاول، ج ٥، ص ٢٩٤)

کیا نانا نانی وغیرہ عقیقے کا گوشت کھا سکتے ہیں؟

عرض : عقیقے کا گوشت بچے کے ماں باپ، نانا نانی، دادا دادی، ماموں چچا وغیرہ کھائیں یا نہیں؟

ارشاد : سب کھا سکتے ہیں "کُلُوْا وَتَصَدَّقُوْا وَائْتَجِرُوْا" (یعنی: کھاؤ صدقہ کرو اور کار ثواب میں صرف کرو۔ت) عُقُوْدُ الدُّرِيه میں ہے "اَحْكَامُهَا اَحْكَامُ الْاُضْحِيَةِ" (یعنی عقیقے کے احکام قربانی کے احکام کی طرح ہیں۔ت)

(العقود الدرية فی تنقيح الفتاوی الحامدية، كتاب الذبائح و مطالبه، ج٢، ص٢٣٣)

مُحَرَّم و صَفَر میں نکاح کرنا کیسا؟

عرض : کیا مُحَرَّم و صفر میں نکاح کرنا منع ہے؟

ارشاد : نکاح کسی مہینہ میں منع نہیں، یہ غلط مشہور ہے۔

رَبِیْبَہ کا نکاح

عرض : زید کی ربیبہ (یعنی سوتیلی) لڑکی کا نکاح زید کے حقیقی بھائی سے ہوسکتا ہے؟

ارشاد : ہاں جائز ہے۔

دورانِ عدّت نکاح کرنا کیسا؟

عرض : کیا عِدَّت کے اندر بھی نکاح ہوسکتا ہے؟

ارشاد : عدّت میں نکاح تو نکاح، نکاح کا پیام دینا بھی حرام ہے۔

(الفتاوی الهندية ، كتاب الطلاق، باب فی الحداد، ج١، ص٥٣٤)

دورانِ عدّت نکاح پڑھانے والے کا حکم

عرض : اگر کوئی پیش امام یا قاضی عدت میں نکاح پڑھائے گا تو اُس کے لئے کیا حکم ہے؟ اُس پڑھانے والے کے نکاح میں تو کچھ فرق نہ آئے گا اور ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟ اور اُس پر کچھ کفارہ بھی لازم ہوگا یا نہیں؟ اور اِس نکاح میں جو لوگ شریک

ہوئے اُن کی نسبت بھی اِرشاد ہو، پیش اِمام نے اِقرار کیا کہ غلطی ہوگئی ہے، اب مجھے مسلمان معاف فرمائیں۔ مگر ایک مولوی صاحب نے اُس سے کہہ دیا کہ تم کہہ دو "مجھے اطلاع نہ تھی میں نے بے خبری میں نکاح پڑھا دیا، اُن صاحب کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

ارشاد : جس نے دانستہ (یعنی جان بوجھ کر) عدت میں نکاح پڑھایا، اگر حرام جان کر پڑھایا، سخت **فاسق** اور زِنا کا دَلّال ہوا مگر اِس سے اُس کا اپنا نکاح نہ گیا اور اگر عدت میں نکاح **حلال** جانا تو خود اُس کا **نکاح جاتا رہا** اور وہ اِسلام سے خارِج ہوگیا۔ بہرحال اُس کی اِمامت **جائز نہیں** جب تک کہ **توبہ** نہ کرے۔ یہی حکم شریک ہونے والوں کا ہے، جو نہ جانتا تھا کہ نکاح پیش اَز عدت (یعنی تکمیلِ عدت سے پہلے) ہو رہا ہے اُس پر اِلزام نہیں اور جو دانستہ شریک ہوا، اگر **حرام** جان کر تو سخت **گناہگار** ہوا اور **حلال** جانا تو **اِسلام** بھی گیا۔ اور وہ شخص جس نے اِمام کو **جھوٹ** بولنے کی تعلیم دی سخت گناہگار ہوا، اُس پر توبہ **فرض** ہے۔

مَیکے میں رہنے والی عورت کا نان نَفَقہ

عرض : ہندہ کے نکاح و رخصت کو دو سال ہوئے۔ رخصت کے بعد صرف چودہ پندرہ روز شوہر کے یہاں (یعنی شوہر کے گھر) رہی پھر اپنے میکے چلی آئی، جب سے نہ شوہر بلاتا ہے نہ روٹی کپڑا دیتا ہے اور ہندہ کا مَہر نصف مُعَجّل اور نصف مُؤَجّل[1] ہے، اب شرعاً وہ نصف مُعَجّل اور نان نفقہ (یعنی خرچہ) مل سکتا ہے یا نہیں؟

[1] : مہر تین قسم کا ہے؛ (۱) معجّل: جو خلوت سے پہلے دینا قرار پائے، (۲) مؤجل: جس کے لئے کوئی میعاد (یا مدت) مقرر ہو، (۳) مطلق: جو نہ معجّل ہو اور نہ مؤجل۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ (مہر کا) کچھ حصہ معجّل ہو اور کچھ مؤجل، کچھ مؤجل کچھ مطلق، یا کچھ معجّل اور کچھ مؤجل اور کچھ مطلق۔ (بہارِ شریعت، حصہ ۷، ص ۶۶)....عِلْمِیہ

ارشاد: ہاں! نصف مُعَجَّل کا ابھی یا جب چاہے **دعویٰ** کر سکتی ہے۔(الفتاوی الهندية، كتاب الطلاق، الفصل الحادي عشر......الخ، ج ۱، ص ۳۱۸) اور اگر وہ شوہر کے یہاں جانے سے **اِنکاری** ہو کر نہ بیٹھی بلکہ وہاں جانا چاہتی ہے اور شوہر نہیں آنے دیتا تو نان نفقہ کی بھی **مستحق** ہے، مگر جتنا زمانہ گزر لیا اُس کا دعویٰ نہیں کر سکتی جب تک کچھ ماہوار مقرر نہ ہو گیا۔(الفتاوى الهندية، كتاب الطلاق باب السابع عشر في النفقات، ج ۱، ص ٥٤٤)

دورانِ عِدّت نکاح کا حُکم

(پھر ایک اِستفتا پیش ہوا) کہ زید نے اپنی عورت کو **طلاق** دی، دو تین روز کے بعد دوسرے شخص نے **نکاح** کر لیا۔ ابھی عدت نہ گزری تھی، آیا اُس کا **نکاح** ہوا یا نہیں؟ اور اگر نہیں ہوا تو تیس برس تک اُس نے **حرام** کیا اور وہ حرام کا مرتکب ہوا۔ اب ہم برادری والے اس پر **جرمانہ** ڈالنا چاہتے ہیں، شریعت کیا **حکم** دیتی ہے؟ ہم اُسے **سزا** بھی دینا چاہتے ہیں جو شرع فرمائے۔ وہ سزا ہم اُسے دیں یا اُسے برادری سے **جدا** کر دیں، یا کچھ لوگوں کو کھانا کھلا دیں؟

ارشاد: وہ نکاح نہیں ہوا، **حرام محض** ہوا، اور مرد و عورت پر **فرض** ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں، نہ مانیں تو برادری والے انہیں **قطعاً** برادری سے **خارِج** کر دیں، اُن سے میل جول، بول چال، نشست برخاست (یعنی اٹھنا بیٹھنا) یک لخت (یعنی فوراً) **ترک** کر دیں۔ اِس کے سوا یہاں اور کیا سزا ہو سکتی ہے اور جبراً کھانا ڈالنا یا جرمانہ لینا جائز نہیں۔

نکاح کی وَکالت لیتے وقت گواہ قائِم کرنا

عرض: ہمارے یہاں اب یہ رواج ہو چلا ہے کہ **نکاح** کے وقت شاهِدَین

(یعنی دو گواہ) یہ ہمراہِ وکیل نہیں جاتے اور قاضی بوکالتِ وکیل اور حاضرین کی شہادت سے نکاح پڑھا دیتا ہے۔ یہ امر عِندَ الشرع (یعنی شریعت کی رُو سے) **محمود** (یعنی پسندیدہ) ہے یا **مرْدُود** (یعنی ناپسندیدہ)، نیز مذہب حنفی میں اِس طور پر نکاح **صحیح بھی ہوگا یا نہیں؟** کیا وکیل کو اپنے ساتھ دو شاہد (یعنی دو گواہ) رکھنا اور ان گواہوں کا عورت کی اجازت سننا ضروری نہیں، اگر بطریقِ اوّل نکاح ہوا تو سب **گناہگار** ہوئے یا نہیں؟

ارشاد: وکیل کے ساتھ شاہدوں (یعنی گواہوں) کی کچھ **حاجت** نہیں۔ اگر واقع (یعنی حقیقت) میں عورت نے وکیل کو اِذن دیا (یعنی اجازت دی) اور اس نے نکاح پڑھا دیا، **نکاح ہوگیا**۔ ہاں اگر عورت **اِنکار** کرے گی کہ میں نے اِذن نہ دیا تھا تو حاکم کے یہاں گواہوں کی **حاجت** ہوگی۔

ایک غَلَطی کی نشاندھی

(پھر فرمایا) یہ تو کوئی غلطی نہیں ہاں یہ ضرور غلطی ہے کہ وکیل ہوتا ہے کوئی اور نکاح پڑھاتا ہے دوسرا۔ مذہب صحیح وظَاھِرُ الرِّوَایَہ (یعنی محررِ مذہب حنفیہ امام محمد علیہ رحمۃ الصمد کی چھ مشہور متواتر کتابیں جَامِع کَبِیر، جَامِع صَغِیر، سِیَرِ کَبِیر، سِیَرِ صَغِیر، مَبْسُوط، زِیَادات) میں وکیل بالنکاح (یعنی نکاح کا وکیل) دوسرے کو وکیل نہیں کرسکتا۔ اس میں بہت دِقّتیں (یعنی دُشواریاں) ہیں جن کی **تفصیل** میرے فتاویٰ میں ہے۔ (ملخصاً الفتاوی الرضویہ، ج ۱۱ رسالہ "ماحی الضلالۃ فی انکحۃ الھند" ..... ملخ" ۱۴۲ تا ۱۰۴) لہٰذا یہ چاہیے کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہو اُسی کے نام کی **اِجازت** لی جائے یا اِذنِ مطلق لے لیا جائے۔

دُولہا کا سہرا

عرض : حضور نوشہ (یعنی دولہا) کا وقتِ نکاح سہرا باندھنا نیز باجے گاجے سے جلوس کے ساتھ نکاح کو جانا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟

ارشاد : خالی پھولوں کا سہرا جائز ہے اور یہ باجے جو شادی میں رائج و معمول ہیں سب ناجائز و حرام ہیں۔

ولیمہ سنّت ہے

عرض : حضور ولیمے کا کھانا شریعت کے کس حکم میں داخل ہے اور اس کا تارِک (یعنی چھوڑنے والا) کیسا ہے؟

ارشاد : ولیمہ بعدِ زِفاف (یعنی سہاگ رات کے بعد) **سنّت** اور اس میں صیغۂ امر (یعنی حکم کالفظ) بھی وارِد ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: "اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاۃٍ" ولیمہ کرو اگرچہ ایک ہی دُنبہ یا اگرچہ ایک دُنبہ[1] (ملتقطاً، جامع ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فی الولیمۃ، الحدیث ۱۰۹۶، ج۲، ص ۳۴۸) دونوں معنی **مُحتَمَل** (یعنی مُراد لئے جاسکتے) ہیں اور اوّل اظہر (یعنی پہلا معنی مُراد لینا زیادہ ظاہر ہے)۔

نِکاح سے پہلے ولیمہ کرنا کیسا؟

عَرض : جس شہر کے لوگوں میں سے ایک بھی ولیمہ نہ کرتا ہو بلکہ نکاح سے پہلے اوّل روز جیسا رَواج ہے کھلا دیتا ہو تو اِن سب کے لئے کیا حکم ہے؟

اِرشاد : تارکانِ سُنّت ہیں مگر یہ **سُنَنِ مُستَحَبّہ** سے ہے۔ تارِک (یعنی چھوڑنے والا) گناہگار نہ ہوگا، اگر اِسے (یعنی ولیمے کو) حق جانے۔

---

[1] : پہلے معنی ایک دنبہ کی قلت پر دلالت کرتے ہیں یعنی زیادہ نہ ہو تو ایک ہی دنبہ سہی، دوسرے معنی اس کی کثرت پر یعنی اگر چہ پورا دنبہ صَرف کرنا پڑے۔ ۱۲ منہ

رَضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے

عــرض : حضور اگر ہندہ بوقتِ شیر خوارگیِ عمرو پسرِ خود، (یعنی ہندہ اپنے بیٹے عمرو کے دودھ پینے کے وقت) بکر کو مدّتِ رَضاعت [1] کے اندر اپنا دودھ پلائے، اس کے بعد ہندہ کے تین لڑکے سعید، فاضل، سلیم پیدا ہوئے تو اب بکر کی لڑکی سے سلیم کا **نکاح** جو عمرو کا برادرِ حقیقی (یعنی حقیقی بھائی) ہے **جائز ہے یا نہیں؟**

ارشاد : بکر کی لڑکی ہندہ کی اگلی پچھلی سب اولاد کی حقیقی بھتیجی (کی مثل یعنی رضاعی بھتیجی) ہے اور باہم مُناکَحت (یعنی آپس میں نکاح کرنا) **حرامِ قطعی**۔

رضاعت کا ایک مسئلہ

عــرض : زید و بکر آپس میں چچازاد بھائی بھی ہیں اور رضاعی بھی، زید کے حقیقی چھوٹے بھائی کا بکر کی حقیقی چھوٹی ہمشیرہ سے **نکاح** ہوسکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد : جائز ہے۔

[1] : صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی بہارِ شریعت میں لکھتے ہیں: بچہ کو دو برس تک دودھ پلایا جائے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔ دودھ پینے والا لڑکا ہو یا لڑکی اور یہ جو بعض عوام میں مشہور ہے کہ لڑکی کو دو برس تک اور لڑکے کو ڈھائی برس تک پلا سکتے ہیں یہ صحیح نہیں یہ حکم دودھ پلانے کا ہے اور نکاح حرام ہونے کے لئے ڈھائی برس کا زمانہ ہے یعنی دو برس کے بعد اگرچہ دودھ پلانا حرام ہے مگر ڈھائی برس کے اندر اگر دودھ پلا دے گی، حرمت نکاح ثابت ہو جائے گی اور اس کے بعد اگر پیا تو حرمت نکاح نہیں اگرچہ پلانا جائز نہیں۔ مدت پوری ہونے کے بعد بطورِ علاج بھی دودھ پینا یا پلانا جائز نہیں۔ (بہارِ شریعت، حصہ ۷، ص ۲۹)....عِلْمِیہ

کیا کسی کو بُرا نہیں کہنا چاہیے؟

﴿ایک علمی مذاکرہ﴾

مؤلف: ''تحفہ حنفیہ'' کی جِلد پیشِ نظر تھی، اس میں یہ مکالمہ ملا۔ خیال ہوا کہ اسے بھی **ملفوظات** میں شامل کرلیا جائے کہ نہایت مفید اور ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہے۔ ۲۵ جمادی الاولیٰ روز پنجشنبہ ۱۳۱۶ھ کو وقتِ چاشت جناب مولوی سیّد محمد شاہ صاحب صدرِ دُوم ندوہ ابنِ مولوی سید حسن شاہ محدِّث رامپوری مع گرامی جناب سیّد نوشہ میاں صاحب و جناب مولوی سید محمد نبی صاحب مختار و جناب تصدق علی صاحب وکیل۔ صاحبِ حجتِ قاہرہ (یعنی مضبوط دلیلوں والے)، مجددِ مِاَۃِ حاضرہ (یعنی موجودہ صدی کے مجدد) حامیِ اہلسنت اعلیٰ حضرت قبلہ دامت برکاتہم کے یہاں آئے اور دیر تک ایک نفیس جلسہ دلکشا مذاکرۂ علمی کا رہا۔

میاں صاحب سے مراد جناب صدرِ دُوم ندوہ ہیں۔ جو اَلفاظ دو خط ہلالی کے اندر (اور لفظِ ''یعنی'' کے بغیر) ہوں وہ فقیر محررِ سُطور (یعنی خود مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے ہیں۔

میاں صاحب: (بعد سلام و مصافحہ و باہمی گفتگوئے مزاج پرسی) میں حسن شاہ محدِّث کا بیٹا ہوں۔

ارشاد: جناب میں اُن کے فضائل سے واقف ہوں اور آپ سے بھی ایک بار نیاز حاصل ہوا تھا۔

میاں صاحب: میں بالقصد (یعنی ارادتاً) ایک بات آپ سے گذارش کرنے کو آیا ہوں اگرچہ آپ کی طبیعت علیل (یعنی خراب) ہے (مسہلات (یعنی پیچش) ہو رہے ہیں) آپ

کو تکلیف ضرور ہوگی مگر بات ضروری ہے اور اس میں آپ کی رائے دریافت کرنی ہے۔

ارشاد : میں حاضر ہوں جو فہمِ قاصر (یعنی ناقص فہم) میں آئے اسے گذارش بھی کروں گا، اگرچہ "رَأیُ الْعَلِیْلِ عَلِیْلٌ" (یعنی بیمار کی رائے بھی بیمار ہوتی ہے۔ت)

میاں صاحب : میری رائے یہ ہے کہ **کسی کو برا کہنا نہ چاہئے** اس لئے کہ صائبؔ نے کہا ہے۔

دھنِ خویش بَدُشنام میالا صائبؔ کیں زر قلب بھر کس که دھی باز دھد

(ترجمہ: اے صائب گالی گلوچ سے اپنا منہ آلودہ نہ کر کیونکہ جسے تو برا کہے گا اس کے دل سے بھی وہی صدا نکلے گی۔ت)

رسالہ "سَلُّ السُّیُوْفِ الْھِنْدِیَّه عَلٰی کُفْرِیَاتِ بَابَا النَّجْدِیَّة" میاں صاحب کے پاس پہنچ چکا تھا، یہ نصیحت اِس بنا پر تھی۔

ارشاد : بہت بجا (یعنی دُرست) فرمایا۔ جہاں اِختلافات فَرعِیَّہ ہوں جیسے باہم حنفیہ وشافعیہ وغیرہما فِرَقِ اہلسنت (یعنی اہلسنت کے گروہوں) میں وہاں ہرگز ایک دوسرے کو برا کہنا **جائز نہیں** اور فحش وُشنام (یعنی گالی گلوچ) جس سے دہن (یعنی منہ) آلودہ ہو کسی کو بھی نہ چاہئے۔

میاں صاحب : کچھ اختلافاتِ فروعی کی قید نہیں۔ زمانۂ رسالت میں دیکھئے: منافق لوگ کیسے مسلمانوں میں گھلے ملے رہتے تھے، نمازیں ساتھ پڑھتے، مجالس میں پاس بیٹھتے، شریک رہتے۔

ارشاد : ہاں صدرِ اسلام (یعنی شروعِ اسلام) میں ایسا تھا مگر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے صاف

ارشاد فرمادیا کہ (نَدوے کا سا) یہ گھال میل جو ہو رہا ہے **اللہ** تعالیٰ تمھیں یوں رہنے نہ دے گا ضرور خبیثوں کو طیّبوں (یعنی پاکوں) سے **الگ** کردے گا۔

قَالَ اللّٰہُ تعالٰی:

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ط (پ ٤، اٰلِ عمرٰن: ١٧٩)

ترجمۂ کنزالایمان: **اللہ** مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کر دے گندے کو ستھرے سے۔

اس کے بعد آپ کو معلوم ہے کیا ہوا؟ بھری مسجد میں خاص جمعے کے دن عَلٰی رُؤُوسِ الْاَشْھَاد (یعنی برسرِ عام) حضورِ اقدس سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نام بنام ایک ایک کو فرمایا: "اُخْرُجْ یَا فُلَان فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ" اے فلاں نکل جا تو منافق ہے، اے فلاں نکل جا تو منافق ہے۔ نماز سے پہلے سب کو **نکال** دیا۔ (یہ حدیث طبرانی و ابنِ ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی)

(ملخصاً، تفسیر القران العظیم، سورۃ التوبۃ، تحت الآیۃ ١٠١، ج٤، ص ١٧٩)

مخالفینِ دین کے ساتھ یہ برتاؤ اُن کا ہے جنہیں ربُّ العزت عَزَّ جَلَالُہٗ رحمۃٌ للعالمین فرماتا ہے، جن کی رحمت رحمتِ اِلٰہیہ کے بعد تمام جہان کی رحمت سے زیادہ ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

میاں صاحب: دیکھئے فرعون کے پاس جب موسیٰ (عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ السَّلام) کو بھیجا تو **اللہ** تعالیٰ نے فرمایا تھا:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا — اُس سے نرم بات کہنا۔

(پ۱٦، طٰهٰ: ٤٤)

ارشاد: مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ — اے نبی جہاد کر کافروں اور منافقوں سے

وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ط — اور ان پر شدت وسختی کر۔

(پ۱۰، التوبة: ۷۳)

یہ اُنہیں حکم دیتا ہے جن کی نسبت فرماتا ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ٥ — بے شک تُو بڑے خلق پر ہے۔

(پ۲۹، القلم: ٤)

تو معلوم ہوا کہ مخالفانِ دین پر شدّت وغِلْظَت (یعنی سختی) مُنافیِ اَخلاق (یعنی بداَخلاقی) نہیں بلکہ یہی خُلقِ حَسن ہے۔

میاں صاحب: میری مراد کافروں سے نہیں۔ (منافقین اور فرعون شاید مسلمان ہوں گے)

ارشاد: جی آپ کی بہرکس (یعنی "ہر کسی") تو سب کو عام تھی۔ خیر اب کوئی دائرہ محدود کیجئے۔

میاں صاحب: جو کلمۂ کفر کہے اِسے اِن لفظوں سے بیان کیجئے کہ میرے فُلاں بھائی نے جو بات کہی ہے میرے نزدیک یہ **کلمۂ** کفر معلوم ہوتی ہے۔

ارشاد: کفریات بکنے والا بِحَمْدِ اللّٰهِ میرا **بھائی نہیں** اور جب اس کا کلمۂ کفر

ہونا ثابت ہوتو ان گرے لفظوں کی کیا حاجت کہ "میرے نزدیک ایسا معلوم ہوتا ہے" جس سے عوام سمجھیں کہ احتمالی بات ہے، شک ہے۔

میاں صاحب : میرے نزدیک ضرور کہنا چاہئے۔

ارشاد : جب دلیلِ شرعی قائم ہوتو ضرور صاف کہنا چاہئے۔

میاں صاحب : خیر یہ کہو کہ کلمۂ کفر کہا مگر گمراہ نہ کہو۔

ارشاد : کیا خوب گمراہی کفریات بکنے سے بھی کسی بدتر چیز کا نام ہے؟

میاں صاحب : یوں تو داڑھی منڈا فاسق بھی گمراہ ہے مگر عرف میں گمراہ بہت بُرا لقب ہے۔

ارشاد : داڑھی منڈانے والا کہ اسے فعلِ حرام جانے فاسق ہے گمراہ نہیں، (کہ راہِ سنّت جانتا اور اس پر اعتقاد رکھتا ہے اگرچہ شامتِ نفس سے اختیار نہ کی) مگر قائلِ کفریات ضرور گمراہ ہے۔

میاں صاحب : کوئی قائلِ کفریات ہو بھی! اب آپ نے اتنے بڑے عالم محدِّث (اسماعیل دہلوی) جس کی عمر خدمتِ حدیث میں کٹی، کو قائلِ کفریات بنا دیا۔

ارشاد : "سَلُّ السُّیُوف" آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے؟

میاں صاحب : ہاں۔

ارشاد : میں نے اس میں کافر لکھا ہے؟

میاں صاحب : نہیں کافر نہیں لکھا۔ (اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یہ بھی غنیمت ہے ورنہ بہت وہابیہ تو یہی رو رہے ہیں کہ تکفیر کر دی۔)

ارشاد: تو جس قدر میں نے لکھا ہے وہ ضرور ثابت اور خدمتِ حدیث مُسلَّم (یعنی تسلیم) بھی ہو تو اس سے انتفائے ضلالت (یعنی گمراہی کا نہ ہونا) لازم نہیں۔قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ (پ ۲۵، الجاثیہ:۲۳) ترجمۂ کنز الایمان: **اللہ** (عزّوجلّ) نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا۔

میاں صاحب: اب آپ نے لکھ دیا کہ انہوں نے کہا ہے: خدا کے سوا کسی کو نہ مانو۔

ارشاد: جی چھپی ہوئی کتاب موجود ہے، یہی لفظ جا بجا دیکھ لیجئے۔

میاں صاحب: یہ کون کہے گا کہ نبی کا اعتقاد نہ رکھو۔

ارشاد: حضرت اُردو زبان ہے۔آپ ہی فرمائیے کہ ماننے کے معنی کیا ہیں؟

میاں صاحب: بھلا ہم نبی کو نہ مانتے تو مڈل نہ پڑھتے کہ نوکری ملتی۔حدیث کیوں پڑھتے؟

ارشاد: یہ آپ اپنی نسبت کہیے۔اُس کے وقت نہ مڈل تھا نہ مڈل کی نوکری۔

مولانا حسن رضا خان صاحب: حضرت پچیس برس کی عمر کے بعد نوکری ملتی بھی تو نہیں۔

میاں صاحب: بھلا کوئی نبی کی شان میں گستاخیاں کرے گا؟

ارشاد: کیا مَعَاذَ اللّٰہ مر کر مٹی میں مل جانا بتانا گستاخی نہیں؟

میاں صاحب: (اِنکاری لہجے میں) ہوں۔کس نے کہا ہے؟

ارشاد: اسمٰعیل نے۔

میاں صاحب : کوئی نہیں۔ بھلا کوئی رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کو ایسا کہے ہے؟

ارشاد : "تَقْوِیَةُ الْاِیْمان" چھپی ہوئی موجود ہے، دیکھ لیجئے۔

میاں صاحب : بھلا کوئی رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کو ایسا کہے ہے؟

ارشاد : جی رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) ہی کی شان میں کہا ہے، دیکھ لیجئے نا۔

سید مختار صاحب : جناب میاں صاحب اُس کے کلمات ضرور یہاں ایسے ہیں جن سے دل دُکھتا ہے۔ یہ (اعلیٰ حضرت قبلہ) اِن کے سبب جوش میں ہیں۔

میاں صاحب : مولوی رُوم نے مثنوی میں لکھا ہے کہ اے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) تُو ظالم ہے جتنا چاہے مجھ پر ظلم کئے جا، تیرا ظلم مجھے اَوروں کے انصاف سے اچھا لگتا ہے۔

ارشاد : مولانا قدس سرہٗ نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے یوں عرض کی ہے؟

میاں صاحب : جی مولانا نے۔

ارشاد : مثنوی شریف لاؤ۔ مولوی محمد رضا خاں صاحب (یعنی سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھوٹے بھائی) مثنوی شریف لائے، جناب میاں صاحب کے سامنے رکھ دی۔ میاں صاحب نے ہاتھ سے ہٹا دی۔

ارشاد : حضرت بتائیے کہاں لکھا ہے؟

میاں صاحب : (مثنوی شریف اور ہٹا کر) اب اسی میں لکھا ہے۔ ع

"گهه شهيد ديده از..........خر"

خر کے ساتھ شہید کا لفظ دیکھئے۔

ارشاد : یہ فِسق پر اِستہزا ہے۔(یعنی گناہ کرنے پر گناہ گار کا مذاق اُڑایا ہے)(قرآن مجید میں)فرمایا:

ذُقۡ ج اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡکَرِیۡمُ0 (پ ۲۵، الدخان: ٤٩)

ترجمۂ کنزالایمان: چکھ ہاں ہاں تُو ہی بڑا عزت والا کرم والا ہے۔

اِسی حکایت کی سرخی میں ہے:

''جان من .... رادیدی وکدورا ندیدی''

جناب نے یہ نہ دیکھا کہ مولانا کا یہ ارشاد تو ہماری دلیل ہے۔جب ایک فاسِقہ کی نسبت اکابرِ دین ایسے کلمات فرماتے ہیں تو گمراہانِ بددین زیادہ مستحقِ تشنیع وتوہین ہیں۔

میاں صاحب : اب آپ ہی جو اپنے آپ کو عبدالمصطفٰی لکھتے ہیں؟

ارشاد : یہ مسلمان کے ساتھ حسنِ ظن کی خوبی ہے!ربُّ العزت جل جلالہ نے قرآنِ عظیم میں جو فرمایا:

وَاَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَالصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَاِمَآئِکُمۡ ط (پ ١٨، النور: ٣٢)

ترجمۂ کنزالایمان: اورنکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔

اِسے بھی **شرک** کہہ دیجئے۔(حضرت عالِمِ اہلِ سنت (یعنی اعلیٰ حضرت) نے اپنے قصیدے ''اکسیرِ اعظم''١٣٠٢ھ کی شرح ''مُجیرِ مُعظم''١٣٠٢ھ میں تحریر فرمایا ہے،شاہ ولی اللہ صاحب نے ''اِزَالَۃُ الۡخَفا''میں حدیث نقل کی ہے:امیر المؤمنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا''کُنۡتُ عَبۡدَہٗ وَخَادِمَہٗ''میں حضور کا بندہ اور حضور کا خادِم

تھا۔(ملتقطاً، المستدرك على الصحيحين، كتاب العلم، خطبة عمر بعد ما ولي على الناس، الحديث ٤٤٥، ج١، ص ٣٢٣)اِس مسئلے کی بحث کافی اسی کتابِ مُستطاب (یعنی بابرکت کتاب میں ہے۔)

میاں صاحب : خیر بھائی تمہیں اختیار ہے بُرا کہو بُرا سنو۔

ارشاد : کافر کو کافر، رافضی کو رافضی، خارجی کو خارجی، وہابی کو وہابی ضرور کہا جائے گا اور وہ ہمیں بُرا کہیں تو اِس کی کیا پرواہ! ہمارے پیشواؤں صدیق وفاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کو اِنتقال فرمائے ہوئے تیرہ سو برس گزرے آج تک اُن کا برا کہنا نہیں چھوٹتا۔

میاں صاحب : ایسے ہی وہ (یعنی فریق مخالف) بھی کہتے ہیں پھر اس سے کیا حاصل؟

ارشاد : ضرور حاصل ہے۔حدیث میں فرمایا:

اَتَرْعَوْنَ عَنْ ذِكْرِ الْفَاجِرِ مَتٰى يَعْرِفُهُ النَّاسُ اُذْكُرُوا الْفَاجِرَ بِمَا فِيْهِ يَحْذَرُهُ النَّاسُ	کیا فاجر کو برا کہنے سے پرہیز کرتے ہو! لوگ اسے کب پہچانیں گے؟ فاجر کی برائیاں بیان کرو کہ لوگ اس سے بچیں۔

(یہ حدیث امام ابوبکر ابنِ ابی الدنیا نے کتاب "ذَمُّ الْغِيْبَة" اور امام ترمذی محمد بن علی نے "نَوَادِرُ الْاُصُول" اور حاکم نے "كِتَابُ الْكُنٰى" اور شیرازی نے "كِتَابُ الْاَلْقَاب" اور ابنِ عدی نے "کامل" اور طبرانی نے "معجم کبیر" اور بیہقی نے "سننِ کبریٰ" اور خطیب نے "تاریخ" میں حضرت معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خطیب نے "رُواة مالك" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی)

(ملخصاً، تاريخ بغداد، من اسمه جارود بن يزيد، رقم الحديث ٣٧٤٥، ج٧، ص ٢٧٠)

میاں صاحب : تو یہ تو فاسق کو کہا ہے۔

ارشاد : فسقِ عقیدہ، فسقِ عمل سے بدرجہا (یعنی کئی درجے) بدتر ہے۔

میاں صاحب : بے شک۔

ارشاد : خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سب بدمذہبوں کو جہنمی بتایا:

كُلُّهُمْ فِي النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً ترجمہ: ایک فرقے کے علاوہ باقی سب فرقے دوزخی ہیں۔

(ملخصاً، جامع ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی افتراق هذه الامة، الحدیث ٢٦٥٠، ج٤، ص٢٩٢) اب کیا نہ کہا جائے گا کہ رافضی گمراہ جہنمی ہیں!

میاں صاحب : رافضی جہنمی نہیں۔

ارشاد : حدیث کا کیا جواب؟

میاں صاحب : (سکوت فرمایا)

ارشاد : کیا آپ کے نزدیک ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کافر کہنے والا جہنمی نہیں؟

میاں صاحب : کون کہتا ہے؟ کوئی نہیں۔

ارشاد : رافضی کہتے ہیں۔

میاں صاحب : کوئی رافضی ایسا نہیں کہتا۔

مولوی سیِّد تَصَدُّق علی صاحب : چھپی ہوئی کتابیں تو موجود ہیں اور کوئی کہتا ہی نہیں!

میاں صاحب : میرے دس بارہ ہزار ملاقاتی اور عزیز رافضی ہیں، کسی نے میرے سامنے اِس کا اِقرار نہیں کیا، کوئی ایسا نہیں کہتا۔

سیِّد مختار صاحب : حضرت وہ ضرور ایسا کہتے ہیں۔ آپ کے سامنے تقیۃً

(یعنی اپنے مذہب کو چُھپاتے ہوئے) کچھ اور کہہ دیا ہوگا۔

ارشاد : حضرت اب وجہِ حمایت معلوم ہوئی!

میاں صاحب : پھر بھائی تم اُنہیں بُرا کہو، وہ تمہیں بُرا کہیں۔

ارشاد : اِس کی پرواہ نہیں۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جواَب تک (بُرا) کہا جاتا ہے۔

میاں صاحب : ایسے ہی وہ بھی کہتے ہیں۔

ارشاد : آپ کے نزدیک یہود و نصاریٰ گمراہ ہیں یا نہیں؟

میاں صاحب : ہوں گے۔

ارشاد : ہیں یا نہیں؟

میاں صاحب : ہوں گے (**اللہ اللہ** ضروریاتِ دین میں بھی تاَمُّل)

سیِّد مختار صاحب : اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ ایسے ہی وہ بھی آپ کو کہتے ہیں تو اہلِ باطل اگر اہلِ حق کو اہلِ باطل کہیں، اس سے اہلِ حق انہیں اہلِ باطل کہنے سے باز نہیں رہ سکتے۔

میاں صاحب : تشدد کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگلے زمانے میں رافضیوں نے سنیوں کو قتل کیا، سنیوں نے رافضیوں کو مارا۔ ہمارے نزدیک دونوں مردُود (**اللہ اللہ** کفریات بکنے والوں کو گمراہ نہ کہے، رافضیوں کو جہنمی نہ بتائے مگر سنی ضرور مردود۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن)

ارشاد : آپ ایسا فرمائیے مگر اہلِ سُنّت ایسا ہرگز نہیں کہہ سکتے۔

میاں صاحب : جب دونوں مسلمان ہیں اور باہم لڑے، دونوں مَرْدُود ہوئے (سُبحٰنَ اللّٰہ اسی دلیل سے خارجیوں نے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ اور اہلِ جَمل واہلِ صِفّین سب پر

مَعَاذَ اللّٰہ وہ حکیم ناپاک لگایا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)

ارشاد : بھلا امیر المؤمنین مولیٰ علی کَرَّمَ اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے جو ایک دن میں پانچ ہزار کلمہ گو قتل فرمائے جو نہ صرف مسلمان بلکہ قُرَّاء و علماء کہلاتے، اُس کی نسبت کیا ارشاد ہے؟

سید مختار صاحب : میاں صاحب یہ بحث ختم نہ ہوگی۔ اب تشریف لے چلئے اور اس جلسے کو خوشی وخوش اُسلوبی پر ختم کیجئے۔

میاں صاحب : (کھڑے ہوکر تشریف لے جاتے وقت) ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کو کسی نے اُن کے سامنے برا کہا۔ لوگوں نے اسے قتل کرنا چاہا۔ صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا کہ قتل میرے برا کہنے والے کے لئے نہیں ہے۔

(آگے تَتِمَّہ (یعنی خاتمہ)، حدیث یوں ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے، (المعجم الصغیر للطبرانی، ج ۱، ص ۲۳۶ من سب الانبیاء قتل) میاں صاحب یہیں تک پہنچے کہ ''اس کے لئے ہے کہ'' اعلیٰ حضرت قبلہ نے سبقت کرکے فرمایا) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہے مَعَاذَ اللّٰہ مرکر مٹی میں مل گئے۔

حاضرین سوائے میاں صاحب، سب ہنسنے لگے۔

ارشاد : اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ہم امیر المؤمنین مولیٰ علی کَرَّمَ اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے تابع (یعنی پیروکار) ہیں جنہوں نے خوارِج کو نہ گلے لگایا نہ بھائی بنایا۔ بدمذہبی کے ہوتے ہوئے کچھ پاس (یعنی لحاظ) نہ فرمایا۔

میاں صاحب : السلام علیکم

(جلسہ بالخیر (یعنی بخوبی) ختم وتمام وَالْحَمْدُ لِلّٰہ)

تہمت کی جگہ سے بچئے

مؤلف : حدیث میں ارشاد فرمایا:

اِتَّقُوْا مَوَاضِعَ التُّهَمِ بچو تہمت کی جگہوں سے۔

(کشف الخفاء، حرف الھمزہ مع الباء الموحدۃ، حدیث ۸۸، ج۱، ص ۳۷)

یہ امر کسی کے ساتھ خاص نہیں سب مسلمانوں کو عام ہے۔ وہ عام ہوں یا خاص اور ظاہر کہ اولیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) مُکَلَّف (یعنی پابندِ قانونِ شرع) ہیں تو وہ بھی مامور (یعنی حکم میں شامل) ہوئے پھر انہیں اِس امر کا خلاف کیونکر جائز ہوگا اور پھر اِس صورت میں صرف تہمت کے موقع سے نہ بچنا ہی نہیں بلکہ لوگوں کو بلاوجہ بدگمانی کا مرتکب کرنا بھی ہے، جو حرام ہے۔

ارشاد : شریعت میں اَحکامِ اِضطرار (یعنی بے اختیاری و مجبوری کے احکام)، اَحکامِ اِختیار سے جدا ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ خمر (یعنی شراب) و خنزیر حرامِ قطعی ہیں، مگر ساتھ ہی اِرشاد ہوا:

مَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ ترجمۂ کنزالایمان: جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو۔

(پ ٦، المائدہ: ۳)

بھوک یا پیاس سے جان نکلی جاتی ہے اور کھانے یا پینے کو حرام کے سوا کچھ نہیں، اب اگر ترک کرے تو گناہگار ہوگا اور حرام موت مرے گا۔ بلکہ فرض ہے کہ جان بچانے کی قدر اِستعمال کرے۔ (درمختار معہ رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، ج۹، ص ۵۵۹)

یوں ہی اگر نوالہ اَٹکا، دم نکلا جاتا ہے اور اُتارنے کو سوائے خمر کچھ نہیں۔ شریعت کا کلیہ

قاعدہ ہے:

اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ (یعنی ضرورتوں کی بنا پر ممنوع اشیاء مباح ہوجاتی ہیں۔ت)

(الاشباہ والنظائر، القاعدۃ الخامسۃ، ص۷۳)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ساتھ **قلب** (یعنی دل) کی محافظت اہم واعظم **فرائض** سے ہے۔ جب بحالتِ ضعف وتنگی (یعنی کمزوری اور مشقت کے وقت) اِس کا حفظ بے ایسے کسی اِظہار کے نہ بن پڑے تو یہ **واجب** ہوگا۔ حقیقتِ فعل سے جاہل (یعنی لاعلم) اسے **مرتکب حرام** جانے گا حالانکہ وہ ایک **مباح** (یعنی جائز کام) کررہا ہے اور فعل سے **واقف**، حالِ فاعل سے **غافل** (یعنی وہ شخص جو اُس کے عمل کو تو دیکھے مگر کرنے والے کی حالت پر توجہ نہ کرے) اُسے موضعِ تہمت میں پڑتا، لوگوں کو بدگمانی میں ڈالتا، یوں خلافِ امر (یعنی حکم شرع کے خلاف) کرتا **گمان** کرے گا حالانکہ وہ ادائے **واجب اعظم** کررہا ہے۔ کیا اپنے کسی عضو کا کاٹ ڈالنا حرام نہیں! لیکن مَعَاذَ اللہ آکلہ (یعنی وہ زخم جو کسی عضو کی ساخت کو کھاتا اور گلاتا چلا جائے) ہوجائے تو **کاٹ** ڈالا جائے گا کہ اور بدن محفوظ رہے۔

سستا سودا!

سیدنا ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سو اشرفیاں ملیں۔ کنارۂ دجلہ پر ایک صاحب خط بنوار ہے تھے، اُن کو دیں **قبول** نہ کیں۔ حجام کو دیں (اُس نے) کہا: "میں نے ان کا خط **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے لئے بنانا چاہا ہے اس پر **عوض** (یعنی بدلہ) نہ لوں گا۔" شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس **مال** سے فرمایا کہ تُو ایسی ہی **چیز** ہے جسے کوئی قبول نہیں کرتا اور دریا میں پھینک دیں۔

جاہل گمان کرے گا کہ تضیعِ مال ہوئی (یعنی مال ضائع ہوا) حاشا (یعنی ہرگز نہیں) بلکہ "حفظِ قلب" کہ اُس وقت یہی اِس کا ذریعہ تھا۔ دو صاحب سامنے تھے کسی نے قبول نہ کیں اب ان کو پاس رکھتے اور ایسے فقیر کی تلاش میں نکلتے جو قبول کر لیتا اور معصیت (یعنی گناہ) میں نہ اٹھاتا، اتنی دیر تک کی زندگی پر تم لوگوں کو اطمینان ہوتا ہے وہاں ہر آن موت پیشِ نظر ہے اور ڈرتے ہیں کہ اُس وقت آ جائے اور اس غیرِ خدا کا خطرہ (یعنی خیال) قلب میں ہو۔ جنگل میں پھینک دیتے تو نفس کا تعلق قطع نہ ہوتا کہ ابھی دَسترَس (یعنی پہنچ باقی) رہتی۔ اب بتایئے سوا اِس کے اُن کے پاس کیا چارہ (یعنی راستہ) تھا کہ اُس (یعنی مال) سے فوراً فوراً اِس طرح ہاتھ خالی کر لیں کہ نفس کو یاس (یعنی مایوسی) ہو جائے اور اُس کے خیال سے باز آ جائے۔ یہ صفائے قلب و دفعِ خطرۂ غیر (یعنی دل کی صفائی اور اس سے غیرِ خدا کا خیال نکالنے) کی دولت، کروڑوں اشرفیوں بلکہ تمام ھفت اقلیم (یعنی دُنیا) کی سلطنت سے کروڑوں دَرَجہ اعلیٰ و افضل ہے۔ کیا اگر سو اشرفیاں خرچ کر کے سلطنت ملی، کوئی اسے تضیعِ مال (یعنی مال کا ضائع کرنا) کہہ سکتا ہے؟ بلکہ بڑی دولت کا بہت اَرزاں (یعنی سستا) حاصل کرنا، یہی یہاں ہے۔

وحدث الوُجود کے معنی

عرض: وحدث الوجود کے کیا معنی ہیں؟

ارشاد: وجودِ ہستی بالذات، واجب تعالیٰ کے لئے ہے، اُس کے سوا جتنی موجودات ہیں اُسی کی ظل پرتَو (یعنی عکس) ہیں تو حقیقتاً وجود ایک ہی ٹھہرا۔

عرض: اِس کا سمجھنا تو کچھ دُشوار نہیں پھر یہ مسئلہ اِس قدر کیوں مشکل مشہور ہے؟

ارشاد : اس میں غور و تَأمُّل یا موجبِ حیرت (یعنی حیران کن) ہے یا باعثِ ضلالت (یعنی گمراہی کا سبب)۔ اگر اس کی تھوڑی بھی تفصیل کروں تو کچھ سمجھ میں نہ آئے گا بلکہ اوہامِ کثیرہ (یعنی کثیر وہم) پیدا ہو جائیں گے۔

(اس کے بعد کچھ مثالیں بیان فرمائیں، ان میں سے ایک یاد رہی) مثلاً روشنی بالذات (یعنی بلاواسطہ) آفتاب و چراغ میں ہے، زمین و مکاں اپنی ذات میں بے نور ہیں مگر بالعرض (یعنی بالواسطہ) آفتاب (یعنی سورج) کی وجہ سے تمام دنیا منوّر اور چراغ سے سارا گھر روشن ہوتا ہے۔ اِن (یعنی زمین و مکاں) کی روشنی اُنہیں (یعنی آفتاب و چراغ) کی روشنی ہے۔ اُن (یعنی آفتاب و چراغ) کی روشنی اِن (یعنی زمین و مکاں) سے اٹھالی جائے تو وہ ابھی تاریکِ محض رہ جائیں۔

ہر جاہ تُو ہی تُو

عرض : یہ کیوں کر ہوتا ہے کہ ہر جگہ صاحبِ مرتبہ کو اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے؟

ارشاد : اِس کی مثال یوں سمجھئے کہ جو شخص آئینہ خانہ میں جائے وہ ہر طرف اپنے آپ ہی کو دیکھے گا، اس لئے کہ یہی اصل ہے اور جتنی صورتیں ہیں سب اسی کے ظِل (یعنی عکس) ہیں مگر یہ صورتیں اُس کی صفاتِ ذات کے ساتھ متصف (یعنی موصوف) نہ ہوں گی مثلاً سننے والی دیکھنے والی وغیرہ وغیرہ نہ ہوں گی۔ اس لئے کہ یہ صورتیں صرف اُس کی سطحِ ظاہری (یعنی جسم کے ظاہری حصے) کی ظل (یعنی عکوس) ہیں، ذات کی نہیں اور سمع و بصر (یعنی سُننا اور دیکھنا) ذات کی صفتیں ہیں سطحِ ظاہر کی نہیں لہٰذا جو اثر ذات کا ہے وہ ان ظِلال (یعنی عکوس) میں پیدا نہ ہوگا بخلاف حضرتِ انسان کہ یہ ظِلِ ذاتِ باری تعالیٰ ہے لہٰذا اظلالِ صفات سے بھی حسبِ استعداد (یعنی بقدرِ صلاحیت) بہرہ وَر (یعنی فیضیاب) ہے۔

دیدارِ الٰہی کس طرح ہو گا؟

مؤلف : حضور یہ اب بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ہر جگہ خدا کیوں کر دیکھتے ہیں، اگر ان ظلال وعکوس کو کہا جاوے تو یہ "اِتحاد" ہے "وحدت" نہیں اور "اتحاد" کُھلا اِلحاد و زندقہ (یعنی کفر و بے دینی) ہے اور اگر یہ ظلال وعکوس کو نہیں دیکھتے بلکہ انہیں عدمِ محض میں سُلاتے ہیں ایک **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کا جلوہ نظر آتا ہے۔ تو یہ خود بھی ایک ظِل ہیں یہ بھی معدوم ہوئے تو نہ ناظر (یعنی دیکھنے والا) رہا نہ نظر، پھر یہ کہ **اللہ** تعالیٰ کو دیکھنے کے کیا معنٰی؟ وہ اِس سے پاک ہے کہ کسی کی نظر اُسے احاطہ کرے وہ سب کو محیط ہے نہ کہ محاط (یعنی وہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے مگر کوئی اس کا احاطہ نہیں کرسکتا) یہ میرا ایمان ہے کہ قیامت میں اِن شآء **اللہ** تعالیٰ دیدارِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) سے ہم مسلمان فیضیاب ہوں گے، مگر یہ نہیں سمجھ سکتا کہ رؤیت (یعنی دیکھنا) کیونکر ممکن ہے جبکہ اِحاطہ ناممکن۔ اگر یہ کہا جائے کہ منظور (یعنی جسے دیکھا جائے) کو نظر کا محیط ہوجانا کچھ ضرور نہیں مثلاً فلک (یعنی آسمان) ہے کہ اُس کا ایک حصہ انسان کی نظر میں سما سکتا ہے جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے تو یہ تقریر وہاں جاری نہیں کہ وہ تَجزِّی (یعنی تقسیم) سے پاک ہے۔ میں اپنا مَا فِی الضَّمِیر (یعنی دل کی بات) اچھی طرح پر ظاہر نہ کرسکا مگر یہ جانتا ہوں کہ حضور میرے اِن ٹوٹے پھوٹے الفاظ سے میرا مطلب خیال فرمالیں گے۔

ارشاد : ظلال وعکوس مرأتِ ملاحظہ ہیں، مرأت کا مُرئی (یعنی نظر آنے والی چیز) سے متحد ہونا کیا ضرور! علم بالوجہ میں وجہ مرأت ملاحظہ ہوتی ہے، حالانکہ ذُوالوَجہ سے متحد نہیں بلاشبہ آئینہ میں جو اپنی صورت دیکھتے ہو کیا اس میں کوئی صورت ہے؟ نہیں بلکہ

شعاعِ بصری آئینہ پر پڑ کر واپس آتی ہے اور اس رجوع میں اپنے آپ کو دیکھتی ہے۔ لہٰذا دہنی جانب بائیں اور بائیں دہنی معلوم ہوتی ہے تو آئینہ تمہارا عین نہیں مگر دکھایا اس نے تمہیں کو۔ ظلال اپنی ذات میں معدوم ہیں کہ کسی کی ذات مقتضیِ وجود نہیں (یعنی وجود کا تقاضا نہیں کرتی)۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ط (پ ۲۰، القصص:۸۸) ترجمۂ کنز الایمان: ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے۔

مگر وجودِ عطائی سے ضرور موجود ہیں۔ اسلام کا پہلا عقیدہ ہے کہ

حَقَائِقُ الْاَشْيَاءِ ثَابِتَةٌ ترجمہ: اشیاء کی حقیقتیں ثابت ہیں۔

(شرح العقائد النسفية، مبحث حقائق الاشياء ثابتة، ص ۹)

نظر سے ساقط (یعنی اوجھل) ہونا واقع سے عدم نہیں کہ نہ ناظر رہے نہ نظر۔ فی الواقع (یعنی درحقیقت) اِس مشاہدہ میں خود اپنی ذات بھی اُن کی نگاہ میں نہیں ہوتی۔ اہلسنّت کا ایمان ہے کہ قیامت و جنت میں مسلمانوں کو دیدارِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) بے کیف و بے جہت و بے محاذات (یعنی کیفیت وسمت ومقابلے کے بغیر) ہوگا۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ (پ ۲۹، القیامۃ: ۲۲، ۲۳) کچھ منہ تروتازہ ہوں گے اپنے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) کو دیکھتے ہوئے۔

کفار کے حق میں فرماتا ہے:

كَلَّاۤ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۚ (پ ۳۰، المطففین: ۱۵) بے شک وہ اس دن اپنے ربّ (عَزَّوَجَلَّ) سے حجاب میں رہیں گے۔

یہ کافروں پر عذاب بیان فرمایا گیا ہے تو ضرور مسلمان اس سے محفوظ ہیں، بصر احاطۂ مرئی نہیں چاہتی۔ آیۂ کریمہ

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ٘ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ (پ ۷، الانعام: ۱۰۳) ترجمۂ کنز الایمان: آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں۔

کا یہی مفاد (یعنی فائدہ) ہے کہ وہ اَبصار و جملہ اشیاء کا محیط ہے اسے بصر اور کوئی شے محیط نہیں۔ فلک وغیرہ کی مثالیں اِس کے بیان کو ہیں کہ بصر کو احاطہ لازم نہیں، نہ یہ کہ وہاں بھی عدمِ احاطہ مَعَاذَ اللّٰہ اسی طرح کا ہے وہاں بمعنی عدمِ اِدراکِ حقیقت وکُنہ ہی رہا۔ یہ کہ ''رؤیت کیونکر'' یہ کیف سے سوال ہے وہ اور اس کی رؤیت کیف سے پاک ہے پھر کیونکر کو کیا دخل۔

مظہرِ حق

عرض: ذاتِ باری کے پَرتَو تو صرف حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ چنانچہ شیخ محدِّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''مدارج النبوۃ'' جلد ثانی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مظہرِ صفاتِ الٰہیہ ہیں اور عامہ مخلوق مظہرِ اسمائے الٰہیہ ہے۔

"وسیّدِ کُل مظہرِ ذاتِ حق ست وظہورِ حق دروے بالذات ست"

(یعنی حضور سیِّد عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ذاتِ حق کے مظہر ہیں اور ظہورِ حق آپ میں بالذات ہے۔ت)

(ملخصاً، مدارج النبوۃ تکملہ از صفات کاملہ، ج۲، ص۶۰۹)

عرض: تو تمام مخلوق ظلالِ ذات کس طرح ہوگی؟

ارشاد: اَسماء مظہرِ صفات ہیں اور صفات مظہرِ ذات اور مظہر کا مظہر مظہر ہے تو سب

خَلق مظہرِ ذات ہے اگر چہ بواسطہ یا بوسائط۔ شیخ کا کلام مظہرِ ذات بلا واسطہ میں ہے وہ نہیں مگر حضور مظہرِ اول صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے لفظ دیکھئے کہ

"ظھورِ حق دروے بالذات ست"

(یعنی حضور جانِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بلا واسطہ مظہرِ حق ہیں) (ایضاً)

صُلح کروانے کا مُعاوَضہ لینا ناجائز ہے

عرض : دو شخصوں میں کچھ روپیہ کا جھگڑا تھا، چودھری نے صلح کرادی اور مدّعی (یعنی دعویٰ کرنے والے) کو مدعا علیہ (یعنی جس کے خلاف دعویٰ کیا) سے روپے مل گئے اور برادری میں یہ دستور ہے کہ جب چودھری تصفیہ کراتا ہے تو اپنا کچھ حق مقرر کر رکھا ہے وہ لے لیتا ہے چنانچہ اس صلح میں بھی چودھری اپنے حق کا طالب ہوا، اُس (یعنی مدّعی) نے دینے سے انکار کیا۔ جب اُس (یعنی چودھری) نے اصرار کیا تو اُس (یعنی مدّعی) نے سب روپے چودھری کو دے دیئے۔ چودھری نے کہا کہ میں صرف اپنا حق لوں گا سب نہ لوں گا۔ اُس نے کہا: ''میں خوشی سے دیتا ہوں۔'' چودھری نے وہ سب روپے لے لئے۔ بعد اِس واقعہ کے مدّعی نے کچہری میں نالش (یعنی مقدمہ) دائر کی کہ مجھے روپے نہیں ملے اور دو شخصوں نے جو اِس واقعہ میں موجود تھے اور جن کے سامنے روپے دیئے گئے تھے قسم کھا کر شہادت دی کہ اسکو روپے نہیں ملے۔ ان سب کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

ارشاد : مدّعی سے چودھری کو روپیہ لینا حرام ہے، ہاں! اپنی خوشی سے دے تو مضایقہ نہیں اور مدّعی اور گواہوں پر توبہ فرض ہے کہ جھوٹا دعویٰ کیا اور جھوٹی گواہی دی اور جھوٹی قسم کھائی۔

رشوت کو اپنا حق قرار دینا کفر ھے

عرض : رشوت بھی اپنی خوشی سے دی جاتی ہے بلکہ چودھری نے تو مانگا اور مدعی نے اِنکار کیا۔ پھر جب چوہدری کا بہت اِصرار ہوا تو اُس نے سب دے دیئے جس سے معلوم ہوا کہ وہ ناخوش تھا اور یہ کہ خوشی سے دیتا ہوں جھوٹ تھا اور رشوت تو بغیر طلب خود دِی جاتی ہے پھر یہ کیوں جائز ہوا؟ اور وہ تو حرام ہی ہے اور چودھری کو جو پہلے لینا حرام تھا اس کی وجہ بھی نیتِ رشوت ہوگی؟

ارشاد : انسانی خواہش وہاں تک **معتبر** ہے جہاں تک نہی شرعی (یعنی شرعی ممانعت) نہ ہو، رشوت شرع نے **حرام** فرمائی ہے وہ کسی کی خوشی سے **حلال** نہیں ہوسکتی۔ صحیح حدیث میں فرمایا:

اَلرَّاشِیُ وَالْمُرْتَشِیُ فِی النَّار رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔

(مجمع الزوائد ، کتاب الاحکام ، باب فی الرشاء، الحدیث ۷۰۲۷، ج٤، ۳۵۹)

چودھری جو صلح ہو جانے پر صلح کرانے کا **معاوضہ** لیتے ہیں وہ رشوت نہیں ہے، بلکہ ایک **ناجائز اُجرت** ہے۔ جاہلانِ بے خِرد (یعنی بے عقل جاہل) ایسی جگہ **حق** کا لفظ بولتے ہیں یہاں تک کہ رشوت خوار (یعنی رشوت کھانے والا) بھی یہی کہتا ہے کہ ہمارا **حق** دلوایئے۔ یہ کفر ہے کہ حرام کو حق کہا۔ وَرع (یعنی تقویٰ) کا مرتبہ وہی ہے جو تم نے کہا کہ ظاہر اَنداز سے مظنون (یعنی گمان) ہوتا ہے کہ اس کا یہ دینا حقیقۃً خوشی سے نہ ہوا۔ اگرچہ بظاہر صاف کہہ رہا ہے کہ میں خوشی سے دیتا ہوں مگر شریعتِ مطہرہ میں زبان مُظہِرِ مَا فِی الضَّمِیر (یعنی دل کی بات ظاہر کرنے والی) مانی گئی ہے، وہ جو کچھ ہے **قیاسی دلالت** ہے

اور یہ کہ خوشی سے دیتا ہوں **صریح تصریح** ہے اور فتاویٰ قاضی خاں وغیرہ میں مُصَرَّح (یعنی واضح طور پر بیان کیا گیا) ہے؛

الصَّرِیحُ یَفُوقُ الدِّلَالَةَ   صریح کے آگے دلالت نہ لی جائے گی۔

(درمختار معه رد المحتار، کتاب النکاح، باب فی منع الزوجة ....الخ، ج۲، ص۲۸٤)

فقہ میں بہت مسائل اِس پر مبنی ہیں کہ خانیہ و ہندیہ و دُرِّ مختار میں ہیں اور تمام ''کتاب حِیَل'' (حیلے کی جمع) کی بنا ہی اس پر ہے ورنہ اصل غرضِ قلبی اس عقدِ ملفوظ (یعنی زبان کے ذریعے کئے گئے معاہدے) کے مطابق نہیں ہوتی۔ درزی سے کپڑا سلوایا اور اُجرت دینے کا کچھ ذکر نہ آیا **اُجرت** واجب ہوگئی کہ اس کا پیشہ ہی **دلیلِ اجرت** ہے لیکن اگر اُس نے کہہ دیا تھا کہ میں تم سے اُجرت نہیں چاہتا اب نہیں لے سکتا، اگر چہ دوستانہ میں کہا ہو۔ اگر چہ ایسی صورت میں غالباً یہ کہنا دل سے نہیں ہوتا بلکہ محض مُرُوَّت ولحاظ سے، حتی الامکان مسلمان کا حال صلاح (یعنی اچھائی) پر محمول کرنا (یعنی سمجھنا) **واجب** ہے۔ قیاس سے ٹھہرالینا کہ اس نے خوشی سے دینا جھوٹ کہا اس کی طرف تین کبیروں کی نسبت ہے، **ایک تو جھوٹ**، دوسرے دھوکا دینا کہ دیا ناراضی سے اور اس پر رضا ظاہر کی، تیسرے حرام مال دینا '' **جس کا لینا حرام ہے دینا بھی حرام ہے۔** '' لہٰذا اس کا قول واقعیت (یعنی حقیقت) پر محمول کریں گے (یعنی سمجھیں گے)۔

قسم کا کفّارہ کب واجب ہو گا؟

عرض : حضور قَسَم کا کفّارہ کچھ نہیں؟

ارشاد : اِس صورت میں کفّارہ کچھ نہیں، توبہ ہے۔ کفّارہ اُس قسم کا ہوتا ہے جو

آئندہ کے لئے کسی کام کے کرنے نہ کرنے پر کھائی اور اسکے خلاف کیا گزشتہ پر قسم کھانے سے کفّارہ نہیں۔(الفتاوٰی الھندیۃ ، کتاب الایمان ، الباب الاول، ج۲، ص۵۱)

سلطنتِ بُخارا کا تذکِرہ

مؤلف : شبِ جمعہ میں اعلیٰ حضرت مدظلہ کے چھوٹے بھائی مولانا مولوی محمد رضا خاں صاحب تشریف لائے اور عرض کیا کہ آج ایک اَخبار سے معلوم ہوا ہے کہ سلطنتِ بخارا شریف رُوسیوں سے منتقل ہوکر سلطانُ المعظم کے زیرِ اثر آ گئی۔

اس پر **ارشاد** ہوا کہ یہ ایک قدیمی اِسلامی سلطنت ہے جہاں بڑے بڑے ائمہ ومجتہدین گزرے ہیں اور جن کے برکات اسوقت تک یہ موجود ہیں کہ ایک وقت میں سب جگہ اذان ہوتی ہے اور ایک ہی وقت میں نماز، دوکاندار اور کاروباری لوگ اپنا اپنا کام فوراً چھوڑ کر شاملِ جماعت ہوجاتے ہیں۔

وہ بُزُرگ کون تھے؟

پھر اِسی تذکرۂ سلطنت بخارا میں فرمایا کہ میں ایک روز حکیم وزیر علی صاحب کے یہاں قریب دس بجے دن کے جارہا تھا میری عمر اس وقت جیلانی (اعلیٰ حضرت مدظلہ کے پوتے یعنی مولانا ابراہیم رضا خان علیہ رحمۃ المنّان) کے برابر تھی (دس سال) کہ سامنے سے ایک بزرگ سفید ریش (یعنی سفید داڑھی والے) نہایت شکیل وجیہہ (یعنی خوبصورت) تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: ''سنتا ہے بچے آجکل عبدالعزیز ہے، اس کے بعد عبدالحمید اور اس کے بعد عبدالرشید ہوگا۔'' اور فوراً نظر سے غائب ہوگئے۔ چنانچہ اِس وقت تک اُن بزرگ کا قول بالکل مطابق ہوا۔ ایسے ہی ایک صاحب مسجد کے قریب

ملے میرے بچپن کا زمانہ تھا، مجھے بہت دیر تک غور سے دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا کہ تُو رضا علی خاں کا کون ہے؟ میں نے کہا: ''پوتا'' فرمایا: ''جبھی۔'' اور فوراً تشریف لے گئے۔

سنّت قبلیہ کا قضا ہونا

عرض : نمازِ فرض سے قبل کی سنتیں نہ ملنے سے کیا وہ قضا ہوجاتی ہیں؟

ارشاد : اپنے وقت سے قضا سمجھی جائیں گی نہ وقتِ نماز سے۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، ج۱، ص۱۱۲)

اِمام کی تَقلِید ضروری ہے

عرض : کیا ائمۂ مجتہدین (یعنی امامِ اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل وغیرھم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) میں **اختلاف** ہے جو ہاتھوں کے باندھنے میں اختلاف ہے کہ بعض سینے پر اور بعض ناف پر باندھتے ہیں؟

ارشاد : خربوزہ کھایئے فالیز (یعنی خربوزے کے کھیت) سے کیا غرض، اس میں نہ پڑیئے جو کچھ ائمہ نے فرمایا مطابقِ شرع ہے اور جو خلاف کریں تو امام ہی کس بات کے۔ ہر ایک کو امام کی تقلید چاہیئے۔

زیارتِ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفہ

عرض: حبیبِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارتِ شریفہ حاصل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟

ارشاد : دُرُود شریف کی کثرت شب میں اور سوتے وقت کے علاوہ ہر وقت تکثیر (یعنی کثرت) رکھے بالخصوص اِس دُرُود شریف کو بعد عشاء سو بار یا جتنی بار پڑھ سکے

پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُصَلِّیَ عَلَیْہِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا ھُوَ اَھْلُہٗ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَما تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَہٗ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی جَسَدِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی قَبْرِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ ط

حصولِ زیارتِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کے لئے اس سے بہتر صیغہ نہیں مگر خالص تعظیمِ شانِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کے لئے پڑھے اس نیت کو بھی جگہ نہ دے کہ مجھے زیارت عطا ہو، آگے اُن کا کرم بےحد و بےانتہا ہے۔

فراق ووصل چہ خواھی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از و غیر او تمنائی

(قربت ودُوری سے کیا مطلب! دوست کی رضا وخوشنودی طلب کر کہ اِس کے علاوہ اُس سے دوسرے کی آرزو کرنا افسوس ناک بات ہے۔ت)

سائِل کا کُتُب کے حوالے طَلَب کرنا کیسا؟

پھر ایک مسئلہ معمولی پیش ہوا جس کے اخیر میں لکھا تھا کہ جواب بحوالہ کتب اِرقام فرمایا جائے (یعنی کتابوں کے حوالے سمیت لکھا جائے)۔

ارشاد : صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ میں بھی استفتا پیش ہوتے تھے جن کے جواب فرمادیئے جاتے تھے۔ **حوالۂ کتب** وہاں کہاں تھا اور آجکل مُدَلَّل (یعنی دلیل سے ثابت کیا ہوا) **مفصّل** (یعنی بالتفصیل) صفحہ، سطر دریافت کرتے ہیں حالانکہ سمجھتے کچھ بھی نہ ہوں۔

اِستِغَاثہ کس دن پیش کیا جائے؟

عرض : حضور ایک اِستغاثہ پیش کرنا ہے۔ اِس کے واسطے کونسا دن مناسب ہے؟

ارشاد: اِس کے لئے کوئی خاص دن **مقرر** نہیں البتہ حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ جو شخص کسی حاجت کو **ہفتے** کے دن صبح کے وقت قبل طلوعِ آفتاب اپنے گھر سے نکلے تو اس کی حاجت روائی (یعنی حاجت پوری ہونے) کا میں **ضامن** (یعنی ذمہ دار) ہوں۔

(کنز العمال، الحدیث ۱۶۸۰۸، ج ٦، ص ۲۲۱)

عرض : حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر حاجت کے لئے ارشاد فرمایا ہے؟

ارشاد : ہاں جائز حاجت (کے لئے) ہونا چاہیے۔

نَماز میں قراٰن کا لفظ بدل جانے کا حُکم

عرض : الٓمّٓ کے پارے میں ایک جگہ "عَذَابٌ عَظِیْمٌ" آیا ہے اگر نماز میں اَلِیْم پڑھا ہو جائے گی یا نہیں؟

ارشاد : ہاں ہو جائے گی، نماز اُس غلطی سے جاتی ہے جس سے معنیٰ فاسد ہو جائیں (یعنی بگڑ جائیں)۔

(ملخصاً، الفتاوی الهندیة، کتاب الصلاۃ، الفصل الخامس فی زلة القاری، ج ١، ص ٨٠)

نماز میں بُلند آواز سے بسم اللہ پڑھنے کا حکم

عرض : نماز میں اگر بِسۡمِ اللّٰہ شریف بالجہر (یعنی باآوازِ بلند) نکل جائے تو کیا حکم ہے؟

ارشاد : بِلا قصد (یعنی بلاارادہ) نکل جائے تو خیر ورنہ قصداً مکروہ۔

(ملخصاً، غنية المتملي، فصل كراهية الصلاة، ص ۳۵۲)

ایک مَسۡجِد کا سامان دوسری مَسۡجِد میں لے جانا کیسا؟

عرض : دو مسجدیں قریب قریب ہیں ایامِ بارش میں ایک شہید ہوگئی اب اس کا سامان دوسری مسجد میں کہ وہ بھی شکستہ (یعنی ٹوٹی پھوٹی) حالت میں ہے لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد : ناجائز ہے حتی کہ ایک مسجد کا لوٹا بھی دوسری مسجد میں لے جانے کی ممانعت ہے[1] مسلمانوں پر دونوں کا بنانا اور آباد کرنا **فرض** ہے اور اس قدر قریب بنانے کی ضرورت ہی کیا؟

---

1 : اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت فتاوی رضویہ میں اس مسئلے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''آلات یعنی مسجد کا اسباب جیسے بوریا، مصلی، فرش، قندیل، وہ گھاس کہ گرمی کے لئے جاڑوں میں بچھائی جاتی ہے وغیرڈ لک، اگر سالم وقابلِ انتفاع (یعنی نفع اُٹھانے کے قابل) ہیں اور مسجد کو ان کی طرف حاجت ہے تو ان کے بیچنے کی اجازت نہیں، اور اگر خراب و بیکار ہوگئی یا معاذ اللہ بوجہِ ویرانی مسجد ان کی حاجت نہ رہی، تو اگر مالِ مسجد سے ہیں تو متولی، اور متولی نہ ہو تو اہل محلّہ مُتَدَیِّن امین باذنِ قاضی بیچ سکتے ہیں، اور اگر کسی شخص نے اپنے مال سے مسجد کو دیئے تھے تو مذہب مفتٰی بہ پر اس کی ملک کی طرف عود کرے (یعنی لوٹ) گی جو وہ چاہے کرے، وہ نہ رہا ہو اور اُس کے وارث وہ بھی نہ رہے ہوں یا پتا نہ ہو تو اُن کا حکم مثلِ لقطہ ہے، کسی فقیر کو دے دیں، خواہ باذنِ قاضی کسی مسجد میں صَرف کردیں۔ (فتاوی رضویہ، ج۱۶، ص۲۶۵) ''بہارِ شریعت'' میں ہے: مسجد کی چٹائی جانماز وغیرہ اگر بیکار ہوں اور اِس مسجد کے لئے کارآمد نہ ہوں تو جس نے دیا ہے وہ جو چاہے کرے اُسے اختیار ہے اور مسجد ویران ہوگئی کہ وہاں لوگ رہے نہیں تو اُس کا سامان دوسری مسجد کو منتقل کردیا جائے بلکہ ایسی منہدم ہوجائے اور اندیشہ ہو کہ اِس کا عملہ (یعنی سامان) لوگ اُٹھالے جائیں گے اور اپنے صرف میں لائیں گے تو اسے بھی دوسری مسجد کی طرف منتقل کردینا جائز ہے۔ (بہارِ شریعت، حصہ۱۰، ص۸۳)... عِلمیہ

مَسْجِد کا چندہ کھا جانے والا جہنّم کا مُسْتَحِق ہے

عرض : حضور مسجد کے نام سے چندہ وصول کر کے خود کھا جائے تو کیا حکم ہے؟

ارشاد : جہنم کا مستحق ہے۔

اپنی زندگی میں ہی قَبْر تیار کروانے کا حکم

عرض : اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں پختہ (یعنی پکی) قبر بنوا کر تیار رکھے یہ جائز ہے یا ناجائز؟

ارشاد : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌۢ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط (پ ۲۱، لقمٰن: ۳٤) کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا۔

قبر تیار رکھنے کا شرعاً حکم نہیں البتہ کفن سِلوا کر رکھ سکتا ہے کہ جہاں کہیں جائے اپنے ساتھ لے جائے اور قبر ہمراہ نہیں رہ سکتی۔

خُطبے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا کیسا؟

عرض : جمعہ وعیدین کا خطبہ مع بِسْمِ اللّٰہ جائز ہے؟

ارشاد : اَعُوْذُ بِاللّٰہِ آہستہ پڑھے اس کے بعد خطبہ پڑھے۔ [1]

(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة، باب الجمعة، مطلب فی قول الخطیب ... الخ، ج۳، ص ۲٤)

[1] اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت فتاویٰ رضویہ جلد 8 صفحہ 302 پر اسی قسم کے سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں: (بسم اللہ شریف) نہ بآواز نہ باخفا بلکہ تنہا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ آہستہ پڑھ کر حمدِ الٰہی سے شروع کرے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج۸، ص۳۰۲) ... عِلْمِیہ

عمامے کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت

عرض : اگر نماز کے وقت عمامہ باندھ لے اور سُنّتوں کے وقت اُتار لے کہ درِ دِسر کا گمان ہے تو جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد : خیر، مگر اَولیٰ (یعنی بہتر) یہ ہے کہ نہ اُتارے۔ ایک جمعہ عمامہ کے ساتھ ستر جمعہ بغیر عمامہ کے برابر ہے۔

(کنز العمّال ،الباب الثالث فی اللباس،الحدیث ٤١١٣٠، ج١٥، ص ١٣٣)

بُخار کے شُکرانے میں نَوافِل ادا کرنے والے بُزُرگ

(اسی بیان میں ارشاد ہوا کہ) درِ دِسر اور بخار وہ **مبارک** امراض ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہوتے تھے، ایک ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درِ دِسر ہوا، آپ نے اس شکریہ میں تمام رات نوافل میں گزار دی کہ ربُّ العزت تبارک وتعالیٰ نے مجھے وہ مرض دیا جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہوتا تھا۔ اَللّٰہُ اَکْبَر! یہاں یہ حالت کہ اگر برائے نام درد معلوم ہوا تو یہ خیال ہوتا ہے کہ جلد نماز پڑھ لیں۔ پھر فرمایا: ہر ایک مرض یا تکلیف جسم کے جس مَوضع (یعنی جگہ) پر ہوتی ہے وہ زیادہ کفارہ اسی موقع کا ہے کہ جس کا تعلق خاص اس سے ہے لیکن بخار وہ مرض ہے کہ تمام جسم میں سرایت کرجاتا ہے جس سے بِاِذْنِہٖ تَعَالٰی (یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے) تمام رگ رگ کے گناہ نکال لیتا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ مجھے اکثر حرارت و درِ دِسر رہتا ہے۔

خُلَفائے راشدین کے زمانہ میں بدمذہب موجود تھے؟

عرض : حضور خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی فرقہ وہابیہ تھا؟

ارشاد : ہاں یہی وہ فرقہ ہے جسے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے امیر المؤمنین حضرت علی کرّم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے فہمائش (یعنی نصیحت) کی اجازت چاہی تھی اور بحکم امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا: کیا بات امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تم کو ناپسند آئی؟ انہوں نے کہا واقعہ صِفِّین میں ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حَکَم (یعنی مُنصِف) بنایا یہ شرک ہوا کہ **اللہ** تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط — حکم نہیں مگر **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے لئے۔

(پ ۱۳، یوسف: ٦٧)

ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اسی قرآنِ کریم میں یہ آیت بھی تو ہے:

فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ج — زن وشوہر میں خصومت (یعنی جھگڑا) ہو ایک حَکَم اس کی طرف سے بھیجو ایک حَکَم اس کی طرف سے۔

(پ ٥، النساء: ٣٥)

اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) ان میں مَیل (یعنی ملاپ) کر دے گا۔ دیکھو وہی طریقہ اِستِدلال (یعنی دلیل پکڑنے کا طریقہ) ہے جو وہابیہ کا ہوتا ہے کہ علمِ غیب وامداد وغیرہما میں ذاتی (یعنی کسی کے دیئے بغیر حاصل ہونے والی شے) وعطائی (یعنی **اللہ** کی عطا سے حاصل ہونے والی شے) کے فرق سے آنکھ بند اور نفی کی آیتوں پر دعویٰ ایمان اور اثبات کی آیتوں سے کفر۔ اس جواب کو سن کر اُن میں سے پانچ ہزار تائب

(یعنی توبہ کرنے والے) ہوئے اور پانچ ہزار کے سر پر موت سوار تھی، وہ اپنی شیطنت (یعنی برائی) پر قائم رہے۔ امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اُن کے قتل کا حکم فرمایا۔ اِمام حسن و اِمام حسین اور دیگر اَکابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان کے قتل میں تأمّل ہوا (یعنی جھجک محسوس ہوئی) کہ یہ قوم رات بھر تہجد اور دن رات تلاوت میں بسر کرتی ہے ہم کیونکر اِن پر تلوار اٹھائیں مگر امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو تو حضور عالِمِ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یعنی ماضی اور مستقبل کا حال جاننے والے) نے خبر دے دی تھی کہ نماز روزہ وغیرہ ظاہری اعمال کے بَشِدَّت پابند ہوں گے، بااِیں ہمہ (یعنی ان سب کے باوجود) دین سے ایسا نکل جائیں گے جیسے تیر نشانے سے، قرآن پڑھیں گے مگر ان کے گلوں سے نیچے نہیں اُترے گا۔

(ملخصاً، جامع ترمذی، کتاب الفتن، باب فی صفۃ المارقۃ، الحدیث ۲۱۹۵، ج۴، ص ۸۰)

امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے حکم سے لشکر اُن کے قتل پر مجبور ہوا، عین معرکے میں خبر آئی کہ وہ نہر کے اس پار اُتر گئے۔ امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: **واللہ** اِن میں سے دس اُس پار نہ جانے پائیں گے، سب اِسی طرف قتل ہوں گے۔ جب سب قتل ہو چکے امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے لوگوں کے دلوں سے اُن کے تقویٰ وطہارت وتہجد وتلاوت کا وہ خدشہ دفع (یعنی دُور) کرنے کے لئے فرمایا: ''تلاش کرو، اگر اِن میں ذُوالثَّدِیہ (یعنی پستان والا) پایا جائے تو تم نے بدترین اہلِ زمین کو قتل کیا، اور اگر وہ نہ ہو تو تم نے بہترین اہلِ زمین کو قتل کیا۔'' تلاش کیا گیا، لاشوں کے نیچے نکلا جس کا ایک ہاتھ پستانِ زن کے مشابہ تھا۔ امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تکبیر کہی اور حمدِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) بجالائے اور لشکر کے دل کا شبہ اِس غیب کی

خبر بتانے اور مطابق آنے سے زائل ہوگیا۔ کسی نے کہا: ''حمد ہے اسے جس نے ان کی نجاست سے زمین کو پاک کیا۔'' امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کہ کیا سمجھتے ہو کہ یہ لوگ ختم ہوگئے؟ ہرگز نہیں، ان میں سے کچھ ماں کے پیٹ میں ہیں کچھ باپ کی پیٹھ میں۔ جب ان میں سے ایک گروہ ہلاک ہوگا دوسرا سر اٹھائیگا۔

(ملخصاً، الخصائص الكبرى، باب اخباره عليه السلام بالخوارج، ج ٢، ص ٢٥٠)

حَتّٰى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الدَّجَّالِ — یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔

(ملخصاً، مسند امام احمد، مسند البصريين، حديث ١٩٨٠٤، ج ٧، ص ١٨٣)

وھابیہ کی علامتیں

یہی وہ فرقہ ہے کہ ہر زمانے میں نئے رنگ نئے نام سے ظاہر ہوتا رہا اور اب اخیر وقت میں وہابیہ کے نام سے پیدا ہوا، اِن کی جو جو علامتیں صحیح حدیثوں میں ارشاد فرمائی ہیں سب ان میں موجود ہیں۔

تُحَقِّرُوْنَ صَلَاتَكُمْ عِنْدَ صَلَاتِهِمْ — تم اُن کی نماز کے آگے اپنی نماز کو حقیر جانو گے

وَصِيَامَكُمْ عِنْدَ صِيَامِهِمْ — اور اُن کے روزوں کے آگے اپنے روزوں کو

وَاَعْمَالَكُمْ عِنْدَ اَعْمَالِهِمْ — اور اُن کے اعمال کے آگے اپنے اعمال کو۔

(ملتقطاً، موطا امام مالك، كتاب القرآن، باب ماجاء في القرآن، حديث ٤٨٧، ج ١، ص ١٩٥)

يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ طَرَاقِيَهُمْ — قرآن پڑھیں گے ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا۔

يَقُوْلُوْنَ مِنْ قَوْلِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ " بظاہر وہ بات کہیں گے کہ سب کی باتوں سے اچھی معلوم ہو یا "مِنْ قَوْلِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ "بات بات پر حدیث کا نام لیں گے۔

(ملخصاً، جامع ترمذی، کتاب الفتن، باب فی صفة المارقة، الحدیث ۲۱۹۵، ج ٤، ص ۸۰)

اور حال یہ ہوگا کہ

يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے۔

"سِيْمَاهُمُ التَّحْلِيْقُ" ان کی علامت یہ ہے کہ اُن میں سے اکثر سر مونڈے۔(ملخصاً، مسند امام احمد، مسند البصریین، حدیث ۱۹۸۰٤، ج ۷، ص ۱۸۳) "مُشَمِّرِی الْأُزُرِ" گھٹنی ازاروں والے۔

اِن کے پیشوا ابنِ عبد الوہاب نجدی کو سر مُنڈانے میں یہاں تک غُلُوّ (یعنی اصرار) تھا کہ عورت اُس کے دینِ ناپاک میں داخل ہوتی اُس کا بھی سر منڈا دیتا کہ یہ زمانۂ کفر کے بال ہیں اِنہیں دور کر۔ یہاں تک کہ ایک عورت نے کہا جو مرد تمہارے دین میں آتے ہیں اُن کی داڑھیاں منڈوایا کرو کہ وہ بھی تو زمانۂ کفر کے بال ہیں، اس وقت سے باز آیا، اور اب وہابیہ کو دیکھئے ان میں اکثر وہی سر منڈانے اور گھٹنے پائنچے والے ہیں۔

گستاخِ رسول

(اسی سلسلے میں ارشاد فرمایا) کہ غزوۂ حُنین میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو غنائم (غنیمت کی جمع) تقسیم فرمائے اس پر ایک وہابی نے کہا کہ میں اس تقسیم میں عدل (یعنی انصاف) نہیں پاتا کیونکہ کسی کو زیادہ کسی کو کم عطا فرمایا۔ اس پر فاروقِ اعظم

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) اجازت دیجئے کہ میں اِس منافق کی گردن ماردوں۔ فرمایا کہ اسے رہنے دے کہ اس کی نسل سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہونے والے ہیں۔ (وہابیہ کی طرف اشارہ فرمایا) اُس سے فرمایا: افسوس اگر میں تجھ پر عدل نہ کروں تو کون عدل کرے گا، اور فرمایا **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) رحم فرمائے میرے بھائی موسیٰ (علیہ الصلوۃ والسلام) پر کہ اِس سے زائد ایذا دیئے گئے۔

(ملخصاً، صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج و صفاتھم، الحدیث ۱۰۶۳، ص ۵۳۱)

سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سَخَاوت

علما فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک اُس دن کی عطا کئی بادشاہوں کی عمر بھر کی داد و دِہش (یعنی سخاوت و بخشش) سے زائد تھی، جنگل غنائم سے بھرے ہوئے ہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) عطا فرمارہے ہیں اور مانگنے والے ہجوم کرتے چلے آتے ہیں اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) پیچھے ہٹتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب سب اَموال تقسیم ہولئے ایک اَعرابی (یعنی عرب کے دیہات میں رہنے والے) نے رِدائے مبارک (یعنی چادر مبارک) بدنِ اقدس پر سے کھینچ لی کہ شانہ و پشتِ مبارک پر اس کا نشان بن گیا، اس پر اِتنا فرمایا: اے لوگو! جلدی نہ کرو، واللہ کہ تم مجھ کو کسی وقت بخیل نہ پاؤ گے۔ (ملتقطاً، صحیح البخاری، کتاب الجھاد والسیر، باب الشجاعۃ فی الحرب.....الخ، الحدیث ۲۸۲۱، ج ۲، ص ۲۶۰)

حق ہے، اے مالکِ عرش (عَزَّوَجَلَّ) کے نائب اکبر! قسم ہے اس کی جس نے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کو حق کے ساتھ بھیجا کہ دونوں جہان کی نعمتیں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) ہی کی عطا ہیں۔ دونوں جہان حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی

عطا سے ایک حصہ ہیں۔

فَـاِنَّ مِنْ جُـوْدِكَ الـدُّنْيَـا وَضَـرَّتَهَـا

وَمِـنْ عُـلُـوْمِكَ عِـلْـمَ الـلَّـوْحِ وَالْـقَلَمِ

بے شک دنیا و آخرت حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم) کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اور لوح وقلم کے تمام علومِ "مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن" (یعنی گذشتہ و آئندہ) حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم) کے علوم سے ایک ٹکڑا۔ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْكَ وَسَلَّمَ وَعَلٰى اٰلِكَ وَصَحْبِكَ وَبَارَكَ وَكَرَّمَ

نمازی کا قتل

ایک روز بارگاہِ رسالت (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم) میں صحابۂ کرام (علیہم الرضوان) حاضر ہیں، ایک شخص آیا، اور کنارۂ مجلسِ اقدس پر کھڑے ہو کر مسجد میں چلا گیا؟ ارشاد فرمایا کہ کون ہے کہ اسے قتل کرے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ اٹھے اور جا کر دیکھا وہ نہایت خشوع وخضوع سے نماز پڑھ رہا ہے۔ صدیقِ اکبر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا ہاتھ نہ اٹھا کہ ایسے نمازی کو عین نماز کی حالت میں قتل کریں۔ واپس حاضر ہوئے اور سب ماجرا عرض کیا۔ ارشاد فرمایا کہ کون ہے کہ اسے قتل کرے؟ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اٹھے اور انہیں بھی وہی واقعہ پیش آیا۔ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم) نے پھر ارشاد فرمایا: "کون ہے کہ اسے قتل کرے؟" مولیٰ علی (کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهُ الْكَرِيْم) اٹھے اور عرض کی کہ یارسولَ اللہ (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم) میں۔ فرمایا ہاں تم، اگر تمہیں ملے مگر تم اُسے نہ پاؤ گے۔ یہی ہوا مولیٰ علی رضی اللہ تعالٰی عنہ جب تک جائیں وہ نماز پڑھ کر چلتا ہوا۔ ارشاد فرمایا: "اگر تم اسے قتل کر دیتے تو اُمّت پر سے بڑا فتنہ اٹھ جاتا۔"

(ملتقطاً، مسند امام احمد بن حنبل، مسند ابو سعید، الحدیث ۱۱۱۱۸، ج۴، ص ۳۳)

یہ تھا وہابیہ کا باپ جس کی ظاہری ومعنوی نسل آج دنیا کو گندہ کر رہی ہے۔
اس نے مجلسِ اقدس کے کنارے پر کھڑے ہو کر ایک نگاہ سب پر کی اور دل میں یہ کہتا ہوا چلا گیا تھا کہ مجھ جیسا ان میں ایک بھی نہیں، یہ غرور تھا اس خبیث کو اپنی نماز وتَقَدُّس (یعنی پرہیزگاری) پر اور نہ جانا کہ نماز ہو یا کوئی عملِ صالح وہ سب اس سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم) کی غلامی وبندگی کی فرع ہے جب تک اُن کا غلام نہ ہولے کوئی بندگی کام نہیں دے سکتی، (یعنی حضور جانِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم کی غلامی مثلِ ''جڑ'' ہے اور اَعمالِ صالحہ مثلِ ''شاخ'' اور پُر ظاہر کہ شاخ بغیر جڑ کے محض باطل وبیکار۔)

تعظیمِ رسول

والہٰذا قرآنِ عظیم میں اِن کی تعظیم کو اپنی عبادت سے مُقدَّم رکھا کہ فرمایا:

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ (پ ۲۶، الفتح: ۹)

تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ ورسول (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم) پر اور رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم) کی تعظیم وتوقیر کرو، اور صبح وشام اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کی پاکی بولو یعنی نماز پڑھو۔

تو سب میں مقدم ایمان ہے کہ بے اس کے تعظیمِ رسول مقبول نہیں، اس کے بعد تعظیمِ رسول ہے کہ بے اسکے **نماز** اور کوئی **عبادت مقبول نہیں**، یوں تو عبداللہ تمام جہان ہے مگر سچا عبداللہ وہ ہے جو عبدِ مصطفٰے (یعنی غلامِ مصطفٰے) ہے ورنہ عبدِ شیطان ہوگا۔ اَلْعِیَاذُ بِاللہ تَعَالٰی

قُربانی کی کھال مَدارِس میں دینا کیسا؟

مُــؤلف : ایک روز مولوی سعید احمد ابنِ مولوی فتح محمد صاحب تائب لکھنوی اعلیٰ حضرت مدظلہ سے آکر دست بوس ہوئے اور **قربانی کی کھال** کے بارے میں دریافت کیا کہ مدارِس میں دی جاسکتی ہیں یا نہیں؟

ارشاد : ہوا بلا شبہ ان کا صَرف (یعنی خرچ) مدرسہ میں جائز ہے۔

مولوی صاحب نے صاحبِ ہدایہ کا قول نقل کیا کہ ان کے نزدیک قربانی کی کھال بیچنے سے اس کی قیمت کا صدقہ واجب ہو جاتا ہے اور صدقاتِ واجبہ کا مَصْرَف ''مَصرفِ زکوٰۃ'' ہے اور مصرفِ زکوٰۃ میں تملیکِ فقراء (یعنی فقیروں کو مالک بنانا) شرط ہے۔

اس پر **ارشاد** فرمایا کہ یہ اس صورت میں ہے کہ تَمَوُّل (یعنی حصول مال) کے لئے بیچے کہ وہ بوجہِ تَقَرُّب (یعنی ثواب کی وجہ سے) صالحِ تَمَوُّل (یعنی حصول مال کا ذریعہ بننے کے لائق) نہ رہی، بخلاف اس صورت کے کہ فی سبیلِ اللہ مصارفِ خیر میں صَرف کے لئے بیچے کہ یہ بھی قُربت (یعنی ثواب) ہے اور یہاں **قُربَت** ہی مقصود ہے۔ علاوہ بریں (یعنی اس کے علاوہ) مدارس میں دینا بیچ کر ہی نہیں ضرور ہے اکثر کھالیں مدارس میں بھیج دیتے ہیں اور کھال تو غنی کو بھی دے سکتا ہے، پھر مدرسہ دینیہ نے کیا قصور کیا ہے؟

حیلۂ شرعی کا طریقہ

اُس وقت مولوی حسنین رضا خاں صاحب بھی حاضرِ خدمت تھے انہوں نے عرض کی کہ جب صدقاتِ واجبہ میں تملیک شرط ہے تو زکوٰۃ اور ایسے صدقات مدارس میں کیونکر صَرف کئے جاسکیں گے؟

ارشاد : مہتمم (یعنی ناظم) کو چاہیئے کہ زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ کی رقوم سے ضرورت پر طَلَبہ کو کتابیں **خرید** دے اور انہیں **مالک** بنادے یا یہ کہ جو کھانا طلبہ کو مدرسہ سے بطریقِ **اِباحت** دیا جاتا ہے (یعنی مالک بنائے بغیر صرف وہیں کھانے کی اجازت دی جاتی ہے۔) طلبا کو پہلے روپیہ دے کر مالک بنادے پھر وہ روپیہ مہتمم کو واپس کریں اور کھانے میں شریک ہوجائیں البتہ مدرسین کی تنخواہ میں یہ روپیہ صَرف کرنا جائز نہیں۔

دورانِ سفر قرانِ پاک کہاں رکھے؟

عرض : حضور اگر قرآنِ عظیم صندوق میں بند ہو اور ریل کا سفر یا کسی دوسری سواری میں سفر کررہا ہے اور تنگی جگہ کے باعث مجبوری ہے تو ایسی صورت میں صندوق نیچے رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

ارشاد : ہرگز نہ رکھے انسان خود مجبوریاں پیدا کرلیتا ہے، ورنہ کچھ دشوار نہیں، جس کے دل میں قرآنِ عظیم کی عظمت ہے وہ ہر طرح سے اس کی تعظیم کا خیال رکھے گا۔

عصر کا مکروہ وقت کونسا ہے؟

عرض : وقتِ عصر میں کراہت کس وقت آتی ہے؟

ارشاد : غروبِ آفتاب سے بیس منٹ قبل تک کراہت نہیں یعنی سلام کے بعد بیس منٹ غروب میں باقی رہیں۔ اس کے بعد کراہت ہے کہ اس وقتِ تخمینی (یعنی اندازاً اِس وقت) میں آفتاب پر نگاہ جمنے لگتی ہے۔ (رد المحتار علی الدر المختار کتاب الصلاۃ، مطلب فی طلوع الشمس من مغربہا، ج۲، ص۳۲)

نَماز میں قِرَاءَ ت کا ایک مسئلہ

عرض : ایک شخص نے نماز میں سورۃ "زِلـزَال و عـادیات" پڑھیں اور اَثْـقَال اور تُـحَدِّث کی ث کو س کے مخرج سے ادا کیا اور اَوْحٰی کی ح کو ھ اور ضَبْـحًا کے ض کو د مُفَخَّم (یعنی پُر) بھی نہیں پڑھا بلکہ صریح دَبْھًا پڑھا اور حصل کے ص کو مشابہ س تو اس صورت میں اعادۂ نماز ہوگا یا نہیں؟

ارشاد : نماز نہ ہوئی پھر پڑھے۔

قَضا نمازیں کیسے ادا کرے؟

عرض : بعض حاضرین نے عرض کیا کہ حضور دُنیوی مکروہات (یعنی ناپسند معاملات) نے ایسا گھیرا ہے کہ روز اِرادہ کرتا ہوں آج قضا نمازیں ادا کرنا شروع کردوں گا مگر نہیں ہوتا۔ کیا یوں اُدا کروں کہ پہلے تمام نمازیں فجر کی ادا کرلوں پھر ظہر کی پھر اور اوقات کی، تو کوئی حرج ہے مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ کتنی نمازیں قضا ہوئی ہیں۔ ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیئے؟

ارشاد : قضا نمازیں جلد سے جلد ادا کرنا لازِم ہیں۔(رد المحتار علی درمختار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی بطلان الوصیۃ......الخ، ج۲، ص ٦٤٦) نہ معلوم کس وقت موت آجائے، کیا مشکل ہے ایک دن کی بیس رکعت ہوتی ہیں (یعنی فجر کے فرضوں کی دو رکعت اور ظہر کی چار اور عصر کی چار اور مغرب کی تین اور عشاء کی سات رکعت یعنی چار فرض تین وتر) ان نمازوں کو سوائے طلوع وغروب وزوال کے (کہ اس وقت سجدہ حرام ہے)(رد المحتار علی در مختار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی تعریف الاعادۃ، ج۲، ص ٦٣٤) ہر وقت ادا کرسکتا ہے اور اختیار

ہے کہ پہلے فجر کی سب نمازیں ادا کرلے، پھر ظہر، پھر عصر، پھر مغرب، پھر عشاء کی یا سب نمازیں ساتھ ساتھ ادا کرتا جائے اور ان کا ایسا حساب لگائے کہ تخمینہ (یعنی اندازہ) میں باقی نہ رہ جائیں زیادہ ہوجائیں تو حرج نہیں اور وہ سب بقدرِ طاقت رفتہ رفتہ **جلد** ادا کرلے، کاہلی نہ کرے۔ جب تک فرض ذمہ پر باقی رہتا ہے کوئی **نفل قبول** نہیں کیا جاتا۔ نیت ان نمازوں کی اس طرح ہو مثلاً سو بار کی فجر قضا ہے تو ہر باریوں کہے کہ سب سے پہلے جو فجر مجھ سے قضا ہوئی۔ ہر دفعہ یہی کہے، یعنی جب ایک ادا ہوئی تو باقیوں میں جو سب سے پہلی ہے اسی طرح ظہر وغیرہ ہر نماز میں نیت کرے جس پر بہت سی نمازیں قضا ہوں۔

قضا نمازیں ادا کرنے کا آسان طریقہ

اس کے لئے صورت تخفیف (یعنی آسانی) اور جلد ادا ہونے کی یہ ہے کہ خالی رکعتوں میں بجائے اَلْحمد شریف کے تین بار سُبحٰنَ اللّٰہ کہے، اگر ایک بار بھی کہہ لے گا، تو فرض ادا ہوجائے گا نیز تسبیحاتِ رکوع وسجود میں صرف ایک ایک بار "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم" اور "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی" پڑھ لینا کافی ہے۔ تشہد کے بعد دونوں درود شریف کے بجائے "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ" وتروں میں بجائے دعائے قنوت "رَبِّ اغْفِرْلِی" کہنا کافی ہے۔ طلوعِ آفتاب کے بیس منٹ بعد اور غروب آفتاب سے بیس منٹ قبل، نماز ادا کرسکتا ہے۔ اس سے پہلے یا اس سے بعد ناجائز ہے۔ ہر ایسا شخص جس کے ذمہ نمازیں باقی ہیں **چھپ کر پڑھے** کہ گناہ کا اِعلان جائز نہیں۔

نیت صاف مَنزِل آسان

(اسی سلسلے میں ارشاد فرمایا) اگر کسی شخص کے ذمے تیس یا چالیس سال کی نمازیں ہیں واجبُ الادا ، اُس نے اپنے ان ضروری کاموں کے علاوہ جن کے بغیر گزر نہیں کاروبار ترک کر کے پڑھنا شروع کیا اور پکا ارادہ کرلیا کہ کُل نمازیں ادا کر کے آرام لوں گا اور فرض کیجئے اِسی حالت میں ایک مہینہ یا ایک دن ہی کے بعد اُس کا انتقال ہو جائے تو **اللہ** تعالیٰ اپنی رحمتِ کاملہ سے اس کی سب نمازیں ادا کر دے گا۔ قَالَ اللّٰہ تَعَالٰی:

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ط (پ٥، النساء: ١٠٠)

جو اپنے گھر سے **اللہ** اور رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے پھر اُسے راستے میں موت آجائے تو اس کا ثواب **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے ذمۂ کرم پر ثابت ہو چکا۔

یہاں مطلق فرمایا؛ گھر سے اگر ایک ہی قدم نکالا اور موت نے آلیا تو پورا کام اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا اور کامل ثواب پائے گا۔ وہاں نیت دیکھتے ہیں، سارا دارومدار حُسنِ نیت پر ہے۔

رَسُولوں اور ملائکہ کو ایصالِ ثواب کرنا

عرض : حضور جب رُسل وملائکہ معصوم ہیں تو ان کو علیہ الصلوٰۃ والسلام کہہ کر ایصالِ ثواب کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

ارشاد : اول تو علیہ الصلوٰۃ والسلام ایصالِ ثواب نہیں بلکہ اظہارِ تعظیم ہے، اور ان پر نزولِ درود وسلام کی دُعا اور ہو بھی تو ملائکہ زیادتِ ثواب سے مستغنی (یعنی بے نیاز) نہیں۔

سونے کی بارش

حضرت ایوب علیہ السلام غسل فرمارہے تھے، ربُّ العزت تبارک وتعالیٰ نے سونے کا مینہ اُن پر برسایا۔ آپ چادر مبارک پھیلا کر سونا اٹھانے لگے۔ ندا آئی: ''اے ایوب! (علیہ السلام) کیا ہم نے تمہیں اِس سے غنی نہ کیا۔'' عرض کرتے ہیں: ''بے شک تُو نے غنی کیا ہے لیکن تیری برکت سے مجھے کسی وقت غنا نہیں۔'' (صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللّٰہ یریدون ان یبدلوا......الخ، الحدیث ۷۴۹۳، ج٤، ص۵۷۲)

غُربت و اِفلاس کی شکایت کرنے والے پر اِنفِرادی کوشش

(اسی تذکرے میں فرمایا) کہ ایک صاحب ساداتِ کرام سے اکثر میرے پاس تشریف لاتے اور غربت وافلاس کے شاکی رہتے (یعنی شکایت کرتے)۔ ایک مرتبہ بہت پریشان آئے، میں نے اُن سے دریافت کیا کہ جس عورت کو باپ نے طلاق دے دی ہو کیا وہ بیٹے کو حلال ہوسکتی ہے؟ فرمایا: ''نہیں۔'' میں نے کہا حضرت امیر المؤمنین مولا علی (کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم) نے جن کی آپ اولاد میں ہیں تنہائی میں اپنے چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیر کر ارشاد فرمایا: ''اے دنیا! کسی اور کو دھوکا دے میں نے تجھے وہ طلاق دی جس میں کبھی رَجْعَت (یعنی واپسی) نہیں۔'' پھر ساداتِ کرام کا افلاس (یعنی غربت) کیا تعجّب کی بات ہے۔ سیِّد صاحب نے فرمایا: ''واللہ! میری تسکین ہوگئی۔'' وہ اب زندہ موجود ہیں اس روز سے کبھی شاکی نہ ہوئے۔

پریشانی دُور کرنے کا وظیفہ

مولوی عبدالرحمٰن صاحب بہاری جے پوری: حضور حاجی عبدالجبار صاحب کو اکثر اوقات پریشانی رہتی ہے۔

ارشاد : لاحول شریف کی کثرت کریں یہ ۹۹ بلاؤں کو **دفع** (یعنی دُور) کرتی ہے۔ اُن (بلاؤں) میں سب سے آسان تر پریشانی ہے اور ۶۰ بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے روز پی لیا کریں۔

رِزْق میں بَرَکت کا وظیفہ

عرض : برکتِ رزق کی کوئی دُعا حضور ارشاد فرمائیں میں آجکل بہت پریشان ہوں۔

ارشاد : ایک صحابی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خدمتِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) میں حاضر ہوئے اور عرض کی دنیا نے مجھ سے پیٹھ پھیر لی۔ فرمایا کیا وہ **تسبیح** تمہیں یاد نہیں جو تسبیح ہے ملائکہ کی اور جس کی برکت سے **روزی** دی جاتی ہے۔ خلقِ دنیا آئے گی تیرے پاس ذلیل وخوار ہو کر، طُلُوعِ فجر کے ساتھ سو بار کہا کر "سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحٰنَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ"

(لسان المیزان، حرف العین، الحدیث ۵۱۰۰، ج ٤، ص ٣٠٤)

اُن صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سات دن گزرے تھے کہ خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: "حضور! دنیا میرے پاس اس **کثرت** سے آئی، میں حیران ہوں کہاں اٹھاؤں کہاں رکھوں۔" اس تسبیح کا آپ بھی وِرْد رکھیں، حتَّی الامکان طلوعِ صبحِ صادق کے ساتھ ہو ورنہ صبح سے پہلے جماعت قائم ہو جائے تو اس میں شریک ہو کر بعد کو عدد پورا کیجئے اور جس دن قبلِ نماز بھی نہ ہو سکے تو خیر طلوعِ شمس سے پہلے۔

اہرامِ مصر¹ کس نے بنائے؟

مؤلف: مصر کے میناروں کا تذکرہ ہوا، اس پر فرمایا:

ارشاد: ان کی تعمیر حضرت آدم علٰی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام سے چودہ ہزار برس پہلے ہوئی۔ ² نوح علیہ السلام کی اُمت پر جس روز عذابِ طوفان نازل ہوا ہے، پہلی رجب تھی بارش بھی ہورہی تھی اور زمین سے بھی پانی ابل رہا تھا بحکمِ ربُّ العالمین نوح علیہ السلام نے ایک کشتی تیار فرمائی جو ۱۰ رجب کو تیرنے لگی۔ اس کشتی پر ۸۰ آدمی سوار تھے جس میں دو نبی تھے (حضرت آدم وحضرت نوح علیہما السلام) حضرت نوح علیہ السلام نے اس کشتی پر حضرت آدم علیہ السلام کا تابوت رکھ لیا تھا اور اس کے ایک جانب مرد اور دوسری جانب عورتوں کو بٹھایا تھا۔ پانی اس پہاڑ سے جو سب سے بلند تھا ۳۰ ہاتھ اونچا ہوگیا تھا دسویں محرم کو چھ ماہ کے بعد سفینہ مبارکہ جودی پہاڑ پر ٹھہرا۔ سب لوگ پہاڑ سے اُترے اور پہلا شہر جو بسایا اس کا "سُوقُ الثَّمَانِین" نام رکھا۔ یہ بستی جبلِ نہاوند کے قریب متصلِ موصل واقع ہے، اس طوفان میں دو عمارتیں مثل گنبد ومنارہ باقی رہ گئی تھیں جنہیں کچھ نقصان نہ پہنچا۔ اُس وقت روئے زمین پر سوائے ان کے اور عمارت نہ تھی، امیر المؤمنین حضرت مولیٰ علی (کَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم) سے انہیں عمارتوں کی نسبت منقول ہے "بُنِيَ الْهَرَمَانُ...... اَلنَّسْرُفِی سَرْطَانْ" یعنی دونوں عمارتیں اس وقت

---

¹: مصر کے مثلث نما میناروں کو اہرامِ مصر کہا جاتا ہے، یہ مینار دریائے نیل سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہیں..... عِلْمِیه ²: خط کشیدہ عبارت سہوِ کاتب معلوم ہوتی ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت چند سطریں بعد خود ہی فرمارہے ہیں کہ آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی تخلیق سے بھی تقریباً پونے چھ ہزار برس پہلے کے بنے ہوئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال ..... عِلْمِیه

بنائی گئیں جب ستارہ نسر نے برج سرطان میں تحویل کی تھی۔ نسر دو ستارے ہیں: نسرِ واقع ونسرِ طائر اور جب مطلق بولتے ہیں تو اس سے نسرِ واقع مراد ہوتا ہے۔ ان کے دروازے پر ایک گدھ کی تصویر ہے اور اسکے پنجہ میں گنگچہ ہے جس سے تاریخِ تعمیر کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ کہ جب نسرِ واقع برجِ سرطان میں آیا اس وقت یہ عمارت بنی جس کے حساب سے بارہ ہزار چھ سو چالیس سال ساڑھے آٹھ مہینے ہوتے ہیں کہ ستارہ چونسٹھ برس قمری سات مہینے ستائیس دن میں ایک درجہ طے کرتا ہے اور اب برجِ جدی کے سولھویں درجہ میں ہے تو جب سے چھ برج ساڑھے پندرہ درجے سے زائد طے کر گیا۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق سے بھی تقریباً پونے چھ ہزار برس پہلے کے بنے ہوئے ہیں کہ ان کی آفرینش (یعنی تخلیق) کو سات ہزار برس سے کچھ زائد ہوئے۔ لاجرم (یعنی ضرور) **یہ قومِ جنّ کی تعمیر ہے** کہ پیدائشِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے ساٹھ ہزار برس زمین پر رہ چکی ہے۔

آدمِ ثانی کون؟

عرض : حضور! اِنہیں ۸۰ انسانوں کی اولاد ہو کر دنیا بڑھی؟

ارشاد : پسماندگانِ طوفان سے کسی کی نَسل نہ بڑھی صرف نوح علیہ السلام کی نَسل تمام دُنیا میں ہے۔ قرآنِ عظیم فرماتا ہے:

وَجَعَلْنَا ذُرِّیَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِیْنَ ۝ (پ ۲۳، الصافات: ۷۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور ہم نے اسی کی اولاد باقی رکھی۔

اسی لئے انہیں **آدمِ ثانی** کہتے ہیں۔

((تفسیر روح البیان للحقی، سورۃ ھود تحت الآیۃ ۴۸))

حضرتِ نوح علیہ السلام کی عُمْر کتنی تھی؟

عرض : کیا حضرت نوح علیہ السلام نے دنیا میں ایک ہزار برس قیام فرمایا؟

ارشاد : نہیں بلکہ تقریباً سولہ سو برس تک تشریف فرما رہے۔

(الجامع لاحکام القرآن للقرطبی،سورۃ العنکبوت تحت الآیۃ ١٤،ج٧،ص ٢٥٠)

کیا انبیاء علیہم السلام پر حج فرض تھا؟

عرض : حضور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بھی حج فرض ہوا تھا؟

ارشاد: ان پر فرضیت کا حال خدا جانے !انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حج کرتے رہے۔

کعبہ کی فریاد

حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا پر اُڑتا جارہا تھا جب کعبہ معظمہ سے گزرا تو کعبہ رویا اور بارگاہِ اَحَدِیَت میں (یعنی **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حضور) عرض کی کہ ''ایک نبی تیرے انبیاء سے اور ایک لشکر تیرے لشکروں سے گزرا نہ مجھ میں اُترا، نہ نماز پڑھی۔'' اِس پر ارشادِ باری تعالیٰ ہوا: ''نہ رو! میں تیرا حج اپنے بندوں پر فرض کروں گا جو تیری طرف ایسے ٹوٹیں گے جیسے پرندا اپنے گھونسلے کی طرف اور ایسے روتے ہوئے دوڑیں گے جس طرح اُونٹنی اپنے بچہ کے شوق میں اور تجھ میں نبی آخر الزماں کو پیدا کروں گا جو مجھے سب انبیاء سے زیادہ پیارا ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔''

(ملخصاً، تفسیر بغوی، سورۃ النمل تحت الآیۃ ١٨، ج٣، ص ٣٥١)

غَرُور اور غُرُور میں کیا فرق ہے؟

عرض : غَرور بالفتح (یعنی زبر کے ساتھ) اورغُرور بالضم (یعنی پیش کے ساتھ) میں کیا فرق ہے؟

ارشاد : غَرور بالفتح فریبی اور بالضم فریب۔

زِنا کا ثُبُوت

عرض : زید اپنے عیال واطفال (یعنی بیوی بچوں) کو اپنے بھانجے یا بھتیجے کی نگرانی میں چھوڑ کر خود باہر چلا گیا، اس کے چلے جانے کے بعد عورت کے بچہ پیدا ہوا، اس کی اطلاع خاوند کو دی گئی۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا یہاں تک کہ جب واپس آیا تب بھی محض خاموش رہا، نہ کچھ کہا نہ سنا اور پھر باہر چلا گیا۔ پھر ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اس خبر اطلاع دینے پر اس نے جواب لکھا کہ تم میری عورت پر **تُہمت** لگاتے ہو۔ اس صورت میں اولاد **حرامی** ہوگی یا نہیں؟

ارشاد: تاوقتیکہ (یعنی جب تک) چار مرد مسلمان آزاد عادل گواہانِ ثبوت اس طرح دیکھنے کی گواہی نہ دیں جیسے سرمہ دانی میں سلائی اُن کی شہادت شریعتِ مطہرہ میں قابلِ سماعت نہ ہوگی۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الحدود، مطلب الزانی لا یختص بما یوجب الحد بل اعم، ج٦، ص١٢)

کیا عہدِ رسالت میں گواہی سے زِنا کا ثبوت ہوا؟

عرض: حضور! عہدِ رسالت (صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم) میں کوئی ایسا واقعہ گزرا ہے یا نہیں؟

ارشاد : عہدِ رسالتِ اقدس (صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم) میں **زِنا کا ثبوت** گواہوں سے کبھی نہیں ہوا۔ البتہ دو بار یہ ہوا کہ مجرموں نے خود **اِقرار** کرلیا۔ پہلا واقعہ حضرت ماعز رضی اللہ تعالٰی عنہ کا، دوسرا ایک صحابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا۔ دونوں مجرم بارگاہِ رسالت (صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم) میں حاضر ہوئے اور شرعی سزا کے خواست گار (یعنی طلب گار) ہوئے کہ ہم پاک ہوجائیں۔ دونوں کو سنگسار کیا گیا۔ جس وقت حضرت ماعز رضی اللہ تعالٰی عنہ کو

سنگسار کیا آپ بھاگے لیکن سنگساریوں نے پکڑ کر قتل کردیا، اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر کُل واقعہ بیان کیا۔ فرمایا: ''تم نے چھوڑ کیوں نہیں دیا جب وہ بھاگا تھا۔'' اور فرمایا: ''اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر تمام شہر پر تقسیم کی جائے سب کو کافی ہو۔''

(ملتقطاً، صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف بالزنی، الحدیث ١٦٩٥، ص ٩٣٢)

صحابۂ کرام (علیہم الرضوان) میں سے ایک صاحب نے حضرت ماعز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت بُرے الفاظ فرمائے، اس پر ارشاد ہوا: ''برا نہ کہو میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ جنت کی نہروں میں غوطہ لگا رہا ہے۔''

(ملخصاً، فتح الباری، شرح صحیح البخاری، تحت الحدیث ٦٨٢٠، ج١٢، ص١٠٩)

رَجْم کی حکایت

اسی طرح صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے جرم کا خدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوکر اقرار کیا اور سزا کی خواستگار ہوئیں۔ ارشاد فرمایا: ''تیرے پیٹ میں حَمل ہے بعد وَضعِ حَمل (یعنی بچہ پیدا ہونے کے بعد) آنا۔'' بعد فراغِ حمل بچہ کو لیکر حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ اِس بچے کو اب کیا کروں؟ فرمایا: اِس کو دودھ پلاؤ۔ یہ ارشادِ عالی سن کر وہ بی بی واپس گئیں اور دو برس بعد بچے کو لے کر حاضر ہوئیں۔ بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا، عرض کی حضور! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) اب یہ روٹی کھاتا ہے، بچہ لے کر رَجْم (یعنی سنگسار) فرمایا۔

(ملتقطاً، صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف بالزنی، الحدیث ١٦٩٥، ص ٩٣٢)

شرعی سزا سے پاک ہونا

عرض : کیا حضور! حدِ شرعی (یعنی شرعی سزا) سے (گناہ کرنے والا) پاک ہوجاتا ہے؟

ارشاد : حد[1] سے پاک ہوجاتا ہے اور قصاص سے نہیں ہوتا۔[2] خونِ ناحق کرنے والے پر تین حق ہیں: ایک مقتول کے اَعِــزَّہ (یعنی ورثا) کا، دوسرا مقتول کا، تیسرا ربُّ العزت تبارک وتعالیٰ کا۔ جن میں سے اَعِــزَّہ کا حق قصاص لینے سے ادا ہوجاتا ہے اور دو حق باقی رہتے ہیں۔

قِصاص میں قتل ہونے والے کی نمازِ جنازہ

عرض : اس شخص پر جو قصاص میں قتل کیا گیا، نماز پڑھی جائے؟

ارشاد : ہاں (جیسے) خودکشی کرنے والے (کی)[3] اور اپنے ماں باپ کو قتل کرنے والے اور باغی ڈاکو کہ ڈاکہ میں مارا گیا، ان کے جنازہ کی نماز نہیں۔ (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاة هل يسقط فرض الكفاية ......الخ، ج ۳، ص ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۲۸)

---

[1]: حد ایک قسم کی سزا ہے جس کی مقدار شریعت کی جانب سے مقرر ہے کہ اُس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی اس سے مقصود لوگوں کو ایسے کام سے باز رکھنا ہے جس کی یہ سزا ہے اور جس پر حد قائم کی گئی وہ جب تک توبہ نہ کرے محض حد قائم کرنے سے پاک نہ ہوگا۔ حد قائم کرنا بادشاہ اسلام یا اُسکے نائب کا کام ہے یعنی باپ اپنے بیٹے پر یا آقا اپنے غلام پر نہیں قائم کرسکتا۔ اور شرط یہ ہے کہ جس پر قائم ہو اس کی عقل درست ہو اور بدن سلامت ہو لہٰذا پاگل اور نشہ والے اور مریض اور ضعیف الخلقة پر قائم نہ کرینگے بلکہ پاگل اور نشہ والا جب ہوش میں آئے اور بیمار جب تندرست ہوجائے اُس وقت حد قائم کرینگے۔ (بہار شریعت، حصہ ۹، ص ۸۱)... عِلْـمِـیـه

[2]: قصاص کے لغوی معنی ''کاٹنا، برابری اور پیچھے چلنے'' کے ہیں، اصطلاح میں قتل یا زخم میں برابری کرنے کو قصاص کہتے ہیں، نیز مقتول کا ولی یا مجروح قاتل اور جارِح کے پیچھے پڑتا ہے بدلہ لینے کے لئے، لہٰذا پہلے معنی سے بھی یہ بات درست ہے۔ (مراۃ، ج ۵، ص ۲۱۳)... عِلْـمِـیـه

[3]: جس نے خودکشی کرلی حالانکہ یہ بہت بڑا گناہ ہے مگر اُس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اگرچہ قصداً خودکشی کی ہو جو شخص رجم کیا گیا یا قصاص میں مارا گیا اُسے غسل دیں گے اور نماز پڑھیں گے۔ (بہار شریعت حصہ ۴، ص ۱۷۶)... عِلْمِیه

بدمذہب کی نمازِ جنازہ پڑھنے والے کا حکم

عرض : ایک صاحب نے وہابی کے جنازے کی نماز پڑھی، ایسے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟

ارشاد : وہابی، رافضی، قادیانی وغیرہم کفار مُرتَدِین[1] کے جنازے کی نماز نہیں ایسا (یعنی کافر) جانتے ہوئے پڑھنا کفر ہے۔ (ملخصاً، الفتاوی الرضویۃ، ج۹، ص ۱۶۹)

منبر چھوڑ کر خُطبہ پڑھنا خلاف سنّت ہے

عرض : اگر امام منبر چھوڑ کر خطبہ پڑھے اور جب کہا جائے تو کہے کوئی حرج نہیں اس صورت میں نماز ہوگی یا نہیں؟

ارشاد : خلافِ سُنّت ہے۔ اِمام کو سمجھانا چاہئے نماز ہوگئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں برسوں کے بعد منبر شریف بنا، اکثر ستون کے سہارے حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) نے خطبہ فرمایا ہے۔

(سنن الدارمی، باب مقام الامام اذا خطب، الحدیث ۱۵۶۲، ج۱، ص ۴۴۲)

نَمازی کے سامنے سے گزرنے کا طریقہ

عرض : حضور نمازی کے سامنے سے نکلنے کے لئے کتنا فاصلہ درکار ہے؟

ارشاد : خاشعین (یعنی ظاہری و باطنی آداب کی رعایت کرتے ہوئے مکمل توجہ رکھنے والوں) کی سی نماز پڑھے کہ قیام میں نظر موضعِ سجود (یعنی سجدے کی جگہ) پر جمائی تو نظر کا قاعدہ

[1] مُرتَدِین مُرتَد کی جمع ہے اور مرتد وہ شخص ہے کہ اسلام کے بعد کسی ایسے امر کا انکار کرے جو ضروریاتِ دین سے ہو یعنی زبان سے کلمہ کفر بکے جس میں تاویل صحیح کی گنجائش نہ ہو۔ یونہی بعض افعال بھی ایسے ہیں جن سے کافر ہو جاتا ہے مثلاً بت کو سجدہ کرنا۔ مصحف شریف کو نجاست کی جگہ پھینک دینا۔ (بہار شریعت، حصہ ۹، ص ۱۶۳)...علمیہ

ہے جہاں جمائی جائے اس سے آگے کچھ بڑھتی ہے۔ میرے تجربے میں یہ جگہ تین گز ہے یہاں تک نکلنا مطلقاً **جائز نہیں**، اِس سے باہر باہر صحرا اور بڑی مسجد میں نکل سکتا ہے۔ مکان اور چھوٹی مسجد میں دیوارِ قبلہ تک سامنے سے نہیں جاسکتا۔ فقہائے کرام نے جس کو بڑی مسجد فرمایا ہے، یہاں کوئی نہیں سوائے مسجدِ خوارزم کے جس کا ایک ربع (یعنی چوتھائی) چار ہزار ستون پر ہے۔ بڑی مسجد ہے یا مسجدِ حرم شریف میں نمازی کے سامنے **طواف** جائز ہے کہ وہ بھی مثلِ نماز **عبادت** ہے۔

اگر کوئی سامنے سے گُزرے تو نمازی کیا کرے؟

(اسی سلسلۂ بیان میں فرمایا کہ) اگر کوئی شخص تنہا اپنے گھر یا مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا شخص دستک دے یا مسجد میں نمازی کے سامنے سے نکلنا چاہتا ہو تو نمازی اس کو آگاہ کرنے کی غرض سے بالجہر (یعنی بآوازِ بلند) لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ کہہ دے اور اگر نماز میں بچہ سامنے آکر بیٹھ جائے تو اس کو ہٹادے اور اگر تخت پر پڑھ رہا ہو اور بچے کے گر جانے کا احتمال ہو تو اس کو گود میں اُٹھالے۔ خود حُضورِ اَقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت اُمامہ بنت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا کو گود میں لیکر نماز پڑھی ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب اذا حمل جاریۃ صغیرۃ علی عنقہ فی الصلاۃ، الحدیث ۵۱۶، ج۱، ص ۱۹۲)

اگر بچے کے کپڑے یا بدن میں نجاست لگی ہے اور وہ اس قابل ہے کہ گود میں خود رُک سکتا ہے تو نماز جائز ہے کہ بچہ حامِلِ نجاست (یعنی نجاست اٹھانے والا) ہے، ورنہ نماز نہ ہوگی کہ اب یہ خود حامِلِ نجاست ہوا۔

(الدرالمختار، کتاب الصلاۃ، باب شروط الصلاۃ، ج۲، ص۹۱)

نبوت کا جھوٹا دعوٰی کرنے والے سے معجزہ طلب کرنا کیسا؟

عرض : جھوٹے مُدَّعیِ نبوت (یعنی نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے) سے مُعْجِزَہ[1] طلب کیا جا سکتا ہے؟

ارشاد : اگر مدعیِ نبوت سے اِس خیال سے کہ اس کا عجز ظاہر ہو معجزہ طلب کرے تو حرج نہیں اور اگر **تحقیق** کے لئے معجزہ طلب کیا کہ یہ معجزہ بھی دکھا سکتا ہے یا نہیں تو فوراً **کافر** ہو گیا۔ (الفتاوٰی الھندیۃ، کتاب السیر، الباب التاسع فی احکام المرتدین، ج ۲، ص ۲۶۳)

مَذْہَب چھوڑنے کی شرط پر مُبَاحَثَہ کرنا کیسا؟

(اسی تذکرے میں فرمایا کہ) مباحثے میں لوگ یہ **شرط** کر لیتے ہیں کہ "جو ساکت (یعنی لاجواب) ہو جائے گا وہ دوسرے کا مذہب اختیار کر لے گا۔" یہ **سخت حرام** ہے اور اشد **حماقت** ہے۔ ہم اگر کسی سے لاجواب بھی ہو جائیں تو مذہب پر کوئی الزام نہیں کہ ہمارے مقدس مذہب کا مَدار ہم پر نہیں، ہم انسان ہیں اس وقت جواب خیال میں نہ آیا۔

تحریری بات چیت کے فوائد

مؤلف: اس وقت مولانا مولوی نعیم الدین صاحب اور مولانا مولوی ظفر الدین صاحب اور مولانا مولوی احمد افتخار صاحب صدیقی میرٹھی اور مولانا مولوی احمد علی

---

[1] : نبی کے دعویٰ نبوت میں سچے ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ نبی اپنے صدق کا اعلانیہ دعویٰ فرما کر محالاتِ عادیہ کے ظاہر کرنے کا ذمہ لیتا ہے اور منکروں کو اس کی مثل کی طرف بلاتا ہے اللہ عزوجل اس کے دعویٰ کے مطابق امر محال عادی ظاہر فرما دیتا ہے اور منکرین سب عاجز رہتے ہیں کہ اسی کو معجزہ کہتے ہیں۔ جیسے حضرت صالح علیہ السلام کا ناقہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا کا سانپ ہو جانا اور ید بیضا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مُردوں کو جلا دینا اور مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینا اور ہمارے حضور کے معجزے تو بہت ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ ۱، ص ۳۸) ...علمیہ

صاحب میرٹھی ومولانا مولوی رحم الٰہی صاحب ناظمِ انجمن اہلِ سُنّت ومدرس مدرسۂ اہلِ سُنّت ومولانا مولوی امجد علی صاحب مدرس مدرسۂ اہلسنت ومہتمم مطبعِ اہلِ سُنّت وغیرہ حضرات علمائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) حاضرِ خدمت تھے۔ انجمن کے آریہ نا ریہ[1] کے مقابل جلسے ہورہے تھے۔ یہ سب حضرات جلسۂ مناظرہ سے مُظَفَّر ومنصور (یعنی کامیاب وکامران) واپس آئے تھے، رام چندر مناظرِ آریہ کی کُچْب زبانی اور بے حیائی کا ذکر ہورہا تھا کہ بات سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتا، بے حیائی سے کچھ نہ کچھ کہے ضرور جاتا ہے۔

اس پر **ارشاد** فرمایا سخت غلطی ہے کہ ایسوں سے زبانی بات چیت ہو، اس کا حاصل یہی ہوتا ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ بکے جائیگا جس سے لوگ جانیں کہ بڑا مُقَرِّر ہے، برابر جواب دے رہا ہے۔ انسان میں یہ قوت نہیں کہ زبان بند کردے، بے حیا کفار **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حضور نہ چُوکیں گے وہاں بھی زبان چلی ہی جائے گی، یہاں تک کہ منہ پر مُہر فرمائی جائے گی اور اَعضاء کو حکم ہوگا بول چلو۔

---

[1] : اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت فتاوٰی رضویہ جلد 21 صفحہ 124 پر لکھتے ہیں: (ہندوؤں) میں ایک نیا فرقہ ہے جو آریہ کہلاتا ہے، وہ زبانی طور پر توحید کا دعویٰ کرتے ہیں اور بت پرستی کے حرام ہونے کا اقرار بھی کرتے ہیں لیکن برادری اُلفت ومحبت اور اتحاد میں ان کا رویہ بُت پرستوں سے مختلف نہیں، ان بت پرستوں کے ساتھ ان کی الفت ومحبت ان کا اتحاد قائم ہے جو پتھر، پانی، درختوں اور تراشیدہ مورتیوں کو خدا سمجھتے ہوئے پوجتے ہیں اور یہ انھیں اپنا ہم مذہب اور دینی بھائی خیال کرتے ہیں۔ پھر یہ خبیث اگر چہ غیر کی عبادت وبندگی سے پرہیز کرتے ہیں مگر مادہ اور روح دونوں کو اللہ تعالیٰ کی طرح قدیم اور غیر مخلوق مانتے ہیں اور کہتے ہیں۔ پس اگر عبادت میں شرک نہ ہوا تو وجوبِ وجود میں شرک ہوگیا پس ہر وجہ سے ان پر تین خدا لازم ہوگئے لہٰذا وہ یقیناً مشرک ہیں، اُن کا دعویٰ "توحید" ہوا میں پاؤں رکھنے کے مترادف ہے۔ اگر ہم آخری درجہ پر فرض کرلیں کہ وہ مشرک نہیں تاہم ان کے کفر یعنی کافر ہونے میں بات کرنے کی کوئی گنجائش نہیں اس لئے کہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نہ ہو وہ کافر ہے اور جو انھیں کافر نہ جانے وہ خود کفر میں ان کے ساتھ برابر ہے۔ (فتاوٰی رضویہ، ج۲۱، ص۱۲۴)... علمیہ

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ۝ (پ ۲۳، یٰسٓ:۶۵)	ترجمۂ کنزالایمان: آج ہم ان کے مونھوں پر مہر کردیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کئے کی گواہی دیں گے۔

تو ایسوں سے ہمیشہ تحریری گفتگو ہونا چاہیئے، کہ مکر نے بدلنے بچلنے کی گلی نہ رہے۔ بہت دھوکہ ہوتا ہے کہ وہابیہ وغیرہ سے فرعی مسائل پر گفتگو کر بیٹھتے ہیں۔ وہابی غیر مقلد قادیانی وغیرہ تو چاہتے ہی یہ ہیں کہ اُصول چھوڑ کر فرعی مسائل میں گفتگو ہو، انہیں ہرگز موقع نہ دیا جائے۔ ان سے یہی کہا جائے کہ تم اسلام کے دائرے میں آلو، اپنا مسلمان ہونا تو ثابت کرلو پھر فرعی مسائل میں گفتگو کا حق ہوگا۔

مُلاقات سے واپسی پر مُصَافَحہ کا حُکم

عرض: مُصَافَحہ واپسی کے وقت کرنے کی مُمانَعت فرمائی گئی ہے؟

ارشاد: نہیں۔ اصحابِ نبی (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم و رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین) جب آپس میں ملتے تھے مصافحہ فرماتے۔ (شعب الإیمان، قصة إبراهیم فی المعانقة فی الثالث والثلاثین من التاریخ، الحدیث ۸۹۵۸، ج۶، ص ۴۷۵) اور جب رُخصت ہوتے معانقہ کرتے (یعنی گلے ملتے)۔

مُعَانَقَہ کرنے کا طریقہ

عرض: معانقہ ایک جانب یا دونوں سے کرے؟

ارشاد: ایک طرف سے بھی ہوجائے گا لیکن عرب شریف میں دونوں طرف سے کرتے ہیں۔

نماز کے بعد مُصافحہ کرنا کیسا؟

عرض: نمازِ جمعہ یا عیدین یا بعد صلاۃ پنجگانہ مصافحہ کرنا کیسا ہے؟

ارشاد: جائز ہے۔[1] نسیم الریاض میں ہے

اَلْاَصَحُّ اَنَّھَا بِدْعَۃٌ مُبَاحَۃٌ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ جائز بدعت ہے۔

(نسیم الریاض، القسم الاول فی تعظیم العلی الاعلی لقدر النبی، ج ۲،ص ۱۳)

اذان میں روضۂ اَنور کی طرف منہ کرنے کا حکم

عرض: اذان میں نامِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) لیتے وقت روضۂ منورہ کی طرف مونہہ کرسکتا ہے؟

ارشاد: خلافِ سنّت ہے۔ سوائے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے اور کسی کلمہ پر کسی طرف منہ نہیں پھیر سکتا یا خطبہ میں عَزَّجَلَالُہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے یہ قلبی محبت نہیں، قلبی محبت وہی ہے کہ شریعت کے دائرے میں رہے اس میں اپنی اِصلاح کی مُداخلت نہ کرے البتہ خطبے میں اگر کلمہ شریف خطیب پڑھے تو رَفعِ سَبابہ کرنے (یعنی شہادت کی انگلی اٹھانے) میں کوئی حرج نہیں۔

گناہ کبیرہ اور صغیرہ میں فرق

عرض: گناہِ کبیرہ وصغیرہ میں کیا فرق ہے؟

ارشاد: گناہِ کبیرہ سات سو ہیں۔ (الجامع لاحکام القران للقرطبی، سورۃ النساء تحت الآیۃ ۳۱، ج۳،ص ۱۱۲) ان کی تفصیل بہت طویل۔ اللّٰہ (عَزَّوَجَلَّ) کی معصیت جس قدر ہے سب کبیرہ ہے۔ اگر صغیرہ وکبیرہ کو علیحدہ شمار کرایا جائے تو لوگ صغائر

[1]: اس مسئلہ کی تفصیل فتاوٰی رضویہ جلد 22 صفحہ 337/414/410/418/563 پر ملاحظہ کیجئے۔۔۔۔ علمیہ

(یعنی صغیرہ گناہوں) کو ہلکا سمجھیں گے، وہ کبیرہ سے بھی بدتر ہو جائے گا۔ جس گناہ کو ہلکا جان کر کرے گا وہی کبیرہ ہے۔ اِن کے امتیاز کے لئے صرف اس قدر کافی ہے کہ فرض کا ترک کبیرہ ہے اور واجب کا صغیرہ۔ جو گناہ بے باکی اور اِصرار سے کیا جائے کبیرہ ہے۔

کونسی عورتیں غیر مَحْرَم کے ہاں جاسکتی ہیں؟

عرض: کون کون عورتیں غیر محرم کے یہاں جاسکتی ہیں؟

ارشاد: مریضہ، غاسِلہ (یعنی عورت کی میت کو غسل دینے والی)، قابِلہ (یعنی دائی) کا غیر محرم کے یہاں جانا جائز ہے۔

(رد المحتار علی الدرالمختار، کتاب النکاح، باب فی السفر بالزوجة، ج٤، ص٢٨٧)

غیر مُسلِم کو مسلمان کرنے کا طریقہ

عرض: لا مذہب کو مسلمان کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

ارشاد: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ مُـحَـمَّـدٌ رَّسُولُ اللّٰـه (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)۔ **اللّٰه** (عَزَّوَجَلَّ) ایک ہے۔ آسمان سے پانی اُتارنے والا ایک **اللّٰه** (عَزَّوَجَلَّ) ہے۔ زمین سے کھیتی اُگانے والا ایک **اللّٰه** (عَزَّوَجَلَّ) ہے۔ جِلانے (یعنی زندہ کرنے) والا ایک **اللّٰه** (عَزَّوَجَلَّ) ہے۔ مارنے والا ایک **اللّٰه** (عَزَّوَجَلَّ) ہے۔ روزی دینے والا ایک **اللّٰه** (عَزَّوَجَلَّ) ہے۔ ایک **اللّٰه** (عَزَّوَجَلَّ) کی پوجا ہے۔ **اللّٰه** (عَزَّوَجَلَّ) کے سوا کسی کی پوجا نہیں۔ لوگ **اللّٰه** (عَزَّوَجَلَّ) کے سوا جن جن کو پوجتے ہیں وہ سب جھوٹے ہیں۔ **اللّٰه** (عَزَّوَجَلَّ) نے اپنے بندوں کو سچا راستہ دکھانے کے لئے اپنے نیک بندے

بھیجے جنہیں نبی اور رسول کہتے ہیں، وہ جو کچھ خدا (عَزَّوَجَلَّ) کے پاس سے لائے وہ سب **حق** ہے۔ مَیں ان نبیوں اور کتابوں پر **ایمان** لایا، ان میں سب سے بڑے اور سب کے سردار **محمد** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، وہ جو کچھ **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے پاس سے لائے سب سچ ہے۔ میرا دین مسلمانوں کا دین ہے، مسلمانوں کا دین سچا ہے۔ مسلمانوں کے دین کے سوا اور دین جتنے ہیں وہ سب جھوٹے ہیں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

وَسْوَسوں کا علاج

عرض : وسوسے کے دفع (یعنی دُور کرنے) کے لئے کیا پڑھے؟

ارشاد : اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ (یعنی: میں **اللہ** ورسول پر ایمان لایا وہی اول وآخر، وہی ظاہر وباطن ہے اور وہی ہر چیز کو جانتا ہے۔) پڑھنے سے وسوسے **رفع** ہوجاتے ہیں بلکہ صرف اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ہی کہنے سے دُور ہوجاتے ہیں۔

رِیا کے لئے نماز وروزہ کا حکم

عرض : اگر ریا کے لئے نماز روزہ رکھا تو فرض ادا ہوگا یا نہیں؟

ارشاد : (مَعَاذَ اللّٰه)۔ فقہی نماز روزہ ہوجائے گا کہ مُفْسِد (یعنی نماز یا روزہ توڑنے والا کوئی کام) نہ پایا گیا، **ثواب** نہ ملے گا، بلکہ عذابِ نار کا مستحق ہوگا۔ روزِ قیامت اُس سے کہا جائے گا: ''او فاجر! او غادِر! او خاسِر! او کافِر! تیرا عمل حَبط (یعنی ضائع) ہوا، اپنا اجر اُس سے مانگ جس کے لئے کرتا تھا۔'' (ملتقطاً، شعب الایمان، کتاب، باب فی اخلاص العمل ......الخ، الحدیث ۶۸۳۱، ج۵، ص۳۳۳) یہی ایک برائی رِیا کی مذمت کو کافی ہے۔

تبارک شریف کا مقصد

عــــرض : ''تبارک'' بعد مرنے ہی کے ہوسکتا ہے یا زندگی میں بھی کرسکتا ہے، اور مقدار سوامَن صحیح ہے یا نہیں؟

ارشاد : ہر سال کریں یا ایک ہی سال تبارک شریف سے مقصود **ایصالِ ثواب** ہے اور شریعت میں اس کی کوئی مقدار **مقرر** نہیں۔ جتنا ہو اور جب ہو پاک مال اور خالص نیت سے **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) کے لئے ہو، مرنے کے بعد ہو یا زندگی میں **ہر سال** کریں کوئی حرج نہیں بلکہ مقرر کرکے **موقوف** کرنا نہ چاہیے۔

سورۂ مُلک کی فضیلت

اِس کے **فوائد** بے شمار ہیں، اس میں سورۂ تبــارک (یعنی سورۂ ملک) شریف پڑھی جاتی ہے۔ اِس سورۂ کریمہ کے برابر عذابِ قبر سے بچانے والی اور راحت پہنچانے والی کوئی چیز نہیں، اگر اس کے پڑھنے والے کے پاس ملائکہ عذاب (یعنی عذاب کے فرشتے) آنا چاہتے ہیں تو ان کو روکتی ہے، وہ دوسری طرف سے آنا چاہتے ہیں تو اُدھر حائل ہوتی ہے اور فرماتی ہے کہ اِس کے پاس **نہ آؤ**! یہ مجھے پڑھتا تھا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: ''ہم اس کے **حکم** سے آئے ہیں جس کا **تُو کلام** ہے۔'' تو فرماتی ہے کہ **ٹھہر جاؤ** جب تک میں واپس نہ آؤں اس کے پاس نہ آنا اور بارگاہِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) میں حاضر ہوکر اپنے پڑھنے والے کی **مَغْفِرت** کے لیے ایسا جھگڑا کرتی ہے کہ مخلوق کو ایسا جھگڑنے کی طاقت نہیں، انتہا یہ کہ اگر مغفرت میں تاخیر ہوتی ہے عرض کرتی ہے: ''وہ مجھے پڑھتا تھا اور تُو نے اُسے نہ بخشا۔ اگر میں تیرا کلام نہیں تو مجھے اپنی کتاب میں

سے چھیل دے۔" اس پر ارشادِ باری (عَزَّوَجَلَّ) ہوتا ہے: "جا ہم نے اسے بخشا۔" وہ فوراً جنت میں جاتی ہے اور وہاں سے ریشمی کپڑے اور آرام تکیے اور پھول اور خوشبوئیں لے کر قبر میں آتی ہے اور فرماتی ہے: "مجھے آنے میں دیر ہوئی تُو گھبرایا تو نہ تھا۔" پھر بچھونے بچھاتی اور تکیہ لگاتی ہے۔ فرشتے بحکم ربُّ العلمین واپس جاتے ہیں۔(ملخصاً، تفسیر القران العظیم، سورة الملك، تحت السورة، ج٨، ص ١٩٥)

خواب میں کسی کو بعدِ وفات بیمار دیکھنا

عرض: حضور ایک شخص نے اپنی لڑکی کے انتقال کے بعد دیکھا کہ وہ علیل (یعنی بیمار) اور برہنہ ہے۔ یہ خواب چند بار دیکھ چکا ہے۔

ارشاد: کلمہ طیبہ ستر ہزار (70,000) مرتبہ معہ درود شریف پڑھ کر بخش دیا جائے اِن شآءَ اللّٰہ پڑھنے والے اور جس کو بخشا ہے، دونوں کے لئے ذریعۂ نجات ہوگا اور پڑھنے والے کو دونا ثواب ہوگا اور اگر دو کو بخشے گا تو تگنا اسی طرح کروڑوں بلکہ جمیع مؤمنین و مؤمنات کو ایصالِ ثواب کر سکتا ہے۔ اسی نسبت سے اس پڑھنے والے کو ثواب ہوگا۔

ایصالِ ثواب کی برکتیں

حضرتِ شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک جگہ دعوت میں تشریف لے گئے، آپ نے دیکھا کہ ایک لڑکا کھانا کھا رہا ہے، کھانا کھاتے ہوئے دفعتاً (یعنی اچانک) رونے لگا۔ وجہ دریافت کرنے پر کہا کہ میری ماں کو جہنم کا حکم ہے اور فرشتے اسے لئے جاتے ہیں (اس شہر میں یہ لڑکا کشف میں مشہور تھا)۔ حضرت شیخ اکبر

محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس یہی **کلمۂ طیبہ** ستر ہزار مرتبہ پڑھا ہوا محفوظ تھا آپ نے اُس کی ماں کو دل میں **ایصالِ ثواب** کر دیا۔فوراً وہ لڑکا ہنسا،آپ نے سبب ہنسنے کا دریافت فرمایا،لڑکے نے جواب دیا کہ حضور میں نے ابھی دیکھا میری ماں کو فرشتے **جنت** کی طرف لئے جا رہے ہیں۔شیخ ارشاد فرماتے ہیں: ''اس حدیث کی تصدیق مجھے اس لڑکے کے کشف سے ہوئی اور اس کے کشف کی تصدیق اس حدیث سے۔'' (ملخصاً، روض الریاحین، الحکایۃ الثامنۃ و الاربعون بعد الثلاث مائۃ، ص۲۸۷)

عذاب رُوح پر ہوتا ہے یا جِسم پر؟

عرض : عذاب فقط رُوح پر ہوتا ہے یا جسم پر بھی؟

ارشاد : روح وجسم دونوں پر، یوں ہی **ثواب** بھی۔

(شرح العقائد النسفیۃ بحث عذاب القبر، ص۹۹)

لنگڑے اور اندھے کی حِکایت

حدیث میں ہے: ایک لُنجھا (یعنی لنگڑا) کسی باغ کے سامنے پڑا تھا اور میوے دیکھ رہا تھا، مگر اس تک جا نہ سکتا تھا۔ اتفاقاً ایک **اندھے** کا اس طرف گزر ہوا کہ باغ میں جا سکتا تھا مگر میوے اسے نظر نہ آتے۔ لُنجھے نے اندھے سے کہا: ''تو مجھے باغ میں لے چل، وہاں جا کر ہم اور تم دونوں میوے کھائیں''۔ اندھا اس کو اپنی گردن پر سوار کر کے باغ میں لے گیا، لُنجھے نے میوے توڑے اور دونوں نے کھائے۔ اس صورت میں کون **مجرم** ہوگا؟ دونوں ہی **مجرم** ہیں۔ اندھا ''جِسْم'' ہے اور لُنجھا ''رُوح''۔

(شرح الصدور، الفائدۃ العاشرۃ، ص۳۲۷)

ہر ایک کے ساتھ کتنی رُوحیں ہوتی ہیں؟

عرض : ہر ایک کے ساتھ کتنی رُوحیں ہیں؟

ارشاد : صرف ایک رُوح ہے اگر مسلمان ہے تو عِلِّیِّین (یعنی جنتِ اعلیٰ) میں اور کافر ہے تو سِجِّین[1] میں۔ جو شخص قبر پر جاتا ہے اس کو بخوبی دیکھتی ہے، اس کی بات سنتی سمجھتی ہے۔ مرنے کے بعد رُوح کا اِدراک بے شمار بڑھ جاتا ہے خواہ مسلمان کی ہو یا کافر کی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں: رُوح کو قُرب وبُعدِ مکانی یکساں ہے (یعنی روح کے لئے کسی چیز کا دُور و نزدیک ہونا برابر ہے)۔ رُوحِ بَصَر (یعنی بینائی کی رُوح) کو دیکھو کنوئیں کے اندر سے ستاروں کو دیکھتی ہے یعنی نگاہ اٹھتی ہے زمین سے فلکِ ثوابت تک پہنچتی ہے جو یہاں سے آٹھ ہزار برس کی راہ پر ہے۔ حدیث میں رُوح زندہ ومردہ کی مثال پرند کی فرمائی کہ جب تک پنجرے میں بند ہے اس کے لائق پَر کھول سکتا ہے جب قفس (یعنی قید) سے نکال دو پھر اس کی اُڑان دیکھو۔

(ملخصاً، کشف الخفاء، حرف الدال المهملة، الحديث ١٣١٦، ج ١، ص ٣٦٣)

قَبْر کھودنے پر مُردے کی ہڈیاں ملیں تو......

عرض : قبر کھودی وہاں مُردے کی ہڈیاں نکلیں تو کیا کیا جائے؟

ارشاد : اگر اور جگہ مل سکتی ہے تو ہرگز اُس میں دَفْن نہ کریں اور اُس قبر کو بدستور دُرست کر دیں ورنہ اُن ہڈیوں کو ایک طرف رکھ کر حائل کا فَصْل دے کر (یعنی درمیان میں کوئی چیز رکھ کر) اُس کو دفن کریں، اور اگر یہ معلوم ہو کہ پہلے یہاں قبر تھی اگرچہ اب یہاں نشان باقی نہ رہا تو اِس صورت میں وہاں قبر کھودنا جائز نہیں، ہاں اگر کوئی اور جگہ نہ مل سکے اور یہ قبر پرانی ہو چکی تو مجبوراً جائز ہے۔

[1] : ساتویں زمین سے نیچے ایک مقام کو کہتے ہیں۔... عِلْمِیه

داڑھی منڈانا اور کَترَوانا گناہِ صغیرہ ہے یا کبیرہ؟

عرض : داڑھی منڈانا اور کَترَوانا گناہِ صغیرہ ہے یا کبیرہ؟

ارشاد : کترَوانا یا منڈوانا ایک دفعہ کا **صغیرہ گناہ** ہے اور عادت سے **کبیرہ** جس سے **فاسقِ مُعلِن** (یعنی علانیہ کبیرہ گناہ کرنے والا) ہو جائے گا، اس کے پیچھے نماز **مکروہِ تحریمی** (یعنی قریب بہ حرام) کہ پڑھنی **گناہ** اور پھیرنی **واجب**، اگر اِعادہ نہ کیا گیا (یعنی دوبارہ نہ پڑھی تو) **گناہ گار** ہوگا۔

فتویٰ نویسی کیسے سیکھیں؟

ایک روز حضرت مولانا شاہ سیِّد احمد اَشرف صاحب کچھوچھوی (علیہ رحمۃ اللہ القوی) تشریف لائے ہوئے تھے۔ رخصت کے وقت اُنہوں نے عرض کیا کہ مولوی سید محمد صاحب اشرفی اپنے بھانجے کو، میں چاہتا ہوں کہ حُضُور کی خدمت میں حاضر کردوں، حضور جو مناسب خیال فرمائیں اُن سے **کام** لیں۔ اِرشاد ہوا: ''ضرور تشریف لائیں یہاں **فتوے** لکھیں اور مدرسے میں **درس** دیں۔ ''ردِّ وہابیہ'' اور ''اِفتا'' یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی **صرف** پڑھنے سے نہیں آتے ان میں بھی طبیبِ حاذِق (یعنی ماہر طبیب) کے مطب میں بیٹھنے کی **ضرورت** ہے۔ میں بھی ایک طبیبِ حاذِق کے مطب میں **سات** برس بیٹھا، مجھے وہ وقت، وہ دن، وہ جگہ، وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے اچھی طرح یاد ہیں۔ میں نے ایک بار ایک نہایت **پیچیدہ حکم** کو بڑی کوشش و جانفشانی (یعنی جان توڑ محنت) سے نکالا اور اس کی تائیدات مع تنقیح (یعنی زائد کلام نکالنے کے بعد) آٹھ ورق میں جمع کیں مگر جب حضرت **والدِ ماجد** قُدِّسَ سِرُّہٗ

کے حضور میں پیش کیا تو انہوں نے ایک **جملہ** ایسا فرمایا کہ اس سے یہ سب ورق رَدّ ہو گئے۔ وہی جملے اب تک دل میں پڑے ہوئے ہیں اور قلب میں اب تک اُن کا اثر باقی ہے۔ خود ستائی (یعنی اپنی تعریف) جائز نہیں مگر وقتِ حاجت، اظہارِ حقیقت **تحدیثِ نعمت** ہے (یعنی ضرورت کے وقت حقیقت کے اظہار کے لئے اپنی تعریف خود کرنے کی اجازت پر عمل ہے)۔

سیِّدُنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بادشاہِ مصر سے فرمایا:

اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ٥ زمین کے خزانے میرے ہاتھ میں دے دے بے شک میں حفظ والا ہوں اور علم والا ہوں۔ (پ ۱۳، یوسف: ۵۵)

بفضل ورحمتِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) پھر بعون وعنایتِ رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یعنی **اللہ** کے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مدد وعنایت سے) اِفتا اور ردِّ وہابیہ کے دونوں کامل فن دونوں نہایت عالی فن انہیں یہاں سے اچھا اِن شآء اللہ تعالٰی ہندوستان میں کہیں نہ پایئے گا، غیر ممالک کی بابت (یعنی بارے میں) نہیں کہتا۔ میں تو ہر شخص کو بطِیبِ خاطر (یعنی بخوشی) سکھانے کو تیار ہوں۔ سید محمد اشرفی صاحب تو میرے شاہزادے ہیں، میرے پاس جو کچھ ہے وہ انہیں کے جدِّ امجد یعنی حضور سیِّدُنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ **کا صدقہ وعطیہ** ہے۔ آپ کے یہاں موجودین میں **تَفَقُّہ** جس کا نام ہے وہ مولوی **امجد علی** صاحب (علیہ رحمۃ اللہ الوھاب) میں زیادہ پایئے گا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اِسْتِفْتا (یعنی سوالات) سنایا کرتے ہیں اور جو میں جواب دیتا ہوں لکھتے ہیں، طبیعت اَخَّاذ (یعنی جلدی سمجھنے والی) ہے، طرز سے واقفیت ہو چلی ہے۔ اسی طرح **علمِ توقیت** بھی ایک ایسا

فن ہے کہ اس کے جاننے والے بھی معدوم (یعنی نایاب) ہیں۔ حالانکہ ائمۂ دین نے اسے **فرضِ کفایہ** بتایا ہے۔(تفسیر روح المعانی، سورۃ الانعام تحت الآیۃ ۹۷، ج۷، ص۳۰۶) علمائے موجودین میں تو کوئی اتنا بھی نہیں جانتا کہ فلاں دن آفتاب کب طلوع ہوگا اور کب غروب۔ بہت سی عمر گزر گئی تھوڑی باقی ہے، جن صاحب کو جو کچھ لینا ہو وہ حاصل کرلیں......

سَلُوْنِی قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ مجھے گم کرنے سے پہلے یعنی میری موت سے پہلے مجھ سے پوچھ لو۔ت

حضرت مولیٰ علی کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کا ارشاد ہے۔(المستدرك على الصحيحين، كتاب التفسير، باب تفسير اية ......الخ، الحديث ۳۳۹۴، ج۳، ص۹۵)

اور شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا قول بالکل صحیح ہے

"قدرِ نعمت پس از زوال بود"

(نعمت کی قدر اس کے زائل ہونے کے بعد معلوم ہوتی ہے۔ت)

خالی پیالہ

پھر لینے والے کو چاہیئے کہ جب کسی چیز کے حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو اگر چہ کمالات سے بھرا ہوا ہو، اپنے تمام **کمالات** کو دروازہ ہی پر چھوڑ دے اور یہ جانے کہ میں کچھ جانتا ہی نہیں۔ **"خالی ہو کر آئے گا تو کچھ پائے گا"** اور جو اپنے آپ کو بھرا سمجھے گا تو ؏

"انائے که پر شدد گر چو ن پرد"

''بھرے برتن میں اور کوئی چیز نہیں ڈالی جاسکتی۔''

خدمتِ علم سے محروم ہو گئے

اور آجکل تو حاصل کرنے والے ایسے ہیں کہ جب میں حسن میاں مرحوم کے مکان میں رہتا تھا۔ اس میں ایک زینہ (یعنی سیڑھی) ہے جو باہر سے چھت پر گیا ہے۔ اس زمانے میں ایک مُدرِّس (یعنی استاذ) صاحب کے ہدایہ اٰخرین سپرد ہوا یہ کوئی آسان کتاب نہیں، جب انہوں نے کام چلتا نہ دیکھا تو مجھ سے **پڑھنا** چاہا مگر **شرط** یہ کی کہ اس باہر کے زینے سے چھت پر مجھے بلا لیا کیجئے اور وہاں **تنہائی** میں پڑھا دیا کیجئے (تا کہ) کسی کو معلوم نہ ہو۔ میں نے کہا: ''مولانا! ھدایہ اٰخرین کا سبق کوئی **سرقہ** (یعنی چوری) نہیں جو لوگوں سے چُھپ کر ہو، مجھ سے یہ نہ ہوگا۔'' **ایک صاحب** یہیں کے فتویٰ نویسی کرتے تھے، وہ اس طرح لکھتے تھے کہ باہر سے جواب لکھ کر بھیج دیا، میں نے اِصلاح دے کر بھیج دیا۔ ایک روز اُن سے کہا گیا: ''مولانا یُوں جواب تو ٹھیک ہو جائے گا مگر آپ کو یہ نہ **معلوم** ہوگا کہ آپ کی لکھی ہوئی عبارت کیوں کاٹی گئی اور دوسری عبارتیں کس مصلحت سے بڑھائی گئیں، مناسب یہ ہے کہ آپ بعد نمازِ عصر اپنے لکھے ہوئے فتوؤں پر **اِصلاح** لے لیا کریں۔'' انہوں نے کہا کہ ''اس وقت آپ کے پاس بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں اس مجمع میں آپ فرمائیں گے کہ تم نے یہ **غَلَط** لکھا وہ غلط لکھا اور مجھے اِس میں **ندامت** ہوگی۔'' اس بندۂ خدا کے نام افریقہ اور امریکہ تک سے استفتا آتے (یعنی فتوے پوچھے جاتے) تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں سے اُن کے نام سے جواب جاتا تو لوگ اِنہیں کے نام اِستفتا بھیجتے۔ اُس زمانے میں مکہ معظمہ کے ایک عالِمِ جلیل حضرت مولانا سید اسمٰعیل حافظِ کتبِ حرم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فقیر کے یہاں تشریف

لائے ہوئے تھے۔ مکہ معظمہ سے صرف ملاقاتِ فقیر کے لئے کرم فرمایا تھا، اُن کے سامنے اِسکا تذکرہ ہوا فرمایا: ''ایسا شخص برکتِ علم سے محروم رہتا ہے۔'' یہی ہوا کہ وہ صاحب چھوڑ کر بیٹھ رہے۔ اب بی۔اے (B.A) پاس کرنے کی فکر میں ہیں۔

شاگرد کی عاجزی

حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں جب میں بغرض **تحصیلِ علم** (یعنی علمِ دین سیکھنے کے لئے) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درِ دولت پر جاتا اور وہ باہر تشریف نہ رکھتے ہوتے تو براہِ ادب ان کو آواز نہ دیتا، ان کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ رہتا۔ ہَوا خاک اور ریتا اُڑا کر مجھ پر ڈالتی، پھر جب حضرت زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا شانۂ اقدس سے تشریف لاتے فرماتے: ''ابنِ عمِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یعنی اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے چچا کے بیٹے) آپ نے مجھے **اِطلاع** کیوں نہ کرادی؟'' میں عرض کرتا مجھے لائق نہ تھا کہ میں آپ کو اطلاع کراتا۔''

(ملخصاً، الاصابة في تمييز الصحابة، حرف العين المهملة، ج٤، ص ١٢٥)

یہ وہ ادب ہے جس کی تعلیم قرآنِ عظیم نے فرمائی:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُنَادُوۡنَکَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَکۡثَرُہُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ۝ وَلَوۡ اَنَّہُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰی تَخۡرُجَ اِلَیۡہِمۡ لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ (پ٢٦، الحجرات: ٤،٥)	وہ جو حجروں کے باہر سے تمہیں آواز دیتے ہیں، ان میں بہت کو عقل نہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم باہر تشریف لاؤ تو ان کے لئے بہتر تھا اور **اللہ** (عزوجل) بخشنے والا مہربان ہے۔

اہلِ بیت کا ادب

ایک مرتبہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سوار ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے رِکاب[1] تھامی۔ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ''یہ کیا ہے؟ اے ابنِ عمِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم!'' اِنہوں نے کہا: ''ہمیں یہی تعلیم دی گئی ہے کہ علما کے ساتھ اَدَب کریں۔'' اِس پر حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے سے اُترے اور حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور فرمایا: ''ہمیں یہی حکم ہے کہ اہلِ بیتِ اطہار کے ساتھ ایسا ہی کریں۔''

(ملخصاً، المعجم الکبیر للطبرانی، زید بن ثابت الانصاری، حدیث ٤٧٤٦، ج٥، ص١٠٦)

اُستاذ کے قدم دُھلانے والا شاگرد

ہارون رشید جیسے جبّار (یعنی جلالی) بادشاہ نے مامون رشید کی تعلیم کے لئے حضرت امام کِسائی سے (جو امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خالہ زاد بھائی اور اَجِلّہ علمائے قُرّاءِ سَبْعَہ میں سے ہیں (یعنی اکابر علما کی روایت کردہ قرآنِ پاک کی سات مشہور متواتر قراءتوں میں سے ایک کے راوی ہیں)) عرض کیا۔ فرمایا: ''میں یہاں پڑھانے نہ آؤں گا، شہزادہ میرے ہی مکان پر آجایا کرے۔'' ہارون رشید نے عرض کی: ''وہ وہیں حاضر ہوجایا کرے گا مگر اُس کا سبق پہلے ہو۔'' فرمایا: ''یہ بھی نہ ہوگا بلکہ جو پہلے آئے گا اس کا سبق پہلے ہوگا۔'' غرض مامون رشید نے پڑھنا شروع کیا۔ اتفاقاً ایک روز ہارون رشید کا گزر ہوا، دیکھا کہ امام کسائی اپنے پاؤں دھو رہے ہیں اور مامون رشید پانی ڈالتا ہے۔ بادشاہ غضب ناک ہوکر اُترا اور مامون رشید کے کوڑا مارا، اور کہا: ''اَو بے ادب! خدا نے دو ہاتھ کس لئے دیئے ہیں ایک ہاتھ سے پانی ڈال اور دوسرے ہاتھ سے ان کا پاؤں دھو۔''

[1] وہ آہنی حلقہ جو گھوڑے کی زین میں دونوں طرف لٹکتا رہتا ہے اور سوار اس پر پاؤں رکھ کر گھوڑے پر چڑھتا ہے۔۔۔۔ عِلْمِیہ

عِلْم کی عزّت

ایک مرتبہ ہارون رشید نے ابو معاویہ عزیز کی دعوت کی وہ آنکھوں سے **معذور** تھے۔ جب آفتابہ (یعنی ڈھکنے دار دستہ لگا ہوا لوٹا) اور چِلَمچی (یعنی ہاتھ منہ دھونے کا برتن) ہاتھ دھونے کے لئے لائی گئی تو چلمچی خدمت گار کو دی اور آفتابہ خود لے کر ان کے **ہاتھ** دُھلائے اور کہا: ''آپ نے جانا کون آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے؟'' کہا: ''نہیں۔'' کہا: ہارون۔ (اُنہوں نے) کہا جیسی آپ نے **علم** کی عزت کی ایسی **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) آپ کی عزت کرے۔ ہارون رشید نے کہا اِسی دُعا کے حاصل کرنے کے لئے یہ کیا تھا۔ (تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ ھارون، ج ۱٤، ص ۹)

عُلَمائے کرام کا اِحْتِرام

ہارون رشید کے دربار میں جب کوئی **عالِم** تشریف لاتے، بادشاہ اُن کی **تعظیم** کے لئے سرو قد (یعنی سَرو کے درخت کی طرح بالکل سیدھا) کھڑا ہوتا۔ ایک بار درباریوں نے عرض کیا: ''یا امیر المؤمنین رعب **سلطنت** جاتا ہے۔'' جواب دیا: ''اگر علمائے دین کی **تعظیم** سے رُعب سلطنت جاتا ہے تو جانے ہی کے قابل ہے۔'' یہی وجہ تھی کہ اُن کا رعب روئے زمین کے بادشاہوں پر بدرجۂ اتم (یعنی بہت زیادہ) تھا۔ سلاطینِ نصاریٰ (یعنی عیسائی بادشاہ) ان کا نام لیتے تھرّاتے تھے۔

عیسائیہ کا بیٹا

تختِ قسطنطنیہ پر ایک عیسائیہ عورت حکمران تھی اور وہ ہر سال خراج [1] ادا کرتی۔ جب وہ مرگئی تو اس کا بیٹا تخت پر بیٹھا اور خراج نہ حاضر کیا۔ اِدھر سے خراج کا مطالبہ ہوا تو اُس نے حضرت ہارون رشید کی خدمت میں ایک ایلچی (یعنی قاصد) کے ہاتھ اس مضمون کی تحریر بھیجی کہ:

''وہ مرگئی جو خود پیادہ [2] بنی تھی اور آپ کو رُخ [3] بنایا تھا'' (یعنی میری ماں جس نے آپ کی بالادستی قبول کی تھی وہ مرچکی ہے، اب میرے ساتھ آپ کا کوئی معاملہ نہیں ہے)

یہ تحریر لے کر ایلچی جب حاضرِ دربار ہوا، وزیر کو حکم ہوا سناؤ! وزیر نے اُسے دیکھ کر عرض کی: ''حضور مجھ میں تاب نہیں جو اسے سنا سکوں۔'' فرمایا: ''لا مجھے دے۔'' اور اس تحریر کو پڑھا۔ بادشاہ کو دیکھتے ہی ایسا جلال آیا جسے دیکھ کر تمام دربار بھاگ گیا۔ صرف وزیر اور وہ ایلچی رہ گئے۔ وزیر کو حکم ہوا کہ جواب لکھ! اُس نے اِرادہ لکھنے کا کیا مگر رُعبِ شاہی اِس قدر غالب تھا کہ ہاتھ تھرتھرانے لگا اور قلم نہ چلا۔ پھر فرمایا: ''لا مجھے دے۔'' اور یوں لکھا:

''یہ خط ہے خدا کے بندے امیر المؤمنین ہارون رشید کی طرف سے روم کے کتے فلاں کو کہ اوکافرہ کے جنے! جواب وہ نہیں جو تُو سنے جواب وہ ہے جو تو دیکھے گا۔''

---

[1]: خراج دو قسم پر ہے (۱) خراج مقاسمہ کہ پیداوار کا کوئی حصہ آدھا یا تہائی یا چوتھائی وغیرہا مقرر ہو جیسے حضورِ اقدس ﷺ نے یہودِ خیبر پر مقرر فرمایا تھا اور (۲) خراج مُوَظّف کہ ایک مقدار معیّن لازم کردی جائے خواہ روپے سالانہ دو روپیہ بیگھہ یا کچھ اور جیسے فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر فرمایا تھا۔ (بہارِ شریعت، حصہ ۵، ص ۴۹)... عِلْمِیہ [2]: شطرنج کا ایک مہرہ۔... عِلْمِیہ [3]: یہ بھی شطرنج کے ایک مہرے کو کہا جاتا ہے۔... عِلْمِیہ

یہ فرمان ایلچی کو دیا اور فوراً لشکر کو تیاری کا حکم دیا۔ ایلچی کے ساتھ لشکر لے کر پہنچے اور جاتے ہی قسطنطنیہ کو فتح کر کے اس بادشاہ عیسائی کو گرفتار کرلیا۔ اس نے بہت گریہ وزاری کی، ہاتھ پاؤں جوڑے، خراج دینے کا وعدہ کیا، چھوڑ دیا اور تاج بخشی کر کے واپس آئے۔ ابھی ایک منزل آئے تھے کہ خبر پائی: اس نے پھر سرتابی کی۔ فوراً واپس گئے اور پھر فتح کیا اور پھر اُسے گرفتار کیا۔ (ملخصاً الکامل فی التاریخ، سنة ۱۸۷، ذکر غزو الروم، ج۵، ص۳۳۳) پھر اس نے ہاتھ جوڑے اور خوشامد کی پھر چھوڑ دیا۔ ایسے جبّار بادشاہ کی علما کے ساتھ یہ طرزِ تعظیم تھی۔ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم

سجدے میں قُربِ الٰہی

عرض: بندوں کو قُربِ اِلَی اللّٰہ کا مرتبہ علاوہ نماز بھی ہوتا ہے؟

ارشاد: ہاں ہر سجدے میں ربّ (عَزَّوَجَلَّ) کے قریب ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب مایقال فی الرکوع ... الخ، الحدیث ۴۸۲، ص ۲۵۰) اور سجدے چار قسم (کے) ہیں: (۱) سجدۂ نماز (۲) سجدۂ تلاوت (۳) سجدۂ سہو (۴) سجدۂ شکر۔

سجدۂ شُکر مَسنُون ہے یا مُستَحَب

عرض: سجدۂ شکر مسنون ہے یا مستحب؟

ارشاد: سُنّتِ مستحبہ ہے۔ (ردالمحتار علی درمختار، کتاب الصلاۃ، ج۲، ص۷۲۰) جس وقت ابوجہل لعین کا سر کٹ کر سرکار میں آیا تو سجدۂ شکر فرمایا۔

گستاخِ رسول کا اَنجام

عرض: اس لعین سے بھی قلبِ اقدس (صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلم) کو بہت تکلیف پہنچی؟

ارشاد : یہ ان بارہ لعینوں سے تھا جو سب کے سب تباہ و برباد ہو گئے۔ کسی کے سر پر بجلی گری، کسی پر پتھر برسے غرض طرح طرح کے عذابِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) ان خبثاء (یعنی خبیثوں) پر نازل ہوئے۔ ایک مرتبہ عاص سفر کو گیا۔ تکان (یعنی تھکن) کے باعث ایک درخت سے تکیہ لگا کر بیٹھ گیا۔ جبریلِ امین (علیہ السلام) بحکمِ ربُّ العالمین (عَزَّوَجَلَّ) تشریف لائے اور اس کا سر پکڑ کر درخت سے **ٹکرانا** شروع کیا۔ وہ چلاتا تھا کہ "ارے کون میرے سر کو درخت سے ٹکرا رہا ہے؟" اُس کے ساتھی کہتے تھے کہ "ہمیں کوئی نظر نہیں آتا۔" یہاں تک کہ جہنم واصل ہوا (یعنی مر کر جہنم پہنچا)۔

قیامت کے دن اس جہنمی کی سب سے **جدا حالت** ہوگی: یہ اپنے آپ کو مَعَاذَ الله عزیز و کریم کہا کرتا یعنی عزت والا و کرم والا۔ داروغۂ دوزخ (یعنی دوزخ کے نگران فرشتے) کو حکم ہوگا کہ اس کے سر پر **گُرز**[1] مارو جس کے لگتے ہی ایک بڑا خلا سر میں ہو جائے گا اور جس کی وُسعت اتنی نہ ہوگی جتنی تم خیال کرتے ہو بلکہ جس کی ایک **داڑھ** کوہِ اُحُد (یعنی اُحُد پہاڑ) کے برابر ہوگی اس کے سر پھٹنے سے جو خلا ہوگا وہ کس قدر **وسیع** ہوگا! غرض اس خلا میں جہنم کا کھولتا ہوا پانی بھرا جائے گا اور اس سے کہا جائیگا

ذُقۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡکَرِیۡمُ چکھ تُو تو عزت و کرم والا ہے۔

(پ ۲۵، الدخان: ۴۹)

اور کافر کو یہی پانی پلایا جائے گا کہ جب منہ کے قریب آئے گا منہ اس میں **گل** کر گر پڑے گا اور جب پیٹ میں اُترے گا، آنتوں کے **ٹکڑے** کر دے گا، اور اس پانی کو ایسا

---

[1] : ایک ہتھیار جو اوپر سے گول موٹا اور نیچے سے پتلا ہوتا ہے۔۔۔ عِلْمِیہ

پئیں گے جیسے تُونس (یعنی نہ بجھنے والی پیاس) کے مارے اُونٹ۔ بھوک سے بیتاب ہوں گے تو خاردار تُھوہڑ[1] کھولتا ہوا، چرخ دیئے (یعنی پگھلے) ہوئے تانبے کی طرح اُبلتا ہوا کھلائیں گے جو پیٹ میں جاکر کھولتے ہوئے پانی کی طرح جوش مارے گا اور بھوک کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ انواع انواع (یعنی طرح طرح) کے عذاب ہوں گے۔ ہر طرف سے موت آئے گی اور مریں گے کبھی نہیں، نہ کبھی ان کے عذاب میں تخفیف (یعنی کمی) ہوگی۔ یہی حال تمام رافضیوں، وہابیوں اور قادیانیوں، نیچریوں تمام مرتدین کا ہے۔ جس نے کسی دوسرے کے بہکانے سے کفر کیا ہوگا وہ بارگاہِ ربُّ العزت (عَزَّوَجَلَّ) میں عرض کرے گا: ''اس نے مجھے بہکایا، اس پر دُونا عذاب کر۔'' ربُّ العزت (عَزَّوَجَلَّ) فرمائے گا: سب پر دونا ہے مگر تم جانتے نہیں اور ناریوں (یعنی دوزخیوں) کے جسم ایسے ایسے بڑے بڑے ہوں گے جنکی ایک ایک داڑھ مثل کوہِ اُحُد کے۔

مَسْجِد میں کپڑے سِینا کیسا؟

عرض: مسجد میں کپڑا سینا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد: اگر اُجرت پر سیتا ہے تو ناجائز ورنہ کوئی حرج نہیں۔

(الفتاوی الهندية، الفصل الثاني فيما يكره للصلاة وما لا يكره، ج١، ص١١٠)

سنّت کے مطابق کھانا کھانے کا طریقہ

عرض: کھانا کھانے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

ارشاد: داہنا پاؤں کھڑا ہوا اور بایاں بچھا اور روٹی بائیں ہاتھ میں لے کر داہنے سے

[1] ایک خاردار زہریلا پودا جس کے پتے سبز اور پھول رنگ برنگے ہوتے ہیں..... عِلمیہ

توڑنا چاہیئے۔ ایک ہاتھ سے توڑ کر کھانا اور دوسرا ہاتھ نہ لگانا عادتِ مُتَکَبِّرِیْن (یعنی تکبر کرنے والوں کی عادت) ہے۔

فَاتِحہ کا ثواب

عرض : فاتحہ میں اَلْحَمْد شریف پڑھنے کو وہابیہ منع کرتے ہیں۔ آیا کچھ زیادہ ثواب ہے؟

ارشاد : جو کچھ تیس پاروں میں ہے وہ صرف اَلْحَمْد شریف میں ہے۔ اس کی بابت حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ ربّ عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے:

اِنِّیْ قَسَمْتُ الصَّلٰوۃَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ نِصْفَیْنِ — میں نے سورۂ فاتحہ کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نصف نصف تقسیم فرمایا۔

نصف اول میرے لئے اور نصف آخر میرے بندے کے لئے ہے۔

(ملخصاً، مؤطا امام مالک، کتاب الصلاۃ، باب القراۃ خلف الامام ... الخ، ج ۱، ص ۹۵)

جب بندہ پہلے تین آیتوں کو پڑھتا ہے تو ارشاد فرماتا ہے، کہ میرے بندے نے میری تَمْجِیْد (یعنی بزرگی بیان) کی، اور جب بیچ کی آیت ''اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ'' پڑھتا ہے۔ ارشاد فرماتا ہے: یہ آدھی میرے لئے اور آدھی میرے بندے کے لئے، جب اخیر کی تین آیات پڑھتا ہے، ارشاد فرماتا ہے:

ھٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ — یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندے کے لئے ہے وہ جو اس نے مانگا۔

(ملخصاً، مؤطا امام مالک، کتاب الصلاۃ، باب القراۃ خلف الامام الخ، ج ۱، ص ۹۵)

یہ اس لئے ارشاد ہوا کہ پہلی تین آیتوں میں ''مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْن'' تک مولیٰ عزوجل کی خالص **حمد وثنا** ہے اور پچھلی میں ''اِھْدِنَا'' سے آخر سورۃ تک اپنے لئے دعا ہے اور بیچ کی آیت میں **ذکرِ عبادت واستعانت** (یعنی عبادت [illegible]) ہے۔ عبادت مولیٰ تعالیٰ کے لئے ہے اور استعانت (یعنی مدد طلب کرنا) بندے کا نفع۔ وہابیہ کی بدعقلی کو کیا کہئے کہ ایسی متبرک سورۃ کے پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔

قرآن پاک کو 30 پاروں میں کس نے تقسیم کیا؟

عرض : حضور زمانۂ صحابہ (علیہم الرضوان) میں بھی قرآن عظیم کے پارے ہوگئے تھے؟

ارشاد : امام جلال الدین سیوطی نے کتاب "اَلْاِتْقَان" میں جس قدر احادیث وروایات واَقوال قرآنِ عظیم کے ایسے اُمور کے متعلق ہیں جمع فرمادیے ہیں۔ اس میں پاروں کا کہیں **ذکر نہیں** جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کے وقت تک یہ تقسیم نہ تھی۔ ہاں **رُکوع** جاری ہوئے آٹھ سو برس ہوئے۔ مشائخ کرام نے اَلْحَمْد شریف کے بعد پانچ سو چالیس (540) رکھے کہ تراویح کی ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھے تو ستائیسویں شب میں کہ شبِ قدر ہے ختم ہو۔

اَحزاب و اَعشار کا آغاز کب ہوا؟

عرض : یہ اَحزاب وغیرہ کیسے شروع ہوئے؟

ارشاد : احزاب واعشار زمانۂ مبارک سے ہیں۔ **اعشار** دس دس آیتوں کے مجموعہ کا نام تھا یعنی صحابۂ کرام (علیہم الرضوان) ایک عشر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پڑھتے اور اس کے متعلق عُلُوم ومعارف جو اِن کے لائق ہوتے ان سب کو حاصل

کرنے کے بعد دوسرا عشر شروع کرتے۔

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آٹھ برس میں سورۂ بقر شریف ختم فرمائی اور بعدِ اختتام ایک اونٹ قربانی فرمایا۔ سیدنا عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے سورۂ بقر شریف بارہ برس میں پڑھی۔

(شعب الایمان، الحدیث ۱۹۵۶/۱۹۵۷، ج۲، ص ۳۳۱..... وفیه قلب عدد)

گانے والوں پر لعنت

عرض : کیا یہ روایت صحیح ہے کہ حضرت محبوبِ الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبر شریف میں ننگے سر کھڑے ہوئے گانے والوں پر لعنت فرما رہے تھے؟

ارشاد : یہ واقعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے کہ آپ کے مزار شریف پر مجلسِ سماع میں قوالی ہو رہی تھی۔ آج کل تو لوگوں نے بہت اِختراع کر لئے ہیں (یعنی نئی باتیں نکال لیں ہیں)، ناچ وغیرہ بھی کراتے ہیں حالانکہ اس وقت بارگاہوں میں مزامیر (یعنی آلاتِ موسیقی) بھی نہ تھے۔ حضرت سید ابراھیم ایرجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو ہمارے پیران سلسلہ میں سے ہیں باہر مجلسِ سماع کے تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب صالحین سے آپ کے پاس آئے اور گزارش کی مجلس میں تشریف لے چلئے۔ حضرت سید ابراھیم ایرجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''تم جاننے والے ہو، مواجۂ اقدس میں حاضر ہو، اگر حضرت راضی ہوں میں ابھی چلتا ہوں۔'' انہوں نے مزارِ اقدس پر مراقبہ کیا، دیکھا کہ حضور قبر شریف میں پریشان خاطر ہیں اور ان قوالوں کی

طرف اشارہ کرکے فرماتے ہیں۔

"این بد بختاں وقتِ مارا پریشان کردہ اند"

(یعنی ان بدبختوں نے میرے اوقات پریشان کررکھے ہیں۔ت)

وہ واپس آئے اور قبل اس کے کہ عرض کریں، فرمایا: ''آپ نے دیکھا۔''

کاکی کے معنٰی

عرض: حضور کاکی کے کیا معنی ہیں اور اس کی وجہِ تسمیہ (یعنی اس نام کی وجہ) کیا ہے؟

ارشاد: حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں چند مسافر حاضر ہوئے، حضور کے یہاں اس وقت کچھ سامانِ خورد ونوش (یعنی کھانے پینے کا سامان) موجود نہ تھا غیب سے **کاک** (روٹیاں) آئیں جو سب کو کافی ووافی ہوگئیں جب سے آپ **کاکی** مشہور ہوگئے۔

جلی ہوئی روٹی اور کیڑے والا چھوہارا

(اسی تذکرے میں فرمایا) کہ ایک مرتبہ مولانا فضل رسول صاحب جو میرے پیرو مُرشد (یعنی شاہ آلِ رسول احمدی مارہروی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت مولانا نُور صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے (جو مولانا بحرالعلوم ملکُ العُلَماء کے شاگرد تھے) پڑھتے تھے۔ دہلی میں تھے، جلسۂ وہابیہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں حاضرین پر **کاک** اور چھوہارے برسا کرتے تھے۔ چنانچہ حسبِ دستور آپ کے سامنے بھی بَوچھاڑ ہوئی ایک کاک اور ایک چھوہارا آپ کو بھی ملا۔ آپ نے چھوہارا توڑا تو اُس میں سے کیڑا

نکلا اور کاک کا کنارا اجلا ہوا۔ یہ دیکھ کر تبسم کیا اور باٰوازِ بلند کہا: ''صاحبو آج تک تو سنا کرتے تھے کہ فرشتے بھولتے نہیں یہ کیسا بھول گئے کہ روٹی بھی جلادی اور سنتے تھے کہ جنت کا میوہ سڑتا گلتا نہیں، تعجب ہے کہ چھوہاروں میں کیڑے پڑ گئے۔'' اس پر بہت شوروغل ہوا۔ آپ کو غصہ آیا، پردہ کو ہٹا دیا جس کے پیچھے سے یہ بارش ہو رہی تھی دیکھا تو اسماعیل دہلوی کا ایک غلام جس کا نام عبداللطیف تھا ایک جھولی میں کاک اور ایک میں چھوہارے لئے بیٹھا ہے۔ پردہ ہٹتے ہی پردہ فاش ہوگیا۔

اِس کے بعد حضرت مولانا فضل رسول صاحب دہلی سے لکھنو حضرت مولانا نور رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اندر سے خبر آئی کہ آنے کی ممانعت ہے۔ آپ چوکھٹ پر بیٹھ گئے اور رونے لگے اور عرض کی کہ ''میری کیا خطا ہے معلوم ہو کہ وہ قابلِ معافی بھی ہے یا نہیں؟'' جب بہت دیر گزر گئی تو مولانا نور صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باہر تشریف لائے اور فرمایا: ''تمہیں میں نے اسی لئے پڑھایا تھا کہ وہابیوں کے جلسوں میں جاؤ۔'' آپ نے عرض کی کہ اتنا تو معلوم ہوگیا کہ ''میری خطا قابلِ معافی ہے۔'' اور پھر آپ نے سارا واقعہ اسماعیل دہلوی کے مکروفریب کا عرض کیا اور کہا میں اس کا صرف پردہ فاش کرنے کو گیا تھا کہ نہ معلوم کتنے بندگانِ خدا (عَزَّوَجَلَّ) اس کی اس عیاری سے گمراہ ہو رہے تھے۔ آپ سن کر خوش ہوئے اور راضی ہوگئے۔

خوفزدہ بادشاہ

یہی مولانا نور صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک روز راستے میں تشریف لئے جا رہے تھے، سامنے سے علی بخش وزیرِ بادشاہِ اودھ، جو اُس کی ناک کا بال ہو رہا تھا، ہاتھی پر چلا آ رہا تھا۔ اُس نے حضرت کو دیکھ کر اِتنا ادب کیا کہ ہاتھی کو بٹھا دیا اور اُتر کر

قریب حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔ آپ نے اُس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور سلام نہ لیا کہ وہ رافضی تھا اور داڑھی مُنڈھی ہوئی تھی۔ سمجھا کہ شاید مجھے دیکھا نہیں۔ دوسری طرف جا کر سلام عرض کیا۔ آپ نے اُدھر سے منہ پھیر لیا اور سلام قبول نہ فرمایا۔ تیسری دفعہ پھر سلام کیا، آپ نے جواب نہ دیا۔ اُس خبیث کو غصہ آیا اور ہاتھی پر چڑھ کر یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ فرنگی محل کے مردوں کی داڑھی اور عورتوں کا سر نہ منڈوایا تو علی بخش نام نہیں۔ آپ جب مکان میں تشریف لئے گئے تو ایک طالب علم نے علی بخش کا وہ فقرہ عرض کیا۔ آپ فوراً باہر تشریف لائے آستانے پر اس وقت میرے پیر و مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مولانا فضل رسول صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حاضر تھے۔ عرض کیا: حضور کہاں کا قصد (یعنی ارادہ) فرماتے ہیں؟ فرمایا: ''بچونورا کی حماقتے تو ہے (آپ کی زبان پوربی تھی) رافضی آیا تھا، سلام کیا تھا، جواب دے دیا ہوتا۔ اب کسی کی داڑھی مونڑے (یعنی مونڈھے) ہے کسی کا مونڑ مونڑے ہے۔ نورا کی حماقتے تو ہے۔'' اور آپ سیدھے بادشاہ کے محل کو تشریف لے چلے کہ اس سے پیشتر (یعنی پہلے) کبھی نہ گئے تھے، پیچھے پیچھے یہ دونوں حضرات بھی ہو لئے۔ اُس دن نَوروز[1] کا دن تھا۔ اُس کے محل میں جشن ہو رہا تھا۔ شراب و کباب اور گانے بجانے کے سامان موجود تھے۔ جب دربان نے آپ کو تشریف لاتے دیکھا، گھبرا کر دوڑتا ہوا گیا، اور بادشاہ کو خبر دی۔ بادشاہ سن کر گھبرا گیا اور حکم دیا کہ فوراً تمام مَنْہِیاتِ شرع (یعنی شرعاً ممنوع چیزیں مثلاً ساز و آلات اور شراب وغیرہ) اُٹھا دیئے جائیں اور خود دروازے تک اِستقبال کر کے حضرت کو اندر

---

[1] : نوروز کا معنیٰ ''نیا دن'' ہے، نو بمعنی نیا، اور روز بمعنی یوم، اور اس سے مراد وہ دن ہے جس میں سورج برجِ حمل میں پہنچ جاتا ہے۔ (ردالمحتار، کتاب الصوم، باب سبب صوم رمضان، ج ۷) اُس دن مجوسی جشن مناتے ہیں۔۔۔۔ عِلْمِیہ

لے گیا اور باعزازِ تمام بٹھایا۔ علی بخش کھڑا ہوا یہ واقعہ دیکھ رہا ہے، ''کاٹو تو بدن میں خون نہیں۔'' سمجھ رہا ہے کہ اب یہ شکایت فرمائیں گے اور خدا جانے بادشاہ کیا کچھ کرے گا، مگر یہ ''وسیع ظرف'' اِس ''ہلکے قیاس'' سے وَرا ہیں ۔ یہ شکایت فرمانے تشریف نہ لے گئے بلکہ اُسے اپنی عظمت دکھانے کو کہ وہ ایذا رسانی کے خیال سے باز رہے۔ بادشاہ نے عرض کی: ''حضرت نے کیسی تکلیف فرمائی۔'' اِرشاد فرمایا: ''تیری زمین میں رہت (یعنی رہتے) ہیں ہم نے کہا ہو آئیں۔'' بادشاہ نے وہ شیرینی جو نُو روز کے لئے آئی تھی پیش کی۔ فرمایا: ''ہمارے دو بچے بھی باہر ہیں۔'' چنانچہ ان حضرات کو بھی بلا لیا گیا۔ تھوڑی دیر تشریف رکھ کر واپس تشریف لائے۔

یہ دونوں حکایتیں مجھ سے حضرت مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھنؤ میں بیان فرمائیں جب میں اور وہ ۱۳۰۹ھ میں کچھ کتابیں دیکھنے لکھنؤ گئے تھے۔

عِلمِ جَفَر

مؤلف: ایک روز نواب وزیر احمد خاں صاحب ایک کتاب جس میں انہوں نے ''تعریفاتِ اشیاء'' لکھی تھیں۔ اعلیٰ حضرت مدظلہ کو بغرضِ اِصلاح بعدِ ظہر سنا رہے تھے۔ علم جَفَر [1] کی تعریف سناتے وقت حضور نے اِرشاد فرمایا: آپ نے علمِ زایرچہ کی

---

[1]: اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت لکھتے ہیں: جفر بیشک نہایت نفیس جائز فن ہے حضرات اہلبیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا علم ہے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے خواص پر اس کا اظہار فرمایا اور سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے معرض کتابت میں لائے مستطاب جفر جامع تصنیف فرمائی۔ علامہ سید شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مواقف میں فرماتے ہیں امام جعفر صادق نے جامع میں مَا كَانَ وَمَا يَكُوْن تحریر فرما دیا۔ (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳، ص ۶۹۷)..... عِلمیہ

تعریف نہ لکھی ۔ یہ علمِ جفر ہی کا ایک شعبہ ہے، اس میں جواب منظوم عربی زبان ''بحرِ طویل'' [1] اور حرف ل کی روی سے آتا ہے اور جب تک جواب پورا نہیں ہوتا مقطع [2] نہیں آتا جس کو صاحبِ علم کی اجازت نہیں ہوتی نہیں آتا، میں نے **اجازت** حاصل کرنا چاہی ۔ اس میں کچھ پڑھا جاتا ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواب میں تشریف لاتے ہیں ۔ اگر اجازت عطا ہوئی حکم مل گیا ورنہ نہیں ۔ میں نے تین روز پڑھا، تیسرے روز خواب میں دیکھا کہ ایک وسیع میدان ہے اور اس میں ایک بڑا پختہ کنواں ہے ۔ **حضور اقدس** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور چند **صحابۂ کرام** (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بھی حاضر ہیں جن میں سے میں نے حضرت **ابو ہریرہ** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہچانا ۔ اس کنوئیں میں سے خود **حضور اقدس** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام (علیہم الرضوان) پانی بھر رہے ہیں ۔ اس میں سے ایک بڑا تختہ نکلا کہ عرض (یعنی چوڑائی) میں ڈیڑھ گز اور طول (یعنی لمبائی) میں دو گز ہوگا اور اس پر سبز کپڑا چڑھا ہوا تھا جس کے وسط میں سفید روشن بہت جلی قلم سے **ا ھ ذ** اسی شکل میں لکھے ہوئے تھے جس سے میں نے یہ مطلب نکالا کہ اس کا حاصل کرنا ''ہذیان'' فرمایا جاتا ہے ۔ اس سے بقاعدۂ جفر اذن نکل سکتا تھا ۔ **ھ** کو بطورِ صدر مؤخر آخر میں رکھا ۔ اس کے عدد پانچ ہیں اب وہ اپنی پہلی جگہ سے ترقی کر کے دوسرے مرتبہ میں آگئی اور پانچ کا دوسرا مرتبہ پانچ دہائی ہے یعنی پچاس جس کا حرف نون ہے یوں اِذن سمجھا تا مگر میں نے اس طرف اِلتفات نہ

[1]: شعر کو تولنے کے لئے جو پیمانے مقرر کئے گئے ہیں انہیں بحر کہا جاتا ہے ۔ خلیل بن احمد نے شعر کے لئے 15 وزن قرار دیئے اور ہر وزن کا نام بحر رکھا، ان میں سے بحرِ طویل بھی ایک وزن ہے جو ایک مصرعہ میں دو مرتبہ فعولن مفاعیلن کے وزن پر آتا ہے ۔ (فن شاعری اور حسان الہند، ص۹۶/۹۸).. **علمیه**

[2]: غزل یا قصیدے کا آخری شعر جس میں شاعر کا تخلص آتا ہے ..... **علمیه**

کیا اور لفظ کو ظاہر پر رکھ کر اس فن کو چھوڑ دیا کہ ''اھذ'' کے معنی ہیں ''فضول بک۔''

مزارِ مُرشد پر حاضری کے آداب

عرض : مرید کو بعد وفاتِ شیخ قبر پر کس طرح ادب کرنا چاہیئے؟

ارشاد : چار ہاتھ کے فاصلے سے کھڑا ہو کر فاتحہ پڑھے اور اس کی حیات میں جیسا ادب کرتا تھا (ویسا ہی اب بھی کرے) سامنے سے حاضر ہو کہ بالیں (یعنی سرہانے) سے حاضر ہونے میں مڑ کر دیکھنا پڑتا ہے اور اس میں تکلیف ہوتی ہے۔

صاحبِ مزار کی تاکید

(اسی سلسلہ بیان میں یہ حکایت بیان فرمائی) ایک بُزُرگ کا انتقال ہوا۔ ان کی صاحبزادی روزانہ قبر پر حاضر ہوتیں اور تلاوتِ قرآنِ عظیم کیا کرتیں۔ کچھ مدت گزرنے کے بعد وہ جوش جاتا رہا۔ ایک روز حاضر نہ ہوئیں، شب کو خواب میں تشریف لائے، فرمایا: ''ایسا نہ کرو، آؤ اور میرے مواجہہ میں کھڑی ہو۔ یہاں تک کہ تمہیں جی بھر کے دیکھ لوں۔ پھر میرے لئے دعائے رحمت کرو اور پھر چلی جاؤ رحمت آ کر مجھ میں اور تم میں حجاب ہو جائے گی۔''[1]

نیا کفن

ایک بی بی نے مرنے کے بعد خواب میں اپنے لڑکے سے فرمایا: میرا کفن اُیسا خراب ہے کہ مجھے اپنے ساتھیوں میں جاتے شرم آتی ہے۔ پرسوں فلاں شخص

[1]: مزارات پر عورتوں کی حاضری کی نفیس تفصیل اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ ربّ العزّت کے رسالہ مبارکہ ''جُمَلُ النُّورِ فِی نَہْیِ النِّسَآءِ عَنْ زِیَارَۃِ الْقُبُوْرِ'' میں ہے۔.... عِلْمِیہ

آنے والا ہے، اس کے کفن میں اچھے کپڑے کا کفن رکھ دینا۔ صبح کو صاحبزادے نے اُٹھ کر اُس شخص کو دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ بالکل تندرست ہے اور کوئی مرض نہیں۔ تیسرے روز خبر ملی اُس کا اِنتقال ہوگیا ہے۔ لڑکے نے فوراً نہایت عمدہ کفن سلوا کر اس کے کفن میں رکھ دیا اور کہا: ''یہ میری ماں کو پہنچا دینا۔'' رات کو وہ صالحہ خواب میں تشریف لائیں اور بیٹے سے کہا: ''خدا تمہیں جزائے خیر دے تم نے بہت اچھا کفن بھیجا۔''

زائد کفن واپس دے دیا

اہبان بن صیفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں، ان کے کفن میں ایک تہبند زائد چلا گیا۔ شب کو اپنے صاحبزادے کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: ''یہ تہبند لو اور اَلگنی (یعنی کپڑے لٹکانے کی رسی) پر ڈال دیا۔'' صبح اُن کی آنکھ کھلی تو وہیں رکھا ملا۔

بُرا پڑوسی

ایک شخص قبرستان میں ایک قبر کے پاس بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر میں غافل ہوگیا (یعنی سوگیا)۔ خواب میں دیکھتا ہے کہ ایک بی بی اس قبر میں فرماتی ہیں: ''اے خدا کے بندے! اُس بَلا کو میرے پاس سے دُور کر جو تھوڑی دیر میں آنے والی ہے۔'' اس کی فوراً آنکھ کھل گئی۔ دیکھا کہ ایک قبر وہیں کُھد رہی ہے اور سامنے سے ایک جنازہ جو کسی رئیس کا تھا چلا آرہا ہے۔ اُس نے سب کو منع کیا کہ یہ جگہ ٹھیک نہیں ہے، خراب ہے، ایسی ہے وَیسی ہے۔ غرض وہ لوگ باز رہے اور دوسری جگہ اس میت کو لے گئے۔ شب کو اُس شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ بی بی فرماتی ہیں کہ ''خدا (عَزَّوَجَلَّ) تجھے جزائے خیر دے کہ تُو نے آگ کو میرے پاس سے دُور کیا۔''

ربّ تعالیٰ کے لئے مؤنث کا صیغہ بولنے کا حکم

مؤلف : ایک روز مولوی امجد علی صاحب بعدِ عصر بہارِ شریعت حصّہ سوم بغرضِ اِصلاح سنا رہے تھے۔ اس میں ایک مسئلہ اس بارے میں تھا کہ ربُّ العزّت جل جلالہٗ کی طرف مؤنث کا صِیْغَہ زبان سے نماز میں نکل جائے تو نماز باطل ہو جائے گی۔

ارشاد : فرمایا صِیْغَہ ہو یا ضَمِیْر[1] حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفعتاً (یعنی اچانک) سوتے سوتے اُٹھ بیٹھے اور بہت روئے۔ لوگوں نے سبب دریافت کیا، فرمایا: "میں نے دیکھا ربُّ العزّت (عَزَّوَجَلَّ) کو کہ فرماتا ہے تُو اَشعارِ لیلیٰ و سلمیٰ کو مجھ پر محمول کرتا ہے، اگر میں نہ جانتا کہ تو مجھ سے محبت رکھتا ہے تو وہ **عذاب** کرتا جو کسی پر نہ کیا ہو۔"

دُعا کرتے وقت ہاتھ ڈھانپ کر رکھنا کیسا؟

عرض : حضور دعا کے وقت اگر کسی شخص کے ہاتھ سردی کی وجہ سے ڈھکے رہیں تو کیسا ہے؟

ارشاد : ایک بُزُرگ[2] شاید حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دعا میں سردی کے سبب صرف ایک ہاتھ باہر نکالا تھا۔ اِلہام[3] ہوا: "ایک ہاتھ اٹھایا ہم نے

---

[1] صیغہ اور ضمیر علمِ صرف و نحو کی اصطلاحیں ہیں۔ صیغہ کا لغوی معنی پیدائش اور ڈھالنا، اور اصطلاح میں صیغہ سے مراد وہ ہیئت ہے جو حروف کو مع حرکات و سکنات ترتیب دینے سے حاصل ہوتی ہے۔ مثلاً ضَرَبَ میں ض، ر اور ب حروف ہیں جن میں سے ہر ایک پر زبر لگا کر لفظ "ضَرَبَ" بنایا گیا ہے۔ ضمیر کے لغوی معنی پوشیدہ کیا ہوا، اصطلاحی طور پر ضمیر وہ اسم ہے جو کسی حاضر متکلم یا ایسے غائب پر دلالت کے لئے وضع کیا (یعنی بنایا) گیا ہو کہ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہو۔۔۔ عِلْمِیہ [2]: "رسالہ قشیریہ" اور "تذکرۃ الاولیاء" میں یہ واقعہ حضرت ابو سلیمان عبد الرحمٰن دارانی علیہ رحمۃ اللہ الغنی کے حوالے سے مذکور ہے۔۔۔ عِلْمِیہ

[3]: خدا عزوجل کی طرف سے نیک بندوں کے دل میں آئی ہوئی بات کو الہام کہتے ہیں۔۔۔ عِلْمِیہ

اس میں رکھ دیا جو رکھنا تھا، دوسرا اُٹھاتا تو اسے بھی بھر دیتے۔''

(رسالہ قشیریہ، ابو سلیمان عبد الرحمن بن عطیہ الدارانی، ص ٤١)

دُعا کی قَبُولِیت

عرض : دعا ہر وقت مقبول ہوتی ہے؟

ارشاد : حدیث شریف میں ہے: ''**اللہ** تعالیٰ حیا والا، کرم والا ہے اس سے شرم فرماتا ہے کہ اس کا بندہ اس کی طرف ہاتھ اٹھائے اور انہیں **خالی** پھیر دے۔''

(جامع ترمذی، کتاب الدعوات، باب ١٠٤، الحدیث ٣٥٦٧، ج٥، ص ٣٢٦)

اور فرمایا: ''جو دعا نہ مانگے **اللہ** تعالیٰ اس پر **غَضَب** فرماتا ہے۔''

(جامع ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی فضل الدعاء، الحدیث ٣٣٨٤، ج٥، ص ٢٤٤)

صفِ اوّل میں نماز پڑھنے کا ثواب

عرض : کیا صفِ اول میں نماز پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے؟

ارشاد : حدیث میں فرمایا اگر لوگوں کو معلوم ہوتا کہ صفِّ اول میں نماز پڑھنے کا اس قدر **ثواب** ہے تو ضرور اس پر **قرعہ اندازی** کرتے۔ (صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الصف الاول، الحدیث ٧٢١، ج١، ص ٢٥٦) یعنی ہر ایک صفِ اول میں کھڑا ہونا چاہتا اور جگہ کی تنگی کے سبب قرعہ برداری (یعنی نام کی پرچی نکالنے) پر فیصلہ ہوتا۔ سب سے پہلے امام پر رحمتِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) نازل ہوتی ہے پھر صفِ اول میں جو اس کے محاذی (یعنی اس کی سیدھ میں) کھڑا ہو، اس محاذی کے دائیں جانب پھر بائیں اسی طرح دوسری صف میں پہلے محاذیٔ امام پر پھر داہنے پھر بائیں پر یوں ہی آخرِ صفوف تک۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، مطلب فی کراھۃ قیام الامام، ج٢، ص ٣٧٢)

نصرانی طبیب مسلمان ہو گیا

مؤلف: برکاتِ اولیائے کرام کے ذکر میں فرمایا: سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیمار ہوئے۔ آپ کا قارورہ (یعنی پیشاب) ایک طبیب نصرانی کے پاس گیا۔ بغور دیکھتا رہا پھر دفعتاً (یعنی اچانک) کہا: اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ (یعنی؛ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے خاص بندے اور رسول ہیں اللہ تعالیٰ ان پر درود اور سلام نازل فرمائے۔ت)" لوگوں نے سبب پوچھا۔ کہا: "میں دیکھتا ہوں یہ قارُورہ ایسے شخص کا ہے جس کا جگر عشقِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) نے کباب کر دیا۔"

اَللّٰہُ اَکْبَر ان بزرگوں کا بَول (یعنی پیشاب) وہ ہدایت کرتا ہے جو دوسروں کا قول نہیں کرتا۔

مؤمن کی فراست

یمن کے ایک نصرانی (یعنی عیسائی) نے یہ صحیح حدیث سُنی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ	مسلمان کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ (عَزَّوَجَلَّ) کے نور سے دیکھتا ہے۔

(ملخصاً، کنز العمال، قسم الاول، الحدیث ۳۰۷۲۷، ج ۱۱، ص ۴۱)

اس نصرانی نے چاہا کہ امتحان کرے، ادھر کے نصاریٰ زُنّار باندھتے ہیں، اس نے زنار نیچے چھپایا اور اوپر مسلمانی لباس پہنا، عمامہ باندھا اور مسلمان بن کر

مشائخ کرام کی مجلسوں پر دورہ شروع کیا۔ ہر ایک کے پاس جاتا اور حدیث کے معنی پوچھتا۔ وہ کچھ فرمادیتے، یہ دوسرے کے پاس حاضر ہوتا۔ یوں ہی بغداد شریف آیا اور حضرت سید الطائفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلسِ وعظ میں حاضر ہوا۔ عرض کی: ''یا سیدی! اس حدیث کے معنی کیا ہیں: ''اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ مِنْ نُوْرِ اللّٰهِ'' (سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب سورۃ الحجر، الحدیث ۳۱۳۸، ج۵، ص۸۸) فرمایا: اس کے یہ معنی ہیں کہ ''زنار توڑ اور نصرانیت چھوڑ، اسلام لا۔'' وہ یہ سنتے ہی بے تاب ہوا اور **کلمۂ شہادت** پڑھا۔ (ملخصا، تذکرۃ الاولیاء، ج۲، ص۱۰)

اور کہا: ''یا سیدی میں اتنے مشائخ کرام کے پاس گیا اور کسی نے مجھے نہ پہچانا۔'' فرمایا: سب نے پہچانا، مگر تجھ سے تعرُّض نہ کیا (یعنی پوچھ گچھ نہ کی) کہ **تیرا** اسلام میرے ہاتھ پر لکھا ہے۔

مُجاھدے کا مطلب

عرض: مجاہدے کے کیا معنی ہیں؟

ارشاد: سارا مجاہدہ اس آیۂ کریمہ میں جمع فرمادیا ہے:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰىۙ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى۝	جو اپنے رب (عَزَّوَجَلَّ) کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہشوں سے روکے بے شک تو جنت ہی ٹھکانہ ہے۔

(پ۳۰، النزعت: ۴۰، ۴۱)

یہی جہادِ اکبر ہے۔ حدیث میں ہے: جہادِ کفار سے واپس آتے ہوئے فرمایا:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَر ہم اپنے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پھرے۔

(ملخصاً، كشف الخفاء، حرف الراء المهملة، الحديث ١٣٦٠، ج١، ص٣٧٥)

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کھلاتے ہیں

ایک صاحب کو انار کی خواہش میں تیس برس گزر گئے اور نہ کھایا۔ اس کے بعد خواب میں زیارتِ اَقدس حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ فرماتے ہیں: "اِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا" تیرے نفس کا بھی کچھ تجھ پر حق ہے۔ (ملتقطاً، مسند امام احمد بن حنبل مسند السيدة عائشة، الحديث ٢٦٣٦٨، ج١٠، ص١٣٣) صبح اٹھے انار کھایا۔ اب نفس نے دودھ کی خواہش کی، فرمایا تیس برس خواہش کر پھر شاید حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) تشریف لائیں اور فرمائیں، اس سے یہی بہتر ہے کہ صبر کر۔ فوراً خواہش دُور ہوگئی۔

نفسانی اور شیطانی خواہش میں فرق

اس قسم کی خواہش یا تو نفسانی ہوا کرتی ہے یا شیطانی جس کے دو امتیاز سہل (یعنی آسان) ہیں، ایک یہ کہ شیطانی خواہش میں بہت جلد کا تقاضا ہوتا ہے کہ ابھی کرلو

اَلْعَجَلَةُ مِنَ الشَّيْطَان عجلت (یعنی جلدی) شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔

(ملتقطاً، جامع ترمذی، كتاب البر، باب ما جاء في التأني و العجلة، الحديث ٢٠١٩، ج٣، ص٤٠٧)

اور نفس کو ایسی **جلدی** نہیں ہوتی۔ دوسری یہ کہ نفس اپنی خواہش پر جما رہتا ہے جب تک پوری نہ ہو اُسے **بدلتا** نہیں۔ اُسے واقعی اُسی شے کی خواہش ہے۔ اگر شیطانی ہے تو ایک چیز کی خواہش ہوئی، وہ نہ ملی، دوسری چیز کی ہوگئی، وہ نہ ملی تیسری کی ہوگئی اس واسطے کہ اُس کا مقصد **گمراہ** کرنا ہے خواہ کسی طور پر ہو۔

مجھے شرم آتی ہے

ایک صاحب ایک بزرگ (حضرت داؤد طائی علیہ رحمۃ اللہ الباری) کے یہاں آئے دیکھا کہ پانی پینے کا گھڑا دھوپ میں رکھا ہے۔ انہوں نے کہا: ''پانی دھوپ میں رکھا رہ گیا، گرم ہوگیا ہوگا۔'' فرمایا: ''صبح تو سایہ ہی تھا پھر دھوپ آگئی، مَیں نے **اللہ** (عَزَّوَجَلَّ) سے **شرم** کی کہ نفس کی خاطر قدم اٹھاؤں۔''

(الرسالۃ القشیریۃ ،فصل فی بیان عقائدھم فی مسائل التوحید،ص ۳۵)

ٹھنڈا پانی

حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا روزہ تھا۔ طاق (یعنی دیوار میں بنی ہوئی محرابی ذات) میں پانی **ٹھنڈا** ہونے کے لئے آب خورہ (یعنی پیالے) میں رکھ دیا تھا۔ عصر کے مراقبے میں تھے۔ حورانِ بہشتی (یعنی جنتی حوروں) نے یکے بعد دیگرے سامنے سے گزرنا شروع کیا۔ جو سامنے آتی اس سے دریافت **فرماتے**: ''تُو کس کے لئے ہے؟'' وہ ایک بندۂ خدا کا نام لیتی۔ ایک آئی اُس سے **پوچھا**۔ اُس نے کہا: ''میں اُس کے لئے ہوں جو روزے میں پانی **ٹھنڈا** ہونے کے لئے نہ رکھے۔'' فرمایا: ''اگر تُو سچ کہتی ہے تو اس کوزے کو گرا دے۔'' اُس نے گرا دیا۔ اِس کی آواز سے آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو وہ آب

خورہ ٹوٹا پڑا ہے۔

(ملخصاً، روض الریاحین فی حکایات الصالحین ، الحکایۃ العاشرۃ ، ص ۵۳)

دُودھ کا پیالہ

دو فرشتے آپس میں ملے۔ ایک نے پوچھا: ''کہاں جاتے ہو؟'' دوسرے نے کہا: ''فلاں عابد کے ہاتھ میں دُودھ کا پیالہ ہے اور وہ پیا چاہتا ہے مجھے حکم ہے کہ جا کر پَر ماروں اور گرا دوں اور تم کہاں جاتے ہو؟'' کہا: ''ایک فاسق دیر سے دریا میں بنچھی ڈالے بیٹھا ہے اور مچھلیاں نہیں پھنستیں مجھے حکم ہے جاؤں اور پھانس دوں۔''

(احیاء علوم الدین، الجزء الثالث بیان طریق الریاضۃ......الخ، ج۳، ص ۱۱٤ بتغیّرما)

بیماری بھی نعمت ہے

(اسی تذکرے میں ارشاد فرمایا) اگر چالیس (40) دن گزر جائیں کہ کوئی علّت (یعنی بیماری یا تکلیف) یا قلّت (یعنی تنگی) یا ذلّت نہ ہو تو خوف کرے کہ کہیں چھوڑ نہ دیا گیا۔

دُعا قبول ہونے میں تاخیر کا ایک سبب

حدیث میں ہے، جب کوئی مقبول بندہ ربّ عَزَّوَجَلَّ کی طرف اپنی کسی حاجت کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے اور گڑگڑاتا ہے، جبریلِ امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ارشاد ہوتا ہے: ''اے جبریل اس کی حاجت رہنے دے کہ مجھے اس کا گڑگڑانا اور میری طرف منہ اٹھانا اچھا معلوم ہوتا ہے'' اور جب کوئی فاسق اپنی حاجت کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے ارشاد ہوتا ہے: ''اے جبریل! اس کی حاجت جلد رَوا (یعنی پوری) کردے

کہ مجھے اپنی طرف اس کا مُنہ اٹھانا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔''

(المعجم الاوسط، من اسمه موسی، الحدیث ۸٤٤٢، ج٦، ص١٨٣)

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حاجت روا ہیں

اِس حدیث میں ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام حاجت روا ہیں، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاجت روا و مشکل کشا و دافع البلاء (یعنی مصیبتیں دور کرنے والا) ماننے میں کس مسلمان کو تأمل ہوسکتا ہے! وہ تو جبریل کے بھی **حاجت روا** ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

امامتِ کبریٰ کا مُستَحِق کون؟

مؤلف: ایک روز مولوی مختار احمد صاحب میرٹھ سے تشریف لائے اور بعد نمازِ عشاء اعلیٰ حضرت مدظلہ سے دست بوس ہوئے اور یہ مسئلہ پوچھا کہ آیا شرعی امامتِ کبریٰ کے لئے **قرشی** ہونا شرعاً ضروری ہے کہ بے اس کے شرعی امامتِ کبریٰ نہ پائی جائے گی اگرچہ عرفی ہو یا یہ کوئی استحسانی شرط ہے؟ (یعنی وہ شرط جس کا پورا کرنا ضروری نہ ہو)

ارشاد: یہ مذہبی مسئلہ ہے۔ اس میں ہمارا اور روافض (بدمذہبوں کا ایک گروہ) و خوارج [1] کا خلاف (یعنی اختلاف) ہے۔ خوارج کچھ **تخصیص** نہیں کرتے اور روافض نے اس قدر تنگی کی کہ صرف ہاشمیوں سے **خاص** کردی اور یہ بھی مولیٰ علی کَرَّمَ اللہ تعالیٰ وَجْهَه الکریم کی خاطر ورنہ بنی فاطمہ کی تخصیص کرتے۔ **اہلِ سُنت** صراطِ مستقیم (یعنی سیدھے راستے) وطریقِ وسط (یعنی درمیانی راہ) پر ہیں۔ ہمارے تمام کتبِ عقائد میں تصریح ہے

[1]: وہ گمراہ فرقہ جو جنگِ صفّین کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا اس وجہ سے مخالف ہوگیا تھا کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جنگ بندی کے لیے ثالثی قبول کرلی تھی۔۔۔۔ عِلْمِیہ

کہ اہلِ سُنّت کے نزدیک امامتِ کُبریٰ کے لئے ذُکورت (یعنی مرد ہونا) وحریت (یعنی آزادی) وقرشیت لازِم ہے اور تصریح فرماتے ہیں کہ اس کا اِشتِراط قطعی یقینی اِجماعی ہے۔(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، باب الامامۃ، ج۲، ص۳۳۳)

خلافتِ راشدہ کسے کہتے ہیں؟

عرض : خلافتِ راشدہ کسے کہتے ہیں اوراس کے مِصْداق کون کون ہوئے، اور اب کون کون ہوں گے؟

ارشاد : خلافتِ راشدہ وہ خلافت کہ **مِنْہاجِ نبوت** (یعنی نبوی طریقے) پر ہو جیسے حضرات **خلفائے اَربعہ** (یعنی چار خلفائے کرام حضرت سیِّدُ نا صدیقِ اکبر، حضرت سیِّدُ نا فاروقِ اعظم، حضرت سیِّدُ نا عثمانِ غنی اور حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم) وامام حسن مجتبیٰ وامیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کی اوراب میرے خیال میں ایسی خلافتِ راشدہ **امام مہدی** رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی قائم کریں گے۔ وَالْغَیْبُ عِنْدَ اللّٰہ (یعنی: اور غیب کا علم **اللّٰہ** تعالیٰ کو ہے۔ت)

قیامت کب آئے گی؟

عرض : قیامت کب ہوگی اور ظہورِ امام مہدی کب؟

ارشاد : قیامت کب ہوگی اسے **اللّٰہ** (عَزَّوَجَلَّ) جانتا ہے اوراس کے بتائے سے اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ قیامت ہی کا ذکر کرکے ارشاد فرماتا ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًاۙ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (پ۲۹، الجن:۲۶،۲۷)

اللّٰہ (عَزَّوَجَلَّ) غیب کا جاننے والا ہے، وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں فرماتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

امام قسطلانی وغیرہ نے تصریح فرمائی کہ اس غیب سے مراد قیامت ہے جس کا اوپر متصل آیت میں ذکر ہے۔(ارشاد الساری شرح صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ عٰلِم الغیب ..... الخ، ج۱۵، ص ۳۹۲)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پہلے بعض علمائے کرام نے بملاحظہ احادیث حساب لگایا کہ یہ اُمت سن **ہزار ہجری** سے آگے نہ بڑھے گی۔امام سیوطی (علیہ رحمۃ اللہ القوی) نے اس کے انکار میں رسالہ لکھا ''اَلْکَشْف عَنْ تَجَاوُزِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ الْاَلْف'' اس میں ثابت کیا کہ یہ اُمت ۱۰۰۰ھ سے ضرور آگے بڑھے گی۔امام جلال الدین (سیوطی علیہ رحمۃ اللہ القوی) کی وفات شریف ۹۱۱ھ میں ہے، اور اپنے حساب سے یہ خیال فرمایا کہ ۱۳۰۰ھ میں خاتمہ ہوگا۔بِحَمْدِ اللّٰہ تعالیٰ اِسے بھی چھبیس برس گذر گئے اور ہنوز (یعنی ابھی تک) قیامت تو قیامت، اَشراطِ کبریٰ (یعنی بڑی نشانیوں) میں سے کچھ نہ آیا۔**اِمام مہدی** کے بارے میں اَحادیث بکثرت اور متواتر ہیں مگر اِن میں کسی وقت کا تعین نہیں اور بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گذرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۷ھ میں کوئی سلطنت اسلامی باقی نہ رہے اور ۱۹۰۰ھ میں حضرت امام مہدی ظہور فرمائیں۔

مؤلف : جب مَیں مکہ معظمہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔قاضی رحمت اللہ وہابی کو حاضرِ خدمت پایا اور یہ وہ وقت تھا کہ مولانا اس کو سندِ حدیث دے چکے تھے۔مجھے یہ نہایت ہی گراں گزرا۔مَیں نے مولانا عبدالحق صاحب سے عرض کیا کہ میں بھی آپ کی غلامی میں حاضر ہوا ہوں، اور یہ بھی آپ سے

سند حاصل کر چکے ہیں تو یہاں وہ اختلاف جو ہم میں ان میں دربارہ مسئلۂ غیبِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے علمِ غیب کے بارے میں) ہے بآسانی طے ہوسکتا ہے، اس پر مولانا نے تین دن میں ایک رسالہ "بِفَرَائِدِ السَّنِيَّةِ فِي الْفَوَائِدِ الْبَهِيَّة" تحریر فرما کر قاضی رحمت اللہ کو دیا۔ اس رسالہ میں مولانا نے آثارِ قیامت کے متعلق بہت سی اَحادیث جمع فرمائیں لیکن ان میں بھی تعینِ وقت نہیں۔

ارشاد : حدیث میں ہے: "دنیا کی عمر سات دن ہے، میں اس کے پچھلے دن میں مبعوث ہوا۔"

دُوسری حدیث میں ہے: "میں امید کرتا ہوں کہ میری اُمت کو خدائے تعالیٰ نصف دن اور عنایت فرمائے۔"

(سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب قیام الساعة، الحدیث ٤٣٥٠، ج٤، ص١٦٧)

ان حدیثوں سے اُمت کی عمر پندرہ سو برس ثابت ہوئی:

اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ (پ١٧، الحج:٤٧) تیرے رب (عَزَّوَجَلَّ) کے یہاں ایک دن تمہاری گنتی کے ہزار برس کے برابر ہے۔

ان حدیثوں سے جو مستفاد (یعنی نتیجہ حاصل) ہوا وہ اس توقیت کے منافی (یعنی مخالف) نہیں جو اس علم سے میرے خیال میں آئی ہے کیوں کہ یہاں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے اپنے ربّ عزّ جلالہٗ سے استدعا (یعنی دعا) ہے۔ آئندہ انعامِ الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) وہ جس قدر زیادہ عمر عطا فرمائے جیسے جنگِ بدر میں حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) نے صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کو تین ہزار فرشتے مدد کے لئے آنے کی اُمید دلائی۔

اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ	کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا ربّ
بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ	(عَزَّوَجَلَّ) تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری
مُنْزَلِیْنَ O (پ ٤، اٰلِ عمرٰن: ١٢٤)	مدد فرمائے۔

اس پر حق سُبْحَانَہٗ تَعَالٰی نے فرشتوں کا اضافہ فرمایا کہ:

بَلٰۤى اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا	کیوں نہیں اگر تم صبر کرو اور تقویت پر رہو
وَ یَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا	اور کافر ابھی کے ابھی تم پر آ ئیں تو تمہارا
یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ	ربّ (عَزَّوَجَلَّ) پانچ ہزار نشان والے
مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُسَوِّمِیْنَ O	فرشتوں سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

(پ ٤، اٰلِ عمرٰن: ١٢٥)

عرض: حضور نے جفر سے معلوم فرمایا؟

ارشاد: ہاں! (اور پھر کسی قدر زبان دبا کر فرمایا) آم کھایئے پیڑ نہ گنیے، (پھر خود ہی ارشاد فرمایا) کہ میں نے یہ دونوں وقت (١٨٣٧ھ میں سلطنت اسلامی کا ختم ہونا اور ١٩٠٠ھ میں امام مہدی کا ظہور فرمانا) سَیِّدُ الْمُکَاشِفِیْن (یعنی اصحابِ کشف کے سردار) حضرت شیخ محی الدین ابنِ عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کلام سے اخذ کئے ہیں، اَللّٰہ اکبر! کیسا زبردست واضح کشف تھا کہ سلطنتِ ترکی کا بانیِ اول عثمان پاشا حضرت کے مدتوں بعد پیدا ہوا مگر حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اتنے زمانے پہلے عثمان پاشا سے لے کر قریب زمانہ آخر تک جتنے بادشاہ اسلامی اور ان کے وزراء ہوں گے رموز (یعنی اشاروں کنایوں) میں سب کا مختصر ذکر فرمایا۔ ان کے زمانے کے عظیم وقائع (یعنی غیر معمولی واقعات) کی

طرف بھی اشارے فرمادیئے۔ کسی بادشاہ سے اپنی اس تحریر میں بہ نرمی خطاب فرماتے ہیں اور کسی پر حالتِ غضب کا اظہار ہوتا ہے، اس میں ختمِ سلطنتِ اسلامی کی نسبت لفظِ "ایقظ" فرمایا اور صاف تصریح فرمائی کہ لَا اَقُوْلُ اَیَقَظَ الْھِجْرِیَۃ بَلْ اَیَقَظ الْجَفْرِیَۃ (یعنی میں ایقظ ھجریہ کے بارے میں نہیں کہتا بلکہ میری مراد ایقظ جفریہ ہے۔ت) میں نے اس ''ایقظ جفری'' کا جو حساب کیا تو ۱۸۳۷ھ آتے ہیں اور انہیں کے دوسرے کلام سے ۱۹۰۰ھ ظہورِ امام مہدی کے اخذ کئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: رباعی

اِذَا دَارَ الزَّمَانُ عَلٰی حُرُوْفٍ　　بِبِسْمِ اللّٰہِ فَالْمَھْدِیْ قَامَا
وَیَخْرُجُ فِی الْحَطِیْمِ عَقِیْبَ صَوْمٍ　　اَلَا فَاقْرَاہُ مِنْ عِنْدِیْ سَلَامَا

(یعنی: جب زمانہ بسم اللہ کے حروف پر گھومے گا تو امام مہدی ظہور فرمائیں گے اور حطیم کعبہ میں شام کے وقت تشریف لائیں گے، سنو انہیں میرا اسلام کہنا۔ت)

خود اپنی قبر شریف کی نسبت بھی فرمادیا کہ اتنی مدت تک میری قبر لوگوں کی نظروں سے غائب رہے گی مگر

"اِذَا دَخَلَ السِّیْنُ فِی الشِّیْنِ ظَھَرَ قَبْرُ مُحْیِ الدِّیْنِ"

جب شین میں سین داخل ہوگا تو محی الدین کی قبر ظاہر ہوگی۔

سلطان سلیم جب شام میں داخل ہوئے تو ان کو بشارت دی کہ فلاں مقام پر ہماری قبر ہے۔ سلطان نے وہاں ایک قبہ بنوادیا جو زیارت گاہِ عام ہے۔ (پھر فرمایا) چند جداول ۲۸۔۲۹ خانوں کی آپ نے تحریر فرمادی ہیں جن میں ایک ایک خانہ لکھا اور باقی خالی چھوڑ دیئے اب اس کا حساب لگاتے رہئے کہ اس سے کیا مطلب ہے؟

ہولی دیوالی کی مٹھائی کھانا کیسا؟

عرض : کافر جو ہولی[1] دیوالی[2] میں مٹھائی وغیرہ بانٹتے ہیں، مسلمانوں کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد : اُس روز نہ لے۔ ہاں! اگر دوسرے روز دے تو لے لے نہ یہ سمجھ کر کہ ان خُبثاء کے تیوہار کی مٹھائی ہے بلکہ "مالِ مُوذی نصیبِ غازی" سمجھے۔

نماز میں بلغم آجائے تو کیا کرے؟

عرض : اگر نماز میں بلغم آجائے تو کیا کرے؟

ارشاد : دامن یا آنچل میں لیکر مَل دے۔

کافِر سائِل پر ترس کھانا

عرض : حضور ہر سائل پر رحم کھانا چاہئے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو کہ قرآنِ عظیم میں

وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ (پ ۳۰، الضحیٰ: ۱۰) ترجمۂ کنز الایمان: اور منگتا کو نہ جھڑکو۔

فرمایا ہے۔

ارشاد: پھر سائل بھی تو ہو! بَحرُ الرَّائِق وغیرہ میں تصریح ہے کہ کافر حربی (یعنی وہ کافر جو نہ تو حکومتِ اسلامیہ کو ٹیکس دیتا ہو اور نہ ہی کسی معاہدے کے تحت وہاں رہ رہا ہو) پر کچھ تَصَدُّق (یعنی صدقہ) کرنا اصلاً (یعنی ہرگز) جائز نہیں۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الزکاۃ، باب المصرف، ج۲، ص ٤٢٤)

---

[1]: ہندوؤں کا ایک مذہبی تہوار جو موسمِ بہار میں منایا جاتا ہے۔ اس میں وہ ایک دوسرے پر رنگ چھڑک کر خوشیاں مناتے ہیں۔۔۔۔ عِلْمِیہ [2]: ہندوؤں کا ایک مذہبی تہوار جس میں وہ (اپنی دولت کی دیوی) لکشمی کی پوجا کرتے اور خوب روشنی کرتے اور جُوا کھیلتے ہیں۔۔۔۔ عِلْمِیہ

فرمایا، یہ بھی ارشاد ہے

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ　　　　نماز پڑھو۔

(پ ۱۵، بنی اسرآء یل:۷۸)

تو کیا اِس سے یہ مطلب ہے خواہ وضو ہو یا نہ ہو۔ شرط بھی تو موجود ہونا چاہئے نہ کہ مطلق۔ فقہائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں: ''اگر آدمی کے پاس ایک پیاس کا پانی ہو اور جنگل میں ایک کتا اور ایک کافر شدتِ تشنگی (یعنی پیاس کی شدت) سے جان بلب (یعنی مرنے کے قریب) ہو تو کتے کو پلا دے اور کافر کو نہ دے۔''

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم باعثِ نجات ہے

حدیث شریف میں ہے: ''قیامت کے دن ایک شخص حساب کے لئے بارگاہِ ربُّ العزت (عَزَّوَجَلَّ) میں لایا جائے گا۔ اُس سے سوال ہوگا: ''کیا لایا؟'' وہ کہے گا: ''میں نے اِتنی نمازیں پڑھیں علاوہ فرض کے اتنے روزے رکھے، علاوہ ماہِ رمضان کے اس قدر خیرات کی، علاوہ زکوٰۃ کے اور اس قدر حج کئے علاوہ حج فرض کے وغیر ذلك۔'' اِرشادِ باری (عَزَّوَجَلَّ) ہوگا:

هَـلْ وَالَيْتَ لِیْ وَلِیًّا وَعَادَیْتَ لِیْ عَدُوًّا　　　　کبھی میرے محبوں سے محبت اور میرے دشمنوں سے عداوت بھی رکھی؟

(تفسیر الدر المنثور، سورۃ المجادلۃ تحت الآیۃ ۱۹، ج۸، ص ۸۷)

تو عمر بھر کی عبادت ایک طرف اور خدا (عَزَّوَجَلَّ) اور رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کی محبت ایک طرف۔ اگر محبت نہیں سب عبادات و ریاضات بیکار۔

دشمنانِ رسول سے نفرت کیجئے

برلے[1] کے کاٹنے سے ایک ذرا سی آپ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اگر کہیں اسے زمین پر پڑا دیکھیں کہ اس کا ایک پاؤں یا پَر بیکار ہوگیا ہے اور اس میں طاقتِ پرواز نہیں ہے تو اس پر رحم کیا جاتا ہے کہ پَیر سے مَسَل دیتے ہیں تو خدا اور رسول عزّ جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کریں اور اُن سے دشمنی وعداوت رکھیں وہ **قابلِ رحم** ہیں؟ عوام کی یہ حالت ہے کہ ذرا کسی کو ننگا محتاج دیکھا سمجھے کہ قابلِ رحم ہے، خواہ خدا و رسول (عزّوجلّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم) کا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت سیدی عبدالعزیز دبّاغ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ذرا سی اِعانت (یعنی مدد) کافر کی کرنا حتی کہ اگر وہ راستہ پوچھے اور کوئی مسلمان بتادے اتنی بات **اللہ** تعالیٰ سے اس کا عِلاقۂ مقبولیت قطع (یعنی **اللہ** تبارک وتعالیٰ سے بندے کی مقبولیت کا تعلق ختم) کردیتی ہے۔ (الابریز، الباب الاول، ج ۱، ص ۲۰٤) ہاں ذمی[2]، مستأمن[3] کافروں کے لئے شرع میں رعایت کے **خاص اُحکام** ہیں، یہ اس لئے کہ اِسلام اپنے ذمہ کا پورا ہے اور اپنے عہد کا سچا۔

دریا کے پار اترنے والا

عرض: حضور یہ واقعہ کس کتاب میں ہے کہ حضرتِ سیّدُ الطائفہ (یعنی گروہ اولیاء کے

[1]: لگتا ہے کہ یہ لفظ "بھڑ" ہے جو کہ کاتب کی غلطی سے "بر" ہوگیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال ... عِلْمِیہ [2]: اگر کافروں نے دینِ حق کو قبول نہ کیا تو بادشاہ اسلام ان پر جزیہ مقرر کردے کہ وہ ادا کرتے رہیں اور ایسے کافر کو ذمی کہتے ہیں۔ (بہار شریعت، حصہ ۹، ص ۱۳۴)... عِلْمِیہ

[3]: مستأمن وہ شخص ہے جو دوسرے ملک میں امان لیکر گیا۔ دوسرے ملک سے مراد وہ ملک ہے جس میں غیر قوم کی سلطنت ہو یعنی حربی دارالاسلام میں یا مسلمان دارالکفر میں امان لیکر گیا تو مستأمن ہے۔ (بہار شریعت، حصہ ۹، ص ۱۵۰)... عِلْمِیہ

سردار) جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''**یا اللہ**'' فرمایا، اور دریا میں اُتر گئے، پورا واقعہ یاد نہیں۔

ارشاد : غالباً حدیقہ ندیہ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیدی جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دجلہ پر تشریف لائے اور ''**یا اللہ**'' کہتے ہوئے اس پر زمین کی مثل چلنے لگے۔ بعد کو ایک شخص آیا، اسے بھی پار جانے کی ضرورت تھی۔ کوئی کشتی اس وقت موجود نہ تھی۔ جب اس نے حضرت کو جاتے دیکھا، عرض کی: ''میں کس طرح آؤں؟'' فرمایا: ''**یا جُنید یا جُنید**'' کہتا چلا آ۔ اس نے یہی کہا اور دریا پر زمین کی طرح چلنے لگا۔ جب بیچ دریا میں پہنچا شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو ''**یا اللہ**'' کہیں اور مجھ سے ''یا جُنید'' کہلواتے ہیں۔ میں بھی ''**یا اللّٰہ**'' کیوں نہ کہوں۔ اُس نے ''**یا اللہ**'' کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا۔ پکارا: ''حضرت میں چلا'' فرمایا: ''وہی کہہ 'یا جُنید یا جُنید'،'' جب کہا دریا سے پار ہوا۔ عرض کی: ''حضرت یہ کیا بات تھی آپ **اللّٰہ** کہیں تو پار ہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں؟'' فرمایا: ''ارے نادان ابھی تُو جنید تک تو پہنچا نہیں **اللہ** تک رَسائی کی ہَوَس ہے، اَللّٰہُ اَکْبَر!۔ [1] (الحدیقة الندیة، مع کشف النور عن اصحاب القبور، ج۲، ص۲۰ - وفیه ذکر سیدی محمد الحنفی الشاذلی)

---

[1]: فقیہ ملت حضرت مفتی جلال الدین امجدی علیہ رحمۃ الغنی لکھتے ہیں: اگر کوئی کہے کہ ''یا جنید، یا جنید'' کہے تو نہ ڈوبے اور ''اللہ، اللہ'' کہے تو ڈوب جائے یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ تو ایسا کہنے والے کو صوبۂ مہاراشٹر پونہ بھیج دیا جائے کہ اُسی کے قریب حضرت قمر علی درویش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مزار مبارک ہے۔ وہاں ایک بڑا گول پتھر ہے جس کا وزن نوے (90) کلو بتایا جاتا ہے وہ ''قمر علی درویش'' کہنے پر انگلیوں کے معمولی سہارا دینے سے اُوپر اٹھتا ہے اور ''اللہ'' کہنے سے نہیں اٹھتا۔ میں بذاتِ خود اِس کا تجربہ کر چکا ہوں۔ اس میں کیا راز ہے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (فتاوٰی فقیہ ملت، ص۱)... عِلْمِیه

اپنے نفس کی خاطر کوئی کام نہیں کیا

دو صاحب اَولیائے کرام سے ایک دریا کے اس کنارے اور دوسرے اُس پار رہتے تھے۔ اُن میں سے ایک صاحب نے اپنے یہاں کھیر پکوائی اور خادم سے کہا: ''تھوڑی ہمارے دوست کو بھی دے آؤ۔'' خادم نے عرض کی: ''حضور راستے میں تو دریا پڑتا ہے کیوں کر پار اُتروں گا، کشتی وغیرہ کا کوئی سامان نہیں۔'' فرمایا: ''دریا کے کنارے جا اور کہہ کہ میں اُس کے پاس سے آیا ہوں جو آج تک اپنی عورت کے پاس نہیں گیا۔'' خادم حیران تھا کہ یہ کیا معما ہے اِس واسطے کہ حضرت صاحب اولاد تھے۔ بہر حال تعمیلِ حکم ضرور تھی، دریا پر گیا اور وہ پیغام جو اِرشاد فرمایا تھا کہا۔ دریا نے فوراً راستہ دے دیا۔ اس نے پار پہنچ کر ان بزرگ کی خدمت میں کھیر پیش کی۔ انہوں نے نوشِ جان فرمائی (یعنی کھائی) اور فرمایا: ''ہمارا سلام اپنے آقا سے کہہ دینا۔'' خادم نے عرض کی کہ سلام تو جبھی کہوں گا جب دریا سے پار اُتر جاؤں۔ فرمایا: ''دریا پر جا کر کہہ: ''میں اس کے پاس سے آتا ہوں جس نے تیس برس سے آج تک کچھ نہیں کھایا۔'' خادِم شش و پنج (یعنی اُلجھن) میں تھا۔ یہ عجیب بات ہے ابھی تو میرے سامنے کھیر تناول فرمائی اور فرماتے ہیں اتنی مدت سے کچھ نہیں کھایا مگر بلحاظِ ادب خاموش۔ دریا پر آ کر جیسا فرمایا تھا کہہ دیا۔ دریا نے پھر راستہ دے دیا، جب اپنے آقا کی خدمت میں پہنچا تو اس سے نہ رہا گیا اور عرض کی ''حضور یہ کیا معاملہ تھا؟'' فرمایا: ''ہمارا کوئی فعل اپنے نفس کے لئے نہیں ہوتا۔''

وھابیہ کی نماز؟

عرض : وہابیہ کی جماعت چھوڑ کر الگ نماز پڑھ سکتا ہے؟

ارشاد : نہ اُن کی نماز نماز ہے نہ اُن کی جماعت جماعت۔

وھابیہ کی مسجد؟

عرض : وہابیوں کی بنوائی ہوئی مسجد، مسجد ہے یا نہیں؟

ارشاد : کفار کی مسجد مثل گھر کے ہے۔

وھابی مؤذن کی اذان کا اِعادہ

عرض : وہابی مؤذِّن کی اَذان کا اِعادہ کیا جائے یا نہیں؟

ارشاد : جس طرح اُن کی نماز باطل اُسی طرح اذان بھی، ہاں تعظیماً **اللّٰہ** کے نام پر جَلَّ شَانُہٗ اور نامِ اقدس (یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کے نام مبارک) پر دُرُود شریف پڑھے۔

کیا کفّار سے نرمی کرنی چاھئے؟

عرض : حضور یہ روایت صحیح ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے کاشانۂ اقدس میں ایک کافر مہمان ہوا، اور اِس خیال سے کہ اَہلِ بیتِ اطہار بھوکے رہیں سب کھانا کھا گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجرہ شریف میں ٹھہرایا۔ پچھلی رات کے وقت پیٹ میں گرانی معلوم ہوئی اور تھوڑی دیر بعد اِجابت (یعنی پاخانے) کی ضرورت ہوئی۔ شرمندگی کی وجہ سے کہیں کوئی دیکھ نہ لے حجرے شریف میں **غلاظت** پھیلائی اور تمام بستر وغیرہ **خراب** کردیا اور صبح ہوتے ہی وہاں سے چل

دیا۔ جب حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) حجرے شریف میں مہمان کی خیریت معلوم کرنے کی غرض سے تشریف لائے تو یہ کیفیت ملاحظہ فرمائی۔ آپ نے خود نجاست کو صاف کیا۔ صحابہ کرام (علیہم الرضوان) کو اُس (کافر) کی اِس ناشائستہ حرکت پر سخت غصہ آیا۔ اتفاقاً عُجلت (یعنی جلدی) میں وہ اپنی تلوار بھول گیا اور تلوار بہت اچھی تھی جس کے لئے اُسے مجبوراً پھر لوٹنا پڑا۔ یہاں آکر دیکھا، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) اپنے دستِ اقدس سے بستر دھو رہے ہیں۔ امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سزا دینے کا اِرادہ کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ یہ میرا مہمان ہے اور اُس سے فرمایا: ''تم اپنی تلوار بھول گئے تھے جہاں رکھی تھی وہاں سے اُٹھالو۔''

(مثنوی شریف، دفتر پنجم، ص۲۔۳)

وہ **حضور** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کے اِس خُلقِ عظیم کو دیکھ کر فوراً **مشرف باسلام** ہوگیا تو حضور! اِس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفار پر بھی نظرِ عنایت کرنا چاہیئے؟

ارشاد: اس کے قریب روایت ''مثنوی شریف'' (یعنی مثنوی مولانا روم علیہ رحمۃ القیوم) میں مذکور ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن ہی سے **خُلق** فرماتے جوڑ جوع لانے والے ہوتے جیسا کہ اس روایت سے ظاہر ہے اور کفار و مرتدین کے ساتھ ہمیشہ **سختی** فرماتے۔ اُن کی آنکھوں میں نیل کی سلائیاں پھر وائیں، ہاتھ کاٹے پاؤں کاٹے۔ پانی مانگا تو پانی تک نہ دیا۔ یہ سلوک کس کے ساتھ تھے؟ وہ جوڑ جوع لانے والے نہ تھے۔

سامنے سے کھانا اُٹھوا دیا

امیر المؤمنین فاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا زمانۂ خلافت ہے آپ مسجدِ نبوی (علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) سے نماز پڑھ کر تشریف لئے جاتے ہیں۔ایک مسافر نے کھانا مانگا، امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اسے ہمراہ لے آئے۔خادِم بحکم امیر المؤمنین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کھانا حاضر کرتا ہے۔اتفاقاً کھاتے کھاتے اس کی زبان سے ایک بد مذہبی کا فقرہ نکل جاتا ہے جس پر حضور (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فوراً اُس کے سامنے سے کھانا اُٹھوا لیتے ہیں اور خادِم کو حکم دیتے ہیں کہ اُسے نکال دے۔

(کنزالعمّال، کتاب العلم،الحدیث ۲۹۳۸۴، ج۱۰،ص۱۱۷)

وہابی واعِظ کا پردہ چاک ہو گیا

ربُّ العزت (عَزَّوَجَلَّ) کی شان ہے کہ بدمذہب کیسا ہی جامۂ عیاری پہن (یعنی بھیس بدل) کر میرے سامنے آئے، خود بخود دل نفرت کرنے لگتا ہے۔حضرت والد ماجد قدس سرہٗ کے زمانۂ حیات میں دہلی کا ایک واعظ حاضر ہوا اور اس وقت مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی تشریف رکھتے تھے۔اسماعیل دہلوی اور وہابیہ پر بڑے شدّ و مد (یعنی زور و شور) سے دیر تک لعن طعن کی اور اس نے اپنے سُنّی ہونے کا پورا پورا ثبوت دیا۔میرے بچپن کا زمانہ تھا۔جب وہ چلا گیا تو میں نے اپنا خیال حضرت کی خدمت میں ظاہر کیا کہ مجھے تو یہ پکا وہابی معلوم ہوتا ہے۔مولانا بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: ''ابھی تو وہ تمہارے سامنے وہابیوں اور اسمٰعیل پر تبرا (یعنی برا بھلا) کہہ گیا ہے۔''مَیں نے عرض کی کہ میرا قلب گواہی دیتا ہے کہ یہ سب تَقِیَہ (یعنی

اپنے مذہب کو چھپاتے ہوئے جھوٹ بولنا) تھا، اسے جامع مسجد میں وعظ کہنے کی اجازت ہمارے حضرت سے لینی ہے کہ بے حضرت کی اجازت کے یہاں وعظ نہیں کہہ سکتا، اس لئے اس نے تمہید ڈالی۔ دوسرے دن شام کو پھر حاضر ہوا۔ میں نے اسے مسائلِ وہابیت میں چھیڑا، ثابت ہوا کہ پکا وہابی ہے۔ (لہٰذا) دفع کر دیا گیا۔ اپنا سامنہ لے کر چلا گیا۔

اعلیٰ حضرت اور ایک نجدی کی ملاقات

حضرت والد ماجد قدس سرہ العزیز (یعنی رئیس المتکلمین علّامہ نقی علی خان علیہ رحمۃ المنان) کے وصال شریف کے کچھ دنوں بعد جب کہ اپنے منجھلے (یعنی درمیانے) بھائی مرحوم (یعنی شاہِ سخن، استاذِ زمن مولانا حسن رضا خان علیہ رحمۃ الحنان) کے مکان میں رہتا تھا۔ باہر تنہا تھا۔ گلی میں سے ایک **عربی** صاحب نظر آئے۔ جب قریب آئے میں نے چاہا اُن کے لئے قیام کرتا کہ اہلِ عرب کے لئے **قیام** میری عادت تھی مگر اِس بار دل کراہت کرتا ہے۔ میں اٹھنا چاہتا ہوں اور دل اندر سے دامن کھینچتا ہے۔ آخر میں نے (اپنے نفس سے) کہا کہ یہ تیرا تکبُّر ہے۔ جبراً قہراً قیام کیا وہ آکر بیٹھے۔ میں نے نام پوچھا کہا: عبدالوھاب۔ مقام پوچھا کہا: نجد۔ اب تو میں کھٹکا اور میں نے اُس سے مسائل متعلقہ وہابیت پوچھے۔ اتنا اشد وہابی نکلا کہ یہاں کے وہابیہ اُس کی شاگردی کریں۔ بار بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک لیتا، نہ اوّل میں کلمہ تعظیم نہ آخر میں دُرُود۔ میں اُسے ہر بار روکتا اور کلماتِ تعظیم اور دُرُود شریف کی ہدایت کرتا اور وہ نہ مانتا۔ آخر میں نے سختی کے ساتھ اُس سے کہا تو مجبور ہو کر بولا: ''اَقُوْلُ لِقَوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ " میں تمہارے کہنے سے کہتا ہوں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ میں نے اسے دفع کیا۔ اخیر فقرہ یہ تھا کہ ہمارا ''رُخصتانہ (یعنی رُخصتی کا انعام)'' دو۔ میں نے شہر کے دو ایک وہابیوں کا پتہ بتا دیا کہ اُن کے پاس جا یہاں تیرے لئے کچھ نہیں۔ بالآخر وہ خائب وخاسر (یعنی ناکام ونامُراد) دفع ہوا۔ میں نے اپنے دل کو شاباش دی کہ تُو نے ہی ٹھیک کہا تھا، بے شک اس شیطان کیلئے قیام ناجائز تھا۔

اعلیٰ حضرت اور ایک رافضی

ایک دفعہ علی گڑھ سے ایک شخص اپنا بیگ وغیرہ لئے آیا۔ اُس کی صورت دیکھ کر میرے قلب نے کہا: ''یہ **رافضی** ہے۔'' دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعی رافضی ہے۔ کہا: ''مَیں اپنے مکان کو لکھنؤ جا تا تھا، راستے میں صرف آپ کی زیارت کے لئے اُتر پڑا ہوں، کیا آپ اہلِ سُنّت میں اَیسے ہی ہیں جیسے ہمارے یہاں مجتہدین؟ میں نے اِلتفات نہ کیا (یعنی اُس پر توجہ نہ دی)۔ غرض وہ رافضی اپنی طرف مجھے مخاطب کرتا تھا اور میں دوسری طرف منہ پھیر لیتا تھا۔ آخر اُٹھ کر چلا گیا۔ اُس کے جانے کے بعد ایک صاحب شاکی (یعنی شکایت گزار) بھی ہوئے کہ وہ اتنی مسافت طے کر کے آیا اور آپ نے قطعی اِلتفات نہ فرمایا۔ میں نے یہی روایت (امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کہ جس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ یہ بدمذہب ہے فوراً کھانا سامنے سے اُٹھوالیا اور اسے نِکلوا دیا) بیان کی کہ ہمارے ائمہ نے ان لوگوں کے ساتھ ہمیں یہ تہذیب بتائی ہے۔ اب بھلا وہ کیا کہہ سکتے تھے؟ خاموش ہو گئے۔

دُشمنِ احمد پہ شدّت کیجئے

مسلمانو! ذرا اِدھر خدا اور رسول (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم) کی طرف متوجہ ہو کر ایمان کے دِل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو۔ اگر کچھ لوگ تمہارے ماں باپ کو رات دن بلا وجہ محض فحش مُغلّظ (یعنی گندی گندی) گالیاں دینا اپنا شیوہ کرلیں بلکہ اپنا دین ٹھہرالیں، کیا تم ان سے **بکشادہ پیشانی** ملوگے؟ حاشا! ہر گز **نہیں**۔ اگر تم میں نام کو غیرت باقی ہے، اگر تم میں انسانیت باقی ہے اگر تم ماں کو ماں سمجھتے ہو، اگر تم اپنے باپ سے پیدا ہو تو اُنہیں دیکھ کر تمہارے دل **بھر** جائیں گے، تمہاری آنکھوں میں خُون اُترے گا، تم ان کی طرف نگاہ اٹھانا گوارا نہ کرو گے۔ لِلّٰہ انصاف! صدیقِ اکبر و فاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالٰی عنہما) زائد یا تمہارے باپ؟ **اُمُّ المؤمنین عائشہ صدیقہ** (رضی اللہ تعالٰی عنہا) زائد یا تمہاری ماں؟ ہم صدیق و فاروق (رضی اللہ تعالٰی عنہما) کے ادنیٰ غلام ہیں اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ اُمُّ المؤمنین (رضی اللہ تعالٰی عنہا) کے بیٹے کہلاتے ہیں، اُن کو گالیاں دینے والوں سے اگر یہ **برتاؤ** نہ برتیں جو تم اپنی ماں بلکہ اپنے آپ کو گالیاں دینے والوں سے برتتے ہو تو ہم نہایت **نمک حرام غلام** اور حد بھر کے بُرے ناخلف (یعنی نااہل) بیٹے ہیں۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے، آگے تم جانو اور تمہارا کام۔ نیچری تہذیب کے مدعیوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ ذرا کوئی کلمہ اُن کی شان کے خلاف کہا اُن کا تھوک اُڑنے لگتا ہے، آنکھیں لال ہوجاتی ہیں، گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں، اس وقت وہ مجنون تہذیب بکھری پھرتی ہے۔ وجہ کیا ہے کہ **اللہ** و رسول و معظمانِ دین (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم ورضی اللہ تعالٰی عنہم) سے اپنی **وقعت** دل میں زیادہ ہے۔ ایسی ناپاک تہذیب اُنہیں کو مبارک، فرزندانِ اسلام اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

نے مسجدِ نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے بدمذہبوں کو نام لے لے کر اُٹھا دیا۔

ایک مرتبہ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نمازِ جمعہ میں دیر ہوگئی، راستے میں دیکھا کہ چند لوگ مسجد سے لَوٹے ہوئے آرہے تھے۔ آپ اس ندامت کی وجہ سے کہ ابھی میں نے نماز نہیں پڑھی ہے، چھپ گئے اور وہ اس ذلت کی وجہ سے جو مسجد شریف سے نکال دینے میں ہوئی تھی، الگ چُھپ کر نکل گئے۔

(تفسیر طبری سورۃ التوبۃ تحت الآیۃ ۱۰۱، ج۶، ص ٤٥٧)

ربُّ العزت تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (پ۱۰، التوبۃ:۷۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔

اور فرماتا ہے عزَّوَجَلَّ:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (پ۲٦، الفتح:۲۹)

ترجمۂ کنزالایمان: محمد اللہ کے رسول ہیں، اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔

اور فرماتا ہے جل وعلا:

وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ (پ۱۱، التوبۃ:۱۲۳)

ترجمۂ کنزالایمان: اور چاہیے کہ وہ تم میں سختی پائیں،

تو ثابت ہوا کہ کافروں پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سختی فرماتے تھے۔

کیا سَتْر دیکھنے سے وُضو جاتا رھتا ھے؟

عرض : اگر کسی شخص کا سَتْر کھل جائے تو جس نے دیکھا یا جس کا ستر کھلا، وضو رہے گا یا نہیں؟

ارشاد : وضو کسی چیز کے دیکھنے یا چھونے سے نہیں جاتا۔

جان بوجھ کر ستر کھولنے سے نماز جاتی رہتی ہے

(پھر فرمایا) تیں عضو عورت کے عورت (یعنی پوشیدہ رکھنا ضروری) ہیں اور ۹ مرد کے، اِن میں سے کسی عضو کا چہارم بقدرِ رکن یعنی تین بار سُبْحَانَ اللّٰہ کہنے تک بلا قصد کھلا رہنا مُفسدِ نماز ہے اور بالقصد تو اگر ایک آن کے لئے کھولے تو نماز جاتی رہے گی۔

(رد المحتار علی الدر المختار کتاب الصلاۃ مطلب فی النظر الی وجہ الامرد، ج۲، ص۱۰۰)

وحدۃُ الوجود کسے کھتے ھیں؟

عرض : حضور وحدۃُ الوجود کسے کہتے ہیں؟

ارشاد : وُجود ایک اور موجود ایک ہے باقی سب اس کے ظل (یعنی عکس) ہیں۔

اسماعیل دھلوی کو کیسا سمجھنا چاھئے؟

عرض : اسمٰعیل دہلوی کو کیسا سمجھنا چاہیے؟

ارشاد: میرا مسلک یہ ہے کہ وہ یزید کی طرح ہے[1] اگر کوئی کافر کہے منع نہ کریں گے اور خود کہیں گے نہیں۔ البتہ غلام احمد (قادیانی)، سید احمد (علی گڑھی)، خلیل احمد (انبیٹھوی)، رشید احمد (گنگوہی)، اشرف علی (تھانوی) کے کفر میں جو شک کرے وہ خود کافر

مَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِهٖ وَعَذَابِهٖ فَقَدْ كَفَرَ (جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ت)

(در مختار معه رد المحتار، كتاب الجهاد، مطلب في حكم ساب الانبياء، ج ٦، ص ٣٥٧)

[1] اسماعیل دہلوی سے متعلق ایک شبہ کا ازالہ: یہاں وہابیہ سخت دھوکا دیتے ہیں کہ جب تنقیص وتوہینِ شانِ رسالت کفر ہے تو اسماعیل نے بھی کی ہے۔ وجہ کیا ہے کہ اشرفعلی وغیرہ ایسے کافر ہوں کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہو اور اسماعیل ایسا نہ ہو؟ مگر مسلمان ہوشیار ہوں یہاں خُبَثَاء کا سخت دھوکا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اسماعیل اور حال کے وہابیہ کے اقوال میں فرق ہے۔ ہم اہلِ سنت متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں تاویل کی گنجائش ہوگی تکفیر سے زبان روکی جائے گی کہ ممکن ہے اس نے اس قول سے یہی معنی مراد لئے ہوں۔ شرح فقہِ اکبر میں فرمایا ہاں جب قول ایسا ہو کہ اس میں اصلاً تاویل کی گنجائش نہ ہو تو تکفیر کی جائے گی تو اس قول کے قائل کو جس میں تاویل کی گنجائش ہے اگر کوئی کافر کہے تو ہم منع نہیں کرتے کہ وہ معنی ظاہر کے اعتبار سے ٹھیک کہہ رہا ہے اور اس کی خود تکفیر نہیں کرتے کہ احتیاط اس میں ہے اور اس دوسری صورت کے قائل کی تکفیر ضرور ہے کہ اس میں جب اصلاً تاویل نہیں تو تکفیر سے زبان روکنے کا حاصل خود کفر اور طغیان ہے۔ ان کے اس بیہودہ اعتراض اور ذلیل دھوکے کا جواب اتنا کافی ہے کہ ایک قول پر فقہا تکفیر فرماتے ہیں اور متکلمین نہیں کرتے۔ اب کہیں کیا کہتے ہیں، کیا فقہا کے نزدیک متکلمین اس کی تکفیر نہ کرکے جس کی تکفیر فقہا نے کی ہے معاذ اللہ فقہا کے نزدیک کافر ٹھہریں گے، یا متکلمین فقہا کو کافر کہیں گے اس لئے کہ انہوں نے متکلمین کے نزدیک جو کافر نہ تھا اس کی تکفیر کی۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ان خبثاء کے اقوال بدتر از ابوال (یعنی پیشاب سے بدتر اقوال) ایسے ہیں جن میں نام کو بھی تاویل کی گنجائش نہیں لہٰذا ان کے لئے یہ حکم ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر۔ جو تفصیل چاہے وہ رسالہ "اَلْمَوْتُ الْاَحْمَر" مطالعہ کرے۔ ۱۲ مولف غفرلہ

کیا ہر کافِر ملعون ہے؟

عرض : ہر کافر ملعون (یعنی لعنتی) ہے؟

ارشاد : ہاں عِندَ اللّٰہ جو کافر ہے قطعاً **ملعون** ہے۔ کسی خاص کا نام لیکر پوچھا جائے گا ہم اسے ملعون نہ کہیں گے ممکن ہے کہ توبہ کرلے اور اگر عام کفّار کی بابت سوال ہوا تو ملعون کہیں گے۔

اللّٰہ و رسول کی محبت کیسے حاصل کی جائے؟

عرض : خدا اور رسول عزجلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کس طرح دل میں پیدا ہو؟

ارشاد : **تلاوتِ قرآنِ مجید اور دُرُود شریف کی کثرت اور نعت شریف کے صحیح** اشعار **خوش اِلحانوں** (یعنی سریلی آواز والے) سے بکثرت سُنے اور **اللّٰہ** ورسُول (عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کی نعمتوں اور رحمتوں میں جو اس پر ہیں، **غور** کرے۔

پوسٹ کارڈ پر اسم جلالت "اللّٰہ" لکھنا کیسا؟

ایک روز برادرم مولانا حسنین رضا خاں صاحب (سرکارِ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھتیجے) برائے جواب کچھ استفتا سنا رہے تھے اور جواب لکھ رہے تھے۔ ایک کارڈ پر اسمِ جلالت لکھا گیا

اس پر **ارشاد** فرمایا: ''یاد رکھو کہ میں کبھی تین چیزیں کارڈ پر نہیں لکھتا: (1) اسمِ جلالت **اللّٰہ** اور (2) محمد اور احمد اور (3) نہ کوئی آیتِ کریمہ، مثلاً اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا ہے تو یوں لکھتا ہوں: ''حضور اقدس علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام یا اسمِ جلالت کی جگہ مولیٰ تعالیٰ۔''

لفظ "شہر" کس کے ساتھ بولیں؟

عرض : لفظِ شہر ہر مہینہ کے ساتھ بولا جاتا ہے یا نہیں، یہ کہہ سکتے ہیں: "شھر رجب المرجب"

ارشاد : نہیں، یہ لفظ ان تینوں مہینوں کے لئے ہے۔ شهر ربيع الاول، شهر ربيع الأخر، شهر رمضان المبارك ۔

(روح المعاني الجزالثاني تحت الاية ١٨٥، سورة البقرة، ص ٦٢٤)

اللہ میاں کہنا کیسا؟

عرض : حضور "اللہ میاں" کہنا جائز ہے یا نہیں؟

ارشاد : زبانِ اُردو میں لفظِ **میاں** کے تین معنی ہیں، ان میں سے دو ایسے ہیں جن سے شانِ اُلوہیت **پاک ومُنزّہ** ہے اور ایک کا صِدق ہو سکتا ہے۔ تو جب لفظ دو خبیث معنوں میں اور ایک اچھے معنی میں مشترک ٹھہرا، اور شرع میں وارِد نہیں تو ذاتِ باری پر اس کا اِطلاق **ممنوع** ہو گا۔ اس کے **ایک معنی** مولیٰ، **اللہ** تعالیٰ بے شک مولیٰ ہے، **دوسرے معنی** شوہر، **تیسرے معنی** زنا کا دلال کہ زانی اور زانیہ میں متوسط ہو۔

جشنِ ولادت کا چراغاں

عرض : میلاد شریف میں جھاڑ (یعنی پنج شاخہ مشعل)، فانوس[1]، فروش[2] وغیرہ سے زیب وزینت **اِسراف** ہے یا نہیں؟

ارشاد : علما فرماتے ہیں:

---

[1] : ایک قسم کا شمع دان جس پر پنجرے کی شکل کا باریک کپڑا یا کاغذ چڑھا ہوتا ہے جو گھمانے یا ہوا کے زور پر گردش کرتا ہے۔۔۔ علمیه [2] : یہ فرش کی جمع ہے۔ یعنی چونے وغیرہ سے زمین کی سطح ہموار کرنا۔۔۔ علمیه

لَا خَيْـرَ فِـي الْإِسْـرَافِ وَلَا إِسْرَافَ فِي الْخَيْرِ — یعنی اسراف میں کوئی بھلائی نہیں اور بھلائی کے کاموں میں خرچ کرنے میں کوئی اسراف نہیں۔ت

(ملحصاً، تفسیر کشاف، سورۃ الفرقان تحت الآیۃ ۶۷، ج ۳، ص ۲۹۳)

جس شے سے تعظیمِ ذکر شریف مقصود ہو، ہرگز ممنوع نہیں ہوسکتی۔

ایک ہزار شمعیں

اِمام غزالی (علیہ رحمۃ اللہ الوالی) نے اِحیاءُ العلوم شریف میں سید ابو علی رود باری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کیا کہ ایک بندۂ صالح نے مجلسِ ذکر شریف ترتیب دی اور اس میں ایک ہزار شمعیں روشن کیں۔ ایک شخص ظاہر بین پہنچے اور یہ کیفیت دیکھ کر واپس جانے لگے۔ بانیِ مجلس نے ہاتھ پکڑا اور اندر لے جا کر فرمایا کہ جو شمع میں نے غیرِ خدا کے لئے روشن کی ہو وہ بجھا دیجئے۔ کوششیں کی جاتی تھیں اور کوئی شمع ٹھنڈی نہ ہوتی۔

(ملحصاً، احیاء علوم الدین، الجزء الثانی کتاب اداب الأکل، فصل یجمع ادابا ... الخ، ص ۲۶)

تَحِيَّةُ الْوُضُو کی فضیلت

عرض: تحیۃ الوضو کی کیا فضیلت ہے؟

ارشاد: ایک بار حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا: ''اے بلال! کیا سبب ہے کہ میں جنت میں تشریف لے گیا تو تم کو آگے آگے جاتے دیکھا۔'' عرض کی: یارسولَ اللہ (عزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں جب وضو کرتا ہوں دو رکعت نفل پڑھ لیتا ہوں۔ فرمایا: یہی سبب ہے! (ملحصاً، صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب فضل الطہور ... الخ، الحدیث ۱۱۴۹، ج ۱، ص ۳۹۰)

رُکوع کے بعد پائنچے اوپر چڑھانے کا حکم

عــرض : حضور بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ رکوع کے بعد پائنچے اوپر کو چڑھا لیتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

ارشاد : مکروہ ہے۔(رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی الکراھۃ التحریمیۃ الخ، ج۳، ص ۴۹۰) اوراگر دونوں ہاتھ سے ہوتو بعض علما کے نزدیک مُفْسِدِ صلوٰۃ (یعنی نماز توڑنے والا) ہے۔

ایک خواب اور اُس کی تعبیر

خــواب : ایک مسجد معمولی وُسعت کی ہے اور نماز تیار ہے، ایک شخص جس کو مَیں جانتا ہوں عقائدِ وہابیہ کا پیرو، اَذان کہتا ہے لیکن نامِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پھر مکبّر تکبیر کہتا ہے وہ بھی نامِ نامی تک۔ میں نے کہا یہ عجیب وہبڑوں نے دستور نکالا ہے۔ میں اندر مسجد کے اس وقت پہنچا جبکہ اِمام اپنی جگہ پر پہنچ گیا تھا اور چاہتا تھا کہ تکبیرِ تحریمہ کہے، مَیں نے بآوازِ بلند اَلسَّلامُ عَلَیْکُم کہا۔ جس سے امام نے چونک کر میری طرف رُخ کیا اور پیچھے ہٹ آیا اور مَیں فوراً اُس کی جگہ کھڑا ہو کر اِمامت کرنے لگا جب سلام پھیرا فوراً آنکھ کھل گئی دیکھا تو فجر کا وقت تھا۔

تعبیر : اِن شآءَ اللّٰہ وہابیہ کی دعوت بند ہوگی اور اہلِ سُنّت کی ترقی ہوگی۔

رکوع کا طریقہ

عرض : نوافل میں رکوع کس طرح کرنا چاہیے، اگر بیٹھ کر پڑھ رہا ہے؟

ارشاد : اتنا جھکے کہ سر گھٹنے کے **محاذی** (یعنی سمت میں) [1] آجائے اور اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو پنڈلیاں مقوّس (یعنی کمان کی طرح خم کھائے ہوئے) نہ ہوں اور کفِ دست (یعنی ہتھیلیاں) گھٹنوں پر قائم کر کے ہاتھوں کی اُنگلیاں ایک دوسرے سے علیحدہ رہیں۔

ایک نمازی کی اصلاح

ایک صاحب کو میں نے دیکھا کہ حالتِ رکوع میں پشت بالکل سیدھی اور مُنہ اُٹھائے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا گیا: ''یہ آپ نے کیسا رکوع کیا؟ حکم تو یہ ہے کہ گردن نہ اتنی جھکاؤ جیسے بھیڑ اور نہ اتنی اٹھاؤ جیسے اونٹ۔'' وہ صاحب کہنے لگے کہ منہ اس وجہ سے اٹھالیا تھا کہ سمتِ قبلہ سے نہ پھر جائے۔ میں نے کہا تو آپ **سجدہ** بھی ٹھوڑی پر کرتے ہوں گے۔ اُن کی سمجھ میں بات آگئی اور آئندہ کے لئے **اِصلاح** ہوگئی۔

عورت کا تنہا حج کو جانا کیسا؟

عرض : حضور ایک بی بی تنہا حج کرنا چاہتی ہیں اور سفرِ خرچ قلیل (یعنی تھوڑا) اور خود علیل (یعنی بیمار) اس صورت میں کیا حکم ہے؟

ارشاد : عورت کو بغیر محرم حج کو جانا جائز نہیں۔ (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی قولھم یقدم حق العبد علی حق الشرع، ج۲، ص ۵۳۱)

[1] : صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی لکھتے ہیں: ''بیٹھ کر نماز پڑھنے میں رُکوع کا اَدنٰی دَرَجہ یہ ہے کہ پیشانی گھٹنوں کی سمت میں آجائے۔'' مزید لکھتے ہیں: ''یہاں محاذات سے مراد سمت میں ہونا ہے کہ اتنا جھکنا کہ پیشانی کی زمین سے بلندی گھٹنے کے بالائی حصہ کے برابر ہوجائے۔
(فتاوی امجدیہ، ج۱، ص ۷۹)... علمیہ

سرکار (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم) کو خداوندِ عرب کہنا کیسا؟

عرض : حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ''اے خداوندِ عرب'' کہہ کر ندا کر سکتے ہیں؟

ارشاد : کر سکتے ہیں۔ خداوندِ عرب کے معنیٰ ''مالکِ عرب''۔

عَجَم اور عَرَب کے معنٰی

عرض : حضورِ والا ''عجم'' کے معنیٰ ''بے پڑھی ولایتیں''؟

ارشاد : ''گونگی زبان'' اور ''عرب'' کے معنیٰ ''تیز زبان''۔

اولیاء اللہ کا ایک وقت میں متعدد جگہ موجود ہونا

عرض : حضور! اولیا ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں؟

ارشاد : اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں۔

ایک شُبہ اور اُس کا اِزالہ

عرضِ مؤلف : حضور اس سے یہ خیال ہوتا ہے کہ ''عالَمِ مِثال'' سے ''اجسامِ مثالیہ'' اولیا کے تابع ہو جاتے ہیں اس لئے ایک وقت میں متعدد جگہ ایک ہی صاحب نظر آتے ہیں۔ اگر یہ ہے تو اِس پر شبہ ہوتا ہے کہ ''مثل'' تو شے کا غیر ہوتا ہے۔ اَمثال کا وجود شے کا وجود نہیں تو اِن اَجسام کا وُجود اِس جسم کا وُجود نہ ٹھہرے گا؟

ارشاد: اَمثال اگر ہوں گے تو جسم کے۔ (جبکہ) اُن کی روح پاک اِن تمام اَجسام سے متعلق ہو کر تصرف فرمائے گی تو ازروئے رُوح وحقیقت وہی ایک ذات ہر جگہ موجود ہے یہ بھی فہمِ ظاہر میں ورنہ ''سبع سنابل شریف'' میں حضرت سیدی فتح محمد قدس

سرہٗ الشریف کا وقتِ واحد میں دس **مجلسوں** میں تشریف لے جانا تحریر فرمایا اور یہ کہ اس پر کسی نے عرض کی حضرت نے **وقتِ واحد** میں دس **جگہ** تشریف لے جانے کا وعدہ فرمالیا ہے، یہ کیونکر ہو سکے گا؟ شیخ نے فرمایا: ''کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہو گیا، فتح محمد اگر چند جگہ **ایک وقت** میں ہو کیا تعجب ہے!''

(سبع سنابل سنبل ششم، ص ۱۷۰)

یہ ذکر کر کے فرمایا: ''کیا یہ گمان کرتے ہو کہ شیخ ایک جگہ موجود تھے باقی جگہ مثالیں؟ حاشا! بلکہ شیخ بذاتِ خود ہر **جگہ موجود** تھے۔ اسرارِ باطن فہمِ ظاہر سے وراہیں (یعنی باطنی راز ظاہری سمجھ سے بالاتر ہیں)، خوض وفکر بے جا ہے۔''

ھندوستان میں اِسلام کب پھیلا؟

عرض: حضور ہندوستان میں اِسلام حضرت خواجہ غریب نواز (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے وقت سے پھیلا؟

ارشاد: حضرت سے کئی سو برس پہلے اِسلام آگیا تھا۔ مشہور ہے کہ سلطان محمود غزنوی کے سترہ حملے ہندوستان پر ہوئے۔

ایک شعر کا مطلب

عرض: اس شعر کا کیا مطلب ہے ع

اہلِ نظر نے غور سے دیکھا تو یہ کھلا
کعبہ جھکا ہوا تھا مدینے کے سامنے

ارشاد: شبِ میلاد کعبے نے **سجدہ** کیا اور **جھکا** مقامِ ابراہیم کی طرف اور کہا: حمد ہے اس کے وجہِ کریم کو جس نے مجھے بتوں سے **پاک** کیا۔

کیا غوث ہر زمانے میں ہوتا ہے؟

عرض : غوث ہر زمانہ میں ہوتا ہے؟

ارشاد : بغیر غوث کے زمین وآسمان قائم نہیں رہ سکتے۔

غوث کا کشف

عرض : غوث کے مراقبے سے حالات منکشف (یعنی ظاہر) ہوتے ہیں؟

ارشاد : نہیں! بلکہ اُنہیں ہر حال یوں ہی مثل آئینہ **پیشِ نظر** ہے۔(اس کے بعد ارشاد فرمایا) ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں۔غوث کا لقب ''عبداللہ'' ہوتا ہے اور وزیر دستِ راست (یعنی دائیں طرف کا وزیر) ''عبدالرَّب'' اور وزیر دستِ چپ (یعنی بائیں طرف کا وزیر) ''عبدالملک''۔اس سلطنت میں وزیر دستِ چپ، وزیر راست سے اعلیٰ ہوتا ہے بخلاف سلطنتِ دنیا اس لئے کہ یہ سلطنتِ قلب ہے اور دل جانبِ چپ۔غوثِ اکبر وغوثِ ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔صدیقِ اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے وزیر دستِ چپ تھے اور فاروقِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وزیر دستِ راست۔پھر اُمت میں سب سے پہلے درجۂ غوثیت پر امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممتاز ہوئے اور وزارت امیر المؤمنین فاروقِ اعظم وعثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا ہوئی، اس کے بعد امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی اور عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ومولیٰ علی کَرَّمَ اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم وزیر ہوئے پھر امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت عنایت ہوئی اور مولیٰ

علی کَرَّمَ اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم وامام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر ہوئے پھر مولیٰ علی (کَرَّمَ اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم) کو اور امامین محترمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے، پھر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تک یہ سب حضرات مستقل غوث ہوئے۔ امام حسن عسکری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے بعد حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے۔ ان کے بعد سیّدُ ناغوثِ اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مستقل غوث، حضور تنہا غوثیتِ کبریٰ کے درجہ پر فائز ہوئے۔ حضور "غوثِ اعظم" بھی ہیں اور "سیّدُ الافراد" بھی، حضور کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے حضرت امام مہدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تک سب نائبِ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیتِ کبریٰ عطا ہوگی۔

اَفراد کون ہیں؟

عرض: حضور "اَفراد" کون اصحاب ہیں؟

ارشاد: اَجِلَّہ اولیائے کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ) سے ہوتے ہیں۔ ولایت کے دَرَجات ہیں، غوثیت کے بعد فردیت۔

حُضور غوثِ پاک کی شان

ایک صاحب اَجِلَّہ (یعنی جلیل القدر) اَولیائے کرام (رحمہم اللہ تعالیٰ) سے کسی نے پوچھا: حضرت خِضر علیہ السلام زندہ ہیں؟ فرمایا ابھی ابھی مجھ سے ملاقات ہوئی تھی۔ فرماتے تھے: "میں نے جنگل میں ٹیلے پر ایک نُور دیکھا جب میں قریب گیا تو معلوم

ہوا کہ وہ کمبل کا نور ہے۔'' ایک صاحب اُسے اوڑھے سو رہے ہیں۔ میں نے پاؤں پکڑ کر ہلایا اور جگا کر کہا: ''اُٹھو مشغول بخدا ہو۔'' کہا: ''آپ اپنے کام میں مشغول رہیں مجھے میری حالت پر رہنے دیجئے۔'' میں نے کہا: ''میں مشہور کئے دیتا ہوں، یہ ولی اللہ ہے۔'' کہا: ''میں مشہور کردوں گا کہ یہ **حضرت خضر** (علیہ السلام) ہیں۔'' میں نے کہا ''میرے لئے دعا کرو۔'' کہا: ''دعا تو آپ ہی کا حق ہے۔'' میں نے کہا: ''تمہیں دُعا کرنی ہوگی۔'' کہا: '' وَفَّرَ اللّٰهُ حَظَّكَ مِنْهُ'' **اللہ** تعالیٰ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ (یعنی حصہ) زائد کرے اور کہا: میں اگر غائب ہوجاؤں تو ملامت نہ فرمایئے گا اور فوراً نظر سے غائب ہوگئے حالانکہ کسی ولی کی طاقت نہ تھی کہ میری نگاہ سے غائب ہوسکے۔ وہاں سے آگے بڑھا ایک اور اِسی طرح کا نور دیکھا کہ نگاہ کو خِیرہ کرتا (یعنی آنکھ کو چندھیاتا) ہے۔ قریب گیا تو دیکھا ٹیلے پر ایک عورت کمبل اوڑھے سو رہی ہے۔ وہ اس کے کمبل کا نور ہے۔ میں نے پاؤں ہلا کر ہوشیار کرنا چاہا۔ غیب سے ندا آئی ''اے خضر (علیہ السلام) احتیاط کیجئے۔'' اُس بی بی نے آنکھ کھولی اور کہا: حضرت نہ رُکے یہاں تک کہ روکے گئے۔ میں نے کہا: ''اٹھ مشغول بخدا ہو۔'' کہا: حضرت اپنے کام میں مشغول رہیں، مجھے اپنی حالت پر رہنے دیں۔ میں نے کہا: ''تو میں مشہور کئے دیتا ہوں: یہ ولی اللہ ہے۔'' کہا: ''میں مشہور کردوں گی کہ یہ حضرت خضر (علیہ السلام) ہیں۔'' میں نے کہا: ''میرے لئے دعا کرو۔'' کہا: ''دُعا تو آپ کا حق ہے۔'' میں نے کہا: ''تمہیں دُعا کرنی ہوگی۔'' کہا: ''وَفَّرَ اللّٰهُ حَظَّكَ مِنْهُ **اللہ** تعالیٰ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ زائد کرے۔'' پھر کہا: ''اگر میں غائب ہوجاؤں تو ملامت نہ فرمایئے گا۔'' میں نے دیکھا یہ

بھی جاتی ہے، کہا: یہ تو بتایئے کیا تُو اُسی مرد کی بی بی ہے۔ کہا: ''ہاں یہاں ایک ولیہ کا انتقال ہوگیا تھا اس کی تجہیز و تکفین کا ہمیں حکم ملا تھا۔'' یہ کہا اور میری نگاہ سے غائب ہوگئی۔ حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا: ''یہ کون لوگ ہیں؟'' فرمایا: یہ لوگ ''اَفراد'' ہیں۔ میں نے کہا وہ بھی کوئی ہے جس کی طرف یہ رجوع لاتے ہیں۔ فرمایا: ''ہاں! **شیخ** عبدالقادر جیلانی۔''

غوث کا جانشین

عرض: غوث کے اِنتقال کے بعد درجۂ غوثیت پر کون مامور ہوتا ہے؟

ارشاد: غوث کی جگہ ''اِمامَین'' سے **غوث** کر دیا جاتا ہے اور امامین کی جگہ **اوتادِ اربعہ** سے اور ''اوتاد'' کی جگہ **بُدَلا** (یعنی ابدالوں) سے ''بُدَلا'' کی جگہ پر **ابدالِ سبعین** سے اور ان کی جگہ تین سو ''نُقَبا'' سے۔ پھر اولیاء سے اور اولیاء کی جگہ عامۂ مومنین سے کر دیا جاتا ہے۔ کبھی بلا لحاظِ ترتیب کافر کو مسلمان کر کے **بدل** کر دیتے ہیں، اُن کا مرتبہ اَبدال سے **زیادہ** ہے۔

پانی کے مسام

عرض: پانی میں مَسام ہیں یا نہیں؟

ارشاد: نہیں کہ پانی میں بالطبع خلا بھرنے کی قوت رکھی گئی ہے۔ ضرور ہے کہ جو مسام **فرض** کئے جائیں وہ پانی کہ ان سے اوپر ہے ان کی طرف اُترے گا اور اُنہیں بھرے گا اور مسام ہونے پر فلسفۂ جدیدہ کی یہ **دلیل** کہ شکر ڈالنے سے پانی میں حل ہوجاتی ہے اور اس کا حجم نہیں بڑھتا **مقبول نہیں**۔ جب زیادت قدرِ احساس کو پہنچ گی

ضرور حجم بڑھتا ہوا محسوس ہوگا مگر ایک اِستدلال اس پر یہ خیال میں آتا ہے کہ حوض کے کنارے ایک شخص کھڑا ہے، دوسرا غوطے لگائے اوز باہر والا شخص بآواز پکارے اگر مسام ہیں تو ضرور سنے گا اور سنتا ہے، تو معلوم ہوا کہ مسام ہیں بخلاف اس کے ایک کمرہ صرف آئینوں کا فرض کیجئے جس میں کہیں روزن نہ ہو، اس کے اندر کی آواز باہر نہ آئے گی اور باہر کی اندر نہ جائے گی اگر چہ اندر باہر وہ شخص متصل (معنی قریب) کھڑے ہوکر ایک دوسرے کو بآواز بلند پکاریں مگر یہ استدلال بھی کافی نہیں آواز پہنچنے کے لئے ملاء فاصل میں تموُّج (یعنی لہروں کا تلاطم) چاہیئے مسام کی کیا حاجت، ہاں جہاں تموُّج نہ ہو بذریعہ مسام پہنچے گی، آئینے میں نہ تموج نہ مسام لہٰذا نہ پہنچے گی۔ پختہ وخام عمارات میں تموج نہیں منافذ ومسام ہیں ان سے پہنچتی ہے۔ آب وہوا خود اپنے تموج سے پہنچاتے ہیں اور یہ ہی اصل ذریعۂ صوت (یعنی آواز پہنچنے کا ذریعہ) ہے۔ ہوا میں تموج زائد ہے کہ پانی سے اَلطف (یعنی زیادہ لطیف) ہے، وہ زیادہ پہنچاتی ہے اور پانی کم۔ تالاب میں دو شخص دونوں کناروں پر غوطہ لگائیں اور ان میں سے ایک اینٹ پر اینٹ مارے، دوسرے کو آواز پہنچے گی مگر نہ اتنی کہ ہوا میں۔

قطعۂ تاریخ عطیہ اعلحضرت عظیم البرکۃ مدظلہ الاقدس

میرے ملفوظ کئے کچھ محفوظ مصطفٰے مصطفٰے کا ہو ملحوظ
نام تاریخی اسکا رکھتا ہوں زُبَر و بَیِّنہ میں الملفوظ

۱۳۳۸ھ

ماخذ ومراجع

(۱)	قرآن مجید	کلام باری تعالیٰ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
(۲)	کنز الایمان فی ترجمة القرآن	اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان متوفی ۱۳۴۰ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
(۳)	الدر المنثور	امام عبد الرحمن جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ	دار الفکر بیروت
(۴)	روح المعانی	علامہ ابو الفضل شہاب الدین آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ	دار احیاء التراث العربی بیروت
(۵)	تفسیر الطبری	ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۶)	تفسیر القرآن العظیم	اسماعیل بن عمر ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۷)	تفسیر خازن	علاء الدین علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ	خلک
(۸)	تفسیر بغوی	ابو محمد حسین بن مسعود البغوی متوفی ۵۱٦	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۹)	تفسیر الکشاف	جار اللہ محمود زمخشری متوفی ۵۲۸ھ	مکتب اعلام الاسلامی
(۱۰)	صحیح البخاری	امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵٦ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۱۱)	صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج بن مسلم القشیری متوفی ۲٦۱ھ	دار ابن حزم بیروت
(۱۲)	سنن الترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی متوفی ۲۷۹ھ	دار الفکر بیروت
(۱۳)	سنن ابی داود	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ	دار احیاء التراث العربی
(۱۴)	سنن النسائی	امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی متوفی ۳۰۳ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۱۵)	سنن ابن ماجة	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید القزوینی متوفی ۲۷۳ھ	دار الفکر بیروت
(۱٦)	المعجم الکبیر	امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳٦۰ھ	دار احیاء التراث العربی
(۱۷)	المعجم الاوسط	امام سلیمان بن احمد طبرانی متوفی ۳٦۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۱۸)	شعب الایمان	امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۱۹)	المصنف للامام عبد الرزاق	ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۲۰)	مشکاة المصابیح	امام محمد بن عبد الرحمن الخطیب التبریزی متوفی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۲۱)	کشف الخفاء	امام اسماعیل بن محمد العجلونی الشافعی متوفی ۱۱٦۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۲۲)	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی المتقی الہندی متوفی ۹۷۵ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۲۳)	فردوس الاخبار	حافظ شیرویہ بن شہردار دیلمی متوفی ۵۰۹ھ	دار الفکر بیروت
(۲۴)	موطا امام مالک	امام مالک بن انس متوفی ۱۷۹ھ	دار المعرفہ بیروت
(۲۵)	المسند للامام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت
(۲٦)	المستدرک علی الصحیحین	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ	دار المعرفہ بیروت
(۲۷)	مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابو بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ	دار الفکر بیروت
(۲۸)	مسند الدارمی	امام عبد اللہ بن عبد الرحمن متوفی ۲۵۵ھ	باب المدینہ کراچی
(۲۹)	طبقات الکبری	محمد بن سعد ہاشمی البصری متوفی ۲۳۰ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۳۰)	عمدة القاری	امام بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی متوفی ۸۵۵ھ	مدینۃ الاولیاء ملتان شریف
(۳۱)	ارشاد الساری	شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ	دار الفکر بیروت
(۳۲)	فتح الباری	امام احمد بن علی عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت
(۳۳)	مرقاة المفاتیح	علامہ ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت

(۳۴)	فتاوی ہندیہ	شیخ نظام و جماعۃ ۵۹۲/۶۹۵ھ	کوئٹہ
(۳۵)	در مختار	علاء الدین محمد بن علی حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ	دارالمعرفہ بیروت
(۳۶)	رد المحتار	سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ	دارالمعرفہ بیروت
(۳۷)	بحر الرائق	زین الدین بن نجیم متوفی ۹۷۰ھ	کوئٹہ
(۳۸)	العقود الدریۃ	سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ	پشاور
(۳۹)	الحلبی الکبیر	شیخ ابراہیم الحلبی الحلی متوفی ۹۵۶ھ	مرکز الاولیاء لاہور
(۴۰)	غنیۃ المتملی	امام ابراہیم الحلبی الحلی متوفی ۹۵۶ھ	مرکز الاولیاء لاہور
(۴۱)	فتاوٰی رضویہ	اعلیٰحضرت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن لاہور
(۴۲)	اَلْحَدِیْقَۃُ النَّدِیۃ	علامہ عبدالغنی نابلسی متوفی ۱۱۴۳ھ	پشاور
(۴۳)	اَلْاِصَابَۃُ فِیْ تَمْیِیْزِ الصَّحَابَۃ	حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
(۴۴)	تاریخ بغداد	حافظ ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی متوفی ۴۶۳ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
(۴۵)	اَلْکَامِلُ فِی ضُعَفَاءِ الرِّجَال	امام ابو احمد بن عبداللہ بن عدی جرجانی متوفی ۳۶۵ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
(۴۶)	اَلْکَامِلُ فِی التَّارِیخ	محمد بن محمد متوفی ۶۳۰ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
(۴۷)	تاریخ الخلفاء	امام عبدالرحمٰن جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ	باب المدینہ کراچی
(۴۸)	الیواقیت والجواھر	امام احمد بن علی الشعرانی متوفی ۹۷۳ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
(۴۹)	شرح عقائد نسفیہ	سعد الدین التفتازانی متوفی ۷۹۱	باب المدینہ کراچی
(۵۰)	مواھب اللدنیہ	شہاب الدین احمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
(۵۱)	خصائص الکبری	امام عبدالرحمٰن جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
(۵۲)	رسالۃ القشیریۃ	عبدالکریم بن ہوازن القشیری متوفی ۴۶۵ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
(۵۳)	تحصیل التعریف فی معرفۃ الفقہ	شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۳۳۹ھ	مرکز الاولیاء لاہور
(۵۴)	نسیم الریاض	شہاب الدین احمد بن محمد متوفی ۱۰۶۹ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
(۵۵)	الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین ابراہیم متوفی ۹۷۰ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
(۵۶)	الابریز	احمد بن مبارک متوفی ۱۱۵۵ھ	
(۵۷)	سبع سنابل	سید بلگرام میر عبدالواحد	قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ
(۵۸)	حیات اعلی حضرت	مولانا ظفر الدین متوفی ۱۳۸۲ھ	مکتبہ رضویہ لاہور
(۵۹)	القول البدیع	الحافظ محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی متوفی ۹۰۶ھ	مؤسسۃ الریان بیروت
(۶۰)	تَذْکِرَۃُ الْاَوْلِیَاء	شیخ فرید الدین عطار متوفی ۶۰۶/۶۱۶ھ	انتشارات گنجینہ
(۶۱)	رَوْضُ الرِّیَاحِین	علامہ عبداللہ بن اسعد متوفی ۷۶۸ھ	دارالکتب العلمیہ بیروت
(۶۲)	مدارج النبوۃ	شاہ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ	مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات
(۶۳)	احیاء العلوم	امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ	دار صادر بیروت

مجلس المدینة العلمیة کی طرف سے پیش کردہ قابلِ مطالعہ کتب

﴿شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت رحمة اللہ علیہ﴾

(۱) راہِ خدا عزوجل میں خرچ کرنے کے فضائل (رَادُّ الْقَحطِ وَالْوَبَاءِ بِدَعْوَةِ الْجِيرَانِ وَمُوَاسَاةِ الْفُقَرَاءِ) (کل صفحات:40)

(۲) دعاء کے فضائل (اَحْسَنُ الوِعَاءِ لِآدَابِ الدُّعَاءِ مَعَهٗ ذَيْلُ الْمُدَّعَا لِاَحْسَنِ الوِعَاءِ) (کل صفحات:140)

(۳) عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ (وِشَاحُ الْجِيدِ فِيْ تَحْلِيْلِ مُعَانَقَةِ الْعِيْدِ) (کل صفحات:55)

(٤) کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات (كِفْلُ الْفَقِيهِ الْفَاهِمِ فِيْ اَحْكَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِمِ) (کل صفحات:199)

(۵) والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق (اَلْحُقُوقُ لِطَرْحِ الْعُقُوقِ) (کل صفحات:125)

(٦) اعلیٰ حضرت سے سوال جواب (اِظْهَارُ الْحَقِّ الْجَلِيِّ) (کل صفحات:100)

(۷) ولایت کا آسان راستہ (تصورِ شیخ) (اَلْيَاقُوْتَةُ الْوَاسِطَةُ) (کل صفحات:60)

(۸) شریعت و طریقت (مَقَالُ الْعُرَفَاءِ بِاِعْزَازِ شَرْعٍ وَعُلَمَاءَ) (کل صفحات:57)

(۹) معاشی ترقی کا راز (حاشیہ و تشریح تدبیرِ فلاح و نجات و اصلاح) (کل صفحات:41)

(۱۰) ثبوتِ ہلال کے طریقے (طُرُقُ اِثْبَاتِ هِلَالٍ) (کل صفحات:63)

(۱۱) ایمان کی پہچان (حاشیہ تمہیدِ ایمان) (کل صفحات:74)

عربی کتب: از امام اہلِ سنت مجدد دین و ملت مولانا احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

(۱۲) كِفْلُ الْفَقِيهِ الْفَاهِمِ (کل صفحات:74)۔ (۱۳) تَمْهِيْدُ الْاِيْمَان۔ (کل صفحات:77)

(۱٤) اَلْاِجَازَاتُ الْمَتِيْنَة (کل صفحات:62)۔ (۱۵) اِقَامَةُ الْقِيَامَةِ (کل صفحات:60)

(۱٦) اَلْفَضْلُ الْمَوْهَبِيُّ (کل صفحات:46) (۱۷) اَجْلَى الْاِعْلَامِ (کل صفحات:70)

(۱۸) اَلزَّمْزَمَةُ الْقَمَرِيَّةِ (کل صفحات:93) (۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲) جَدُّ الْمُمْتَارِ عَلٰى رَدِّ الْمُحْتَارِ (المجلد الاول والثانی والثالث والرابع) (کل صفحات:570،672،713،650)

﴿شعبہ اصلاحی کتب﴾

(۲۳) خوفِ خدا عزوجل (کل صفحات:160)

(۲٤) انفرادی کوشش (کل صفحات:200)

(۲۵) تنگ دستی کے اسباب (کل صفحات:33)

(۲٦) فکرِ مدینہ (کل صفحات:164)

(۲۷) امتحان کی تیاری کیسے کریں؟ (کل صفحات:32)

(۲۸) نماز میں لقمہ کے مسائل (کل صفحات:39)

(۲۹) جنت کی دو چابیاں (کل صفحات:152)

(۳۰) کامیاب استاذ کون؟ (کل صفحات:43)

(۳۱) نصابِ مدنی قافلہ (کل صفحات:196)

(۳۲) کامیاب طالبِ علم کون؟ (کل صفحات: تقریباً63)

(۳۳) فیضانِ احیاء العلوم (کل صفحات:325)

(۳٤) مفتیِ دعوتِ اسلامی (کل صفحات:96)

(۳۵) ٹی وی اور مووی (کل صفحات:32)
(۳۶) عطاری جن کا غسلِ میت (کل صفحات:24)
(۳۷) طلاق کے آسان مسائل (کل صفحات:30)
(۳۸) توبہ کی روایات وحکایات (کل صفحات:124)
(۳۹) قبر کھل گئی (کل صفحات:48)
(۴۰) آدابِ مرشدِ کامل (مکمل پانچ حصے) (کل صفحات:275)
(۴۱) قبرستان کی چڑیل (کل صفحات:24)
(۴۲) غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے حالات (کل صفحات:106)
(۴۳) تعارفِ امیرِ اہلسنّت (کل صفحات:100)
(۴۴) رہنمائے جدول برائے مدنی قافلہ (کل صفحات:255)
(۴۵) مدنی کاموں کی تقسیم (کل صفحات:68)
(۴۶) دعوتِ اسلامی کی مدنی بہاریں (کل صفحات:220)
(۴۷) تربیتِ اولاد (کل صفحات:187)
(۴۸) آیاتِ قرآنی کے انوار (کل صفحات:62)
(۴۹) احادیثِ مبارکہ کے انوار (کل صفحات:66)
(۵۰) فیضانِ چہل احادیث (کل صفحات:120)
(۵۱) بدگمانی (کل صفحات:57)
(۵۲) غافل درزی (کل صفحات:36)
(۵۳) بدنصیب دولہا (کل صفحات:32)
(۵۴) گونگا مبلغ (کل صفحات:55)
(۵۵) کرسچین مسلمان ہوگیا (کل صفحات:32)
(۵۶) دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات (کل صفحات:24)
(۵۷) فیضانِ امیرِ اہلسنّت (کل صفحات:101)
(۵۸) 40 فرامینِ مصطفیٰ ﷺ (کل صفحات:87)
(۵۹) قومِ جنّات اور امیرِ اہلسنّت دامت برکاتہم العالیہ (کل صفحات:262)
(۶۰) شرح شجرہ قادریہ (کل صفحات:215)
(۶۱) ساس بہو میں صلح کا راز (کل صفحات:32)
(۶۲) ہیروئنچی کی توبہ (کل صفحات:32)

شعبہ تراجم کتب

(۶۳) جنت میں لے جانے والے اعمال (اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِیْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ) (کل صفحات:۷۴۳)
(۶۴) جہنم میں لے جانے والے اعمال۔ جلد اول (الزواجر عن اقتراف الکبائر) (کل صفحات:853)
(۶۵) مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روشن فیصلے (الباھر فی حکم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالباطن والظاھر) (کل صفحات:112)
(۶۶) نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں (قُرَّۃُ الْعُیُوْن وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن) (کل صفحات:138)
(۶۷) سایۂ عرش کس کس کو ملے گا...؟ (تَمْھِیْدُ الْفَرْشِ فِی الْخِصَالِ الْمُوْجِبَةِ لِظِلِّ الْعَرْشِ) (کل صفحات:28)
(۶۸) حسنِ اخلاق (مکارم الاخلاق) (کل صفحات:74)
(۶۹) بیٹے کو نصیحت (اَیُّھَا الْوَلَد) (کل صفحات:64)
(۷۰) الدعوۃ الی الفکر (کل صفحات:148)
(۷۱) آنسوؤں کا دریا (بَحْرُ الدُّمُوْع) (کل صفحات:300)
(۷۲) راہِ علم (تَعْلِیْمُ الْمُتَعَلِّم طَرِیْقَ التَّعَلُّم) (کل صفحات:102)
(۷۳) عیون الحکایات (مترجم) (کل صفحات:412)
(۷۴) شاہراہِ اولیاء (مِنْھَاجُ الْعَارِفِیْن) (کل صفحات:36)
(۷۵) دنیا سے بے رغبتی اور امیدوں کی کمی (اَلزُّھْدُ وَقَصْرُ الْاَمَل) (کل صفحات:85)
(۷۶) احیاء العلوم کا خلاصہ (لباب الاحیاء) (کل صفحات:416)

﴿شعبہ درسی کتب﴾

(۷۷) تعریفاتِ نحویہ (کل صفحات:45) (۷۸) کتاب العقائد (کل صفحات:64)

(۷۹) نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر (کل صفحات:175) (۸۰) اربعین نوویہ (کل صفحات:121)

(۸۱) نصاب التجوید (کل صفحات:79) (۸۲) گلدستہ عقائد واعمال (کل صفحات:180)

(۸۳) وقایۃ النحو فی شرح ھدایۃ النحو (۸۴) شرح مایۃ عامل (کل صفحات:38)

(۸۵) صرف بہائی مع حاشیہ صرف بنائی (کل صفحات:55) (۸۶) المحادثۃ العربیۃ (کل صفحات:101)

(۸۷) شرح اربعین النوویہ فی الاحادیث الصحیحۃ النبویۃ (کل صفحات:155) (۸۸) نصاب الصرف (کل صفحات:343)

(۸۸) دروس البلاغۃ مع شموس البراعۃ (کل صفحات:241) (۸۹) مراح الارواح (کل صفحات:241)

(۹۰) نحومیر مع حاشیہ نحو منیر (کل صفحات:203)

﴿شعبہ تخریج﴾

(۹۱) عجائب القرآن مع غرائب القرآن (کل صفحات:422) (۹۲) جنتی زیور (کل صفحات:679)

(۹۳ تا ۹۹) بہارِ شریعت (7 حصے) (۱۰۰) اسلامی زندگی (کل صفحات:170)

(۱۰۱) آئینۂ قیامت (کل صفحات:108) (۱۰۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشقِ رسول ﷺ (کل صفحات:274)

(۱۰۳) اُمہات المؤمنین (کل صفحات:59) (۱۰۴) علم القرآن (کل صفحات:244)

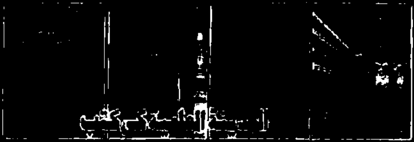
(۱۰۵) اخلاق الصالحین (کل صفحات:78) (۱۰۶) اچھے ماحول کی برکتیں (کل صفحات:56)

(۱۰۷) جہنم کے خطرات (کل صفحات:207) (۱۰۸) حق وباطل کا فرق (کل صفحات:50)

(۱۰۹) تحقیقات (کل صفحات:142) (۱۱۰) اربعین حنفیہ (کل صفحات:112)

(۱۱۱ تا ۱۱۷) فتاویٰ اہل سنت (سات حصے)

ضمنی فہرست



فتن کی صورت میں اہل علم کا مسلک

[illegible]

[illegible]

قیمت [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]